www.KitaboSunnat.com

اسلام کا

نظریۂ کسب و انفاق

حکیم محمد اسحاق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

حافظ عبد

اسلام کا نظریہ کسب و انفاق

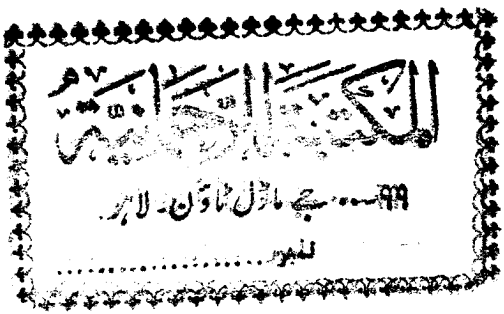

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹۔۔۔جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
نمبر........................

حکیم محمد اسحاق

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

تاریخِ تالیف ــــــ ۲۰ اکتوبر ۱۹۸۱ء

مصنف ــــــ حکیم محمد اسحاق

اشاعتِ اول ــــــ دسمبر ۱۹۸۱ء

تعداد ــــــ ایک ہزار

ناشر ــــــ منظور حسن اکیڈمی، [redacted] کراچی

مطبع ــــــ شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

قیمت ــــــ سولہ روپے

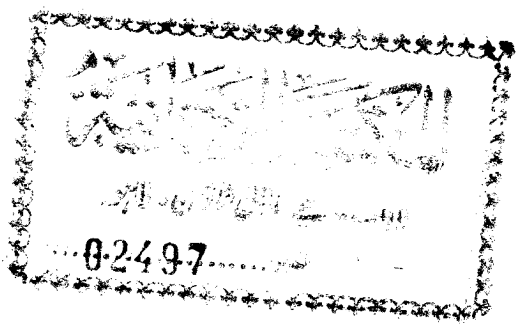

02497

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

دیباچہ ۷

سامانِ زیست کا مقصد ۱۴

معاشی بحران کی وجوہات ۱۵

مال کب خطرناک ہوتا ہے ۱۵

سرمایہ کے بارے میں قرآنی نظریہ ۱۷

آزاد حرص و لالچ معاشرہ کے لیئے خطرناک ہے ۱۷

حرص کی انتہا کہاں ختم ہوگی ؟ ۱۸

قیامت کے قریب معاشیات میں لوگ حلال حرام کی تمیز سے آزاد ہو جائینگے ۱۹

حرص و ہوس کی انتہا تمام مفاسد کی جڑ ہے ۲۰

طلبِ مال کے سلسلہ میں دین کا کردار ۲۲

دنیوی متاع کیلئے رشک و حسرت ممنوع ہے ۲۲

فاسق کی خوشحالی پر رشک نہ کرو ۲۳

غربت اور خوشحالی کے ذریعہ ہر ایک کی آزمائش ۲۳

صبر و شکر مومن کا اخلاق ہے ۲۶

معاشیات میں صبر و قناعت بہت سی خرابیوں کا علاج ہے ۲۷

ارادہ و اختیار کا تقاضا ہے کہ معیشت میں فرق مراتب ہو ۲۸

معاش کے سلسلہ میں اسلام کی چند امتیازی خصوصیات ۳۰

غربت دور کرنے کے اسلامی وسائل ۳۵

انسان کی بنیادی ضروریات ۳۶

غربت دور کرنے کا پہلا حل ۳۶

بے عملی کے لیے توکل کا غلط مفہوم ۳۸

توکل کا صحیح مفہوم ۳۹

تلاشِ رزق کیلئے سفر کی فضیلت ۴۱

معاش کے سلسلہ میں علماء کے لیے حضرت عمر رض کی نصیحت ۴۱

کاہلی و مفت خوری اسلام میں سخت ناپسند ہے ۴۲

صدقات و خیرات پر پلنے والے ناپسندیدہ لوگ ہیں ۴۳

رزقِ حلال کے حصول کے لیے کسی سعی و محنت کو عار نہ سمجھا جائے ۴۴

مذموم پیشوں کے ذریعہ روزی ناجائز ہے ۴۵

زراعت کی ترغیب ۴۶

غربت دور کرنے کا دوسرا ذریعہ صلہ رحمی ۴۷

بے نوا اور مسکینوں کا حق ادا نہ کرنے والوں کو دوزخ کا سامنا ہوگا ۴۹

مسکینوں اور محتاجوں کی امداد کا مرتبہ فضیلت ۵۰

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غربت سے بچنے کا ایک ذریعہ کفایت شعاری بھی ہے ۵۰
مال ضائع کرنے کی ممانعت ۵۲
پُرتکلف سادگی بھی معیوب ہے ۵۳
غربت و افلاس دور کرنے کا چوتھا ذریعہ زکوٰۃ ہے ۵۴
زکوٰۃ ایک قرض ہے ۵۵
موت زکوٰۃ کو ساقط نہیں کرتی ۵۶
قید بھی زکوٰۃ کو ساقط نہیں کرتی ۵۶
زکوٰۃ خدا کا حق ہے اور مخلوق کا بھی ۵۶
زکوٰۃ مال کے شکریہ ادائیگی کا ثبوت ہے ۵۷
خدا کی نعمتیں کسی خاص طبقہ کی میراث نہ بننے پائیں ۵۷

غریب اور محتاج لوگوں کے لیے اسلام کا معاشی حل

زکوٰۃ کا معانی ۵۸
زکوٰۃ کی فرضیت ۵۹
زکوٰۃ کا ایک متعین نصاب ہے ۵۹
نظامِ زکوٰۃ خدا کی بیمہ کمپنی ہے ۶۰
نماز اور زکوٰۃ کے خواص ۶۱
خدا کا تقرب بواسطہ نماز و زکوٰۃ ۶۱
قربِ الٰہی کا مطلب ۶۲
زکوٰۃ تطہیرِ اخلاق اور تزکیۂ مال کا ذریعہ ہے ۶۳
زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کا مال تباہی سے نہیں بچ سکتا ۶۴
زکوٰۃ کے ذریعہ مال ضرر رساں اثر سے محفوظ ہو جاتا ہے ۶۴
زکوٰۃ تحفظِ مال کا ذریعہ ۶۵
حرام ذرائع سے حاصل شدہ مال زکوٰۃ کے ذریعہ پاک نہیں ہوتا ۶۵
اللہ کی راہ میں مال خرچ نہ کرنے سے کنز بن جاتا ہے ۶۶
بے زکوٰۃ مال قیامت میں ہیبت ناک سانپوں کی شکل اختیار کرے گا ۶۷
دل کی آمادگی کے بغیر زکوٰۃ قبول نہیں ہوگی ۷۱
بدعمل اور بددیانت لوگوں کے ذریعہ اسلام کے قانون ناقص نہیں ہو سکتے ۷۲
مستحقینِ زکوٰۃ ۷۳
غیر مستحقینِ زکوٰۃ ۷۸
غنی کی تعریف ۷۹
سوال سے بچنے کا ذریعہ مزدوری ۸۰
مستحقینِ زکوٰۃ کو کس قدر دیا جائے ۸۱
حاجت مندوں کی بھرپور امداد کرنے کا ایک واقعہ ۸۳
اسلامی بیت المال کو تقویت دینے والے ذرائع ۸۵
غربت اور معاشی تنگی کے خطرات ۸۶
غریبوں اور کمزوروں کی امداد اسلامی ریاست کا اہم منشور ۹۰

انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت ۹۱

مقررہ زکوٰۃ کے علاوہ فیاضی کی ترغیب ۹۱

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مال کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے ۹۲

انفاق فی سبیل اللہ کی تاکید کس لیے ؟ ۹۳

انفاق کا جامع مفہوم لغوی تشریح کی روشنی میں ۹۵

انفاق فی سبیل اللہ کے بنیادی مقاصد ۹۶

انفاق ایمان کی کسوٹی ہے ۹۷

تشحّ کا معنی ۹۷

تکمیل ایمان اور تعمیر سیرت کے لیے انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت ۹۸

انفاق کا دوسرا فائدہ ۹۹

انفاق تقرب الٰہی کا ذریعہ ۹۹

ترکِ نماز خدا سے دُوری کا سبب ۱۰۱

صدقہ اخلاص کی اہمیت ۱۰۲

ہر حال میں انفاق فی سبیل اللہ کرنے والوں کو بشارت ۱۰۳

انفاق فی سبیل اللہ کا تیسرا فائدہ ۱۰۴

حقوق العباد کی حفاظت ۱۰۴

والدین کا حق اور ان کے ساتھ حسن سلوک ۱۰۵

شریعت کے خلاف کسی امر میں ماں باپ کی بات نہیں مانی جائے گی ۱۰۶

بعض گناہ صلہ رحمی سے معاف ہو جاتے ہیں ۱۰۸

مومن والدین کی ناراضگی میں خدا کی ناراضگی ۱۰۹

ماں باپ کے نافرمان کو جنت میں داخلہ نہیں ملے گا ۱۱۰

ماں باپ کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے ۱۱۱

قریبی رشتہ داروں سے حسن سلوک ۱۱۲

نیکی کا تصور محض بدنی عبادت سے مکمل نہیں ہوتا ۱۱۴

نسبی رشتہ داروں کے ساتھ مالی تعاون پر دوہرا اجر ملے گا ۱۱۶

اولاد کے حقوق ۱۱۸

اپنی اولاد کو مفلس چھوڑ جانا بہتر نہیں ۱۱۸

خوش حال ہونے کے بعد اپنے اور زیر ماتحت افراد کے حقوق ۱۲۰

پڑوسیوں کے حقوق ۱۲۰

یتیموں کے ساتھ حسن سلوک ۱۲۱

مہمان اور مسافر سے حسن سلوک ۱۲۲

سائل کا حق ۱۲۳

بہترین مصارف ۱۲۳

پچھلی بحث کا خلاصہ ۱۲۴

رضاکارانہ صدقات ۱۲۸

صدقہ کا معنی اور مقصد ۱۲۸

صدقہ اور انفاق کے قبول ہونے کا معیار ۱۲۹

احسان جتانے سے صدقات و احسانات کا اجر ضائع ہو جاتا ہے ۱۳۱

صدقہ اور سود میں ایک امتیازی فرق ۱۳۱

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے دولت بڑھتی ہے ۱۳۱

قرض حسن کا معنی ۱۳۳

اللہ کی راہ میں اپنا عزیز ترین مال صدقہ کرنے کی مثال ۱۳۴

حضرت ابو دحداح کی مثال ۱۳۵

قرض حسن کے ذریعہ خدا کی خصوصی نصرت حاصل ہوتی ہے ۱۳۶

بکثرت صدقات تعلق باللہ اور بابرکت روزی کا ذریعہ ۱۳۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

برکت کا معنی ۱۳۸
رزقِ حلال میں برکت کے اثرات ۱۳۹
مال میں برکت کے اثرات ۱۴۰
زندگی میں برکت کے اثرات ۱۴۱
بے برکت مال اور موجبِ وبال زندگی ۱۴۲
کتاب مبارک ۱۴۳
آپس میں کلامِ خیر سے آغاز ۱۴۳
ثواب کا معنی ۱۴۴
قول و عمل کے اثرات ۱۴۵
اِنفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب ۱۴۷
اِنفاق کا عمل خود تمہارے لیے ہی مفید ہے ۱۴۸
اِنفاق فی سبیل اللہ سے گریز باعثِ ہلاکت ہے ۱۴۹
اللہ کی رضا اور قرب حاصل کرنے کیلئے انفاق کی اہمیت ۱۵۰
کسی حاجت مند مسلمان کی حاجت برآری مسلمان کا اخلاقی فریضہ ہے ۱۵۳
یتیموں اور محتاجوں کی کفالت سے رسول اللہ کا شرفِ رفاقت حاصل ہوگا ۱۵۵
اسلامی اخوت کے تقاضے ۱۵۵
خیر و بھلائی کی آخری حدود ۱۵۹
صدقاتِ جاریہ ۱۶۰
صدقاتِ جاریہ کے ذریعہ حصولِ شفا ۱۶۳
ایمان اور عمل صالح قیامت کے روز روشنی میں تبدیل ہو جائیں گے ۱۶۵
دیگر اعمال درست ہوں تو سخاوت تقربِ الٰہی کا ذریعہ ہے ۱۶۸
انفاق اور عمل صالح سے دنیا سنورتی ہے ۱۶۸
نفقاتِ واجبہ پر ثواب ۱۷۱
اولاد پر خرچ کرنے کا ثواب ۱۷۱
کاشت کار کا صدقہ ۱۷۲
تاجروں کیلئے صدقہ کی اہمیت ۱۷۲
صدقہ قیامت کے دن سایہ بنے گا ۱۷۲
صدقہ گناہوں کی آگ بجھاتا ہے ۱۷۳
صدقہ دوزخ سے بچانے کا ذریعہ ۱۷۳
صدقہ برہانِ نجات ہے ۱۷۳
صدقہ بری موت سے بچاتا ہے ۱۷۴
صدقہ غضبِ الٰہی کو ٹھنڈا کرتا ہے ۱۷۴
صدقہ آفات و بلیات سے بچاتا ہے ۱۷۴
بخل ایک مذموم اور بری صفت ہے ۱۷۵
حرص و بخل کا خوفناک انجام ۱۷۷
معیاری اور غیر معیاری معاشرہ کی علامات ۱۷۹
بخیل سرمایہ دار خسارے میں ہیں ۱۸۰
انسانوں کا خون نچوڑنے والے بخیل سرمایہ داروں کی سنگدلی کا ردِ عمل ۱۸۱
ہر مال کا اصل وارث تو اللہ تعالیٰ ہے ۱۸۲
خیرات میں فیاضی دکھاؤ ۱۸۳
مومن کے لیے مفید اور لافانی مال ۱۸۳
تقویٰ کے ساتھ مالداری ۱۸۵
تقویٰ انفاق اور احسان مومن کی امتیازی صفات ہیں ۱۸۶
خیر القرون کے افق سے ایثار و احسان کی ایک ایمان افروز جھلک ۱۹۰
انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعہ برکت ۱۹۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دیباچہ

دورِ جدید کا انسان جن پیچیدہ سیاسی، معاشرتی اور معاشی مسائل سے دوچار ہے اس پر زمانے کا ہر نقش فریادی ہے۔ آج انسان اس رہنمائی کا شدید حاجت مند ہے، کہ اسے بتایا جائے۔ اسلام زندگی کے ان مسائل کا کیا حل پیش کرتا ہے۔ زندگی کے مختلف شعبوں میں اس کا وہ نقطۂ اعتدال کیا ہے؟ جس کی بنا پر وہ سیاسی، معاشی اور معاشرتی دائرے میں استحکام اور سکون و اطمینان سے انسان کو بہرہ ور کرتا ہے۔ اُمّتِ مُسلمہ کا یہ فرضِ منصبی ہے کہ وہ اسلام کی حقیقی تعلیمات اور اسلام کو ایک مکمل نظامِ فکر و عمل کی حیثیت سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرے۔

مغرب کی غلامی سے ذہن اس قدر مرعوب ہو چکے ہیں کہ آج وہ اسلام کا مطالعہ بھی اسی کی فکری عینک سے کرتے ہیں۔ وہ اسی کی زبان سے بولتے، اسی کی نظر سے دیکھتے اور اسی کے ذہن سے سوچتے ہیں۔ ان کے ہاں مغربی مفکرین کی تحقیق و اکتشاف وحی کا درجہ رکھتی ہیں۔ عرصۂ دراز کی مغربی اقوام کی محکومیت اور غلامی، فکر و سوچ کے دھاروں پر غالب ہے۔ حقیقتِ اسلام کے سمجھنے میں یہ بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ مغربی علم و فن اور مغربی فکر و نظر آج اس قدر حاوی ہے کہ مغرب زدہ لوگ اسلام کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا اور اس کی اقدار سے کسی نسبت کو بھی عار سمجھنے لگے ہیں۔ اس فکر و نظر کے لوگ کسی اقتدار و انتظام کی کرسی پر بیٹھ کر اسلام کی جس قدر پذیرائی یا خیر خواہی کریں گے وہ پاکستان کا ماضی ہی بتا سکتا ہے۔ اسلام کا حقیقی مزاج اور اس کی اصل روح سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ کسی بھی دوسرے نظام کے تصور سے خالی الذہن اور اس کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اصطلاحات سے بے نیاز ہو کر اسلام کو سمجھنے کی کوشش کی جائے اور خود اسلام کی اپنی زبان اور اس کی اپنی اصطلاح میں اس کی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے۔ پھر اس کے ساتھ موجودہ دور کے انفرادی و اجتماعی پیچیدہ مسائل بھی سامنے رکھے جائیں۔ اس کے بعد دوسرے نظاموں کا بھی کھلے ذہن اور تنقیدی نگاہ سے مطالعہ کیا جائے۔ اس طرح تقابلی مطالعہ کے بعد خود بخود اسلام کی وہ تمام امتیازی خوبیاں کھل کر سامنے آجائیں گی جن کی بناء پر وہ معیشت اور معاشرت کے پیچیدہ مسائل خوبی کے ساتھ حل کرتا ہے! افسوس ہے کہ نہ علمی طور پر خلوص کے ساتھ اس کی تعلیمات کا مطالعہ کیا گیا اور نہ عملی طور پر اس نظام کو آزمانے کی سعی کی گئی! حق اپنے اندر ایسے فطری دلائل رکھتا ہے۔ کہ اگر کسی کے دل و دماغ میں پہلے سے غیر اسلامی نظریات کی برتری کے لات و منات موجود نہ ہوں۔ اور وہ اسلامی نظام کا گہرائی میں اتر کر تفصیلی مطالعہ کرے تو اس کی حقانیت سے لازماً انشراح و اطمینان حاصل ہوتا ہے ؎

سمجھ میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیئے

ایوانِ مغرب کی تائید و تصدیق سے اسلامی مسائل کو سمجھنے والے اس کی حقیقی روح سے آشنا نہیں ہو سکتے، بزدلی اور بے یقینی کے ساتھ اس کا نام لینے والے اس کی عالمگیر خوبیوں کو اجاگر نہیں کر سکتے۔

اس وقت دنیا میں دو معاشی نظام اپنی مصنوعی اور غیر فطری بیساکھیوں کے سہارے چل رہے ہیں۔ ایک مغرب کا سرمایہ داری نظام، جس پر آجکل انحطاط و اضطراب کا رعشہ طاری ہے۔ دوسرا مشرق کا اشتراکی نظام، ایک مادہ پرستی میں جنون کی حد تک تمام انسانی اور اخلاقی قدروں کو پھلانگ چکا ہے اور دوسرا نظام معاشرہ پرستی اور اجتماعی ملکیت کا علمبردار ہے رحم دلی، انسان دوستی اور انسانی ہمدردی کی روح ان دونوں معاشی ڈھانچوں میں نظر نہیں آئیگی دونوں کا نصب العین دنیوی مفاد و لذائذ اور مادی ترقی کے بغیر اور کچھ نہیں۔ روحانی اور اخلاقی قدروں کا تو ان کے ہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایک طرف شخصی سرمایہ داری کا عفریت ہے اور دوسری طرف معاشرہ پرستی اور قومی ملکیت کا بت ہے۔ اشتراکیت، سرمایہ داری کا مہیب ردِّ عمل یا اس کی ارتقائی شکل ہے جس کی بنیاد انکارِ خدا پر اٹھائی گئی ہے۔ انسان اس کی زندگی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور کائنات کی مادی توجیہہ میں یہ دونوں نظام ایک دوسرے سے متفق ہیں۔ دونوں کی قانونی روح ایک ہے۔ اختلاف صرف حقوق و اختیارات کی تقسیم اور طریق کار کا ہے مشرقی نظام جبر و استبداد کے سائے میں خون کے آنسوؤں، کرب ناک سسکیوں، جگر پاش آہوں اور سلگتے سانسوں کے ساتھ چل رہا ہے۔ اور مغربی نظام اپنے بے رحم ہاتھوں سے زیردستوں کا خون نچوڑ رہا ہے۔ انسانیت ان دونوں کی خون آشامیوں سے نقش فریادی بنی ہوئی ہے۔ معیشت اور معاشرت میں بے لگام آزادی اور اخلاق ناآشنا افراد کی بے قید اور غیر محدود خواہشات نے غریب اور کمزور انسانوں کو وسائل زندگی سے ہی محروم کر دیا ہے۔ ترقی یافتہ ذرائع ابلاغ اور جھوٹے پراپیگنڈے کے زور سے عوام کے ذہن مسموم کر کے رکھ دیے ہیں۔ کمیونزم کی فصل، معاشی بے اطمینانی کی سرزمین میں برگ و بار لاتی ہے۔ اور لادینی فضا اسکے لیے بہت زیادہ موزوں ہوتی ہے اسی لیے وہ کسی ملک پر غاصبانہ قبضہ کرنے سے پہلے عوام اور حکام کے درمیان منافرت اور عدم تعاون کی فضا تیار کرتا ہے۔ اسلامی ممالک میں وہ اپنے جاسوس کارکن مسلمانوں ہی کی صفوں سے نامزد کرتا ہے اور وہ اپنا کام ترقی پسند صحافیوں، شاعروں اور ادیبوں کا نقاب اوڑھ کر انجام دیتے ہیں اور مذہب بیزار سیاسی لیڈر مختلف سیاسی جماعتوں میں اسی رنگ کی ٹوپی پہن کر داخل ہوتے ہیں۔ اگر حکمران پارٹی ملک و قوم کی خیر خواہ اسلامی نظام کی وفادار اور دیدہ ور ہو۔ تو ان اشتراکی گوریلوں کو شناخت کرنا کچھ مشکل کام نہیں ہے اور ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ دوست نما دشمنوں کے تخریبی عزائم کی تکمیل سے پہلے ہی ان کی غداری اور اسلام دشمنی کا بروقت نوٹس لے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اسلامی نظام مکمل صورت میں قائم کرنے کی جب بھی کوشش کی جائے گی۔ تو پھر کسی نظام کو معاشی یا اقتصادی نعروں سے فریب دینے میں کامیابی نہیں ہو سکے گی۔ اس کے قیام میں جہاں کہیں بھی تاخیر ہوگی۔ وہاں اس قسم کے جھاڑ جھنکار عوام کے ایمان و اخلاق کو تار تار کر دیں گے۔

جب تک معاشرے میں خدا پرستی، مذہب سے وابستگی اور اخلاقی قدروں کا احترام باقی ہے۔ علمائے دین کی رہنمائی غالب اور مؤثر ہے تو اس وقت تک کمیونزم کے جراثیم اپنا خطرناک کھیل جاری نہیں رکھ سکتے۔ اسی لیے اشتراکیت کا دیو استبداد اپنا پورا زور، خدا، مذہب اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اخلاقیات کے خلاف استعمال کرتا ہے اور جس کی بنیاد ہی خدا اور مذہب کے انکار پر ہو۔ اس نظام میں انسانی ہمدردی اور اخلاقیات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اس کے ہاں صرف معاشی مسئلہ ہی اس کی زندگی کا مرکزی مسئلہ ہے اور ان کی ساری زندگی اقتدار و املاک کی چھینا جھپٹی میں کھپ جاتی ہے۔ شخصی ملکیت کا خاتمہ اس کا منشور ہے۔ تقسیم دولت اور دولت آفرینی کا سارا نظام حکومت کے قبضہ میں ہوتا ہے' کارل مارکس کا یہ واضح اعلان ہے کہ ہماری تحریک کا مقصد یہ ہے کہ دنیا سے ذاتی ملکیت اور شخصی حقوق کا خیال ختم کیا جائے۔ جب مزدوروں کو تسلط حاصل ہو جائے تو سرمایہ داروں کی تمام املاک و جاگیر پر قبضہ کر لیا جائے۔ لینن کی کتاب ریاست اور انقلاب میں لکھا ہے: کہ سرمایہ دارانہ نظام حکومت کی جگہ اشتراکیوں کی حکومت کا برسر اقتدار آ جانا تشدد آمیز انقلاب کے بغیر ممکن نہیں۔" اسی نظریے کی بنا پر اس انقلاب میں لاکھوں انسان قتل ہوئے۔ لاکھوں وحشت ناک سزاؤں سے دوچار اور لاکھوں ملک بدر کیے گیے۔ فکر و دماغ، علم و دانش اور فن و حرفت کے لحاظ سے نہایت قیمتی لوگوں کے خون سے اشتراکیت کی زمین سیراب ہوئی۔ اینجلز کہتا ہے: انقلاب ایک ایسا عمل ہے جس کی رو سے آبادی کا ایک حصہ دوسرے حصہ پر اپنا اقتدار و اختیار۔ قوت اور غلبۂ نوک شمشیر، گولیوں کی بوچھاڑ اور آتشیں گولوں کے دھماکوں سے زبردستی مسلط کر دیتا ہے۔"

یہ طریق کار ہے کمیونزم کا مزدور ہمدردی کے نام سے۔ اور یہ سلوک ہے اس کا انسانیت کے ساتھ، بے خدا اقتدار کو جب وسیع پیمانے پر تسلط حاصل ہو جائے تو وہاں انصاف کی توقع اور غریب عوام یا انسانی برادری کے ساتھ ہمدردی کا تصور صرف فریب خیال ہی ہو گا۔ جہاں حکمران طبقہ اور عوام میں باہم کوئی منصفانہ طرز عمل اور خیر خواہانہ قدر مشترک موجود نہ ہو اور سارا نظام ایک بے رحم اور سخت گیر خفیہ پولیس کے زور پر چل رہا ہو، جہاں افراد خانہ بھی جاسوسی کے سانس لے کر چل رہے ہوں تو انسانیت کے لیے اس دنیا میں اس سے بڑھ کر سزا و عذاب اور ظلم و تشدد کا اور کوئی جہنم نہیں ہے۔ اس کے برعکس اسلام ایک متوسط لیکن منصفانہ معاشی نظریہ پیش کرتا ہے،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سب سے پہلے وہ دلوں میں خدا پرستی کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ نورِ ایمان سے اخلاقیات کی شعاعیں پیدا ہوتی ہیں، رحم دلی اور نیک نفسی عقیدۂ توحید کا نتیجہ ہے۔ دعوت و تعلیم کے ذریعہ وہ ہر فرد کی ذہنیت، خدا اور رسول کے قانون کی رضا کارانہ اطاعت کے لیے تیار کرتا ہے جس کے نتیجہ میں رضائے الٰہی اور ثواب کی نیت سے لوگ خرچ کرنے پر آمادہ ہو سکتے ہیں۔ زندگی کے اخلاقی پہلو پر توجہ کی بنا پر کفالتِ باہمی کے مقصد کی تکمیل ہوتی ہے۔ ترغیب و بشارت اور ترہیب و انذار انسان کے بند ہاتھوں کو کھولتے ہیں اور جود و سخا اور خیر و بھلائی کے جذبات انگڑائی لینے لگتے ہیں۔ اس کے بعد قانون کی طاقت سے وہ افراد پر ایسی پابندیاں عائد کرتا ہے کہ وہ اخلاقی اصولوں اور قانونی احکام کی حدود سے تجاوز نہ کر سکیں اور زندگی کے تمام معاملات میں جادۂ اعتدال پر ثابت قدم رہیں۔ حکومت کا زور وہیں استعمال کیا جاتا ہے جہاں ایسا کرنا ضروری ہو، ورنہ وہ سارا زور اخلاق اور ذہنیت کی اصلاح پر صرف کرتا ہے۔

اپنی منصفانہ بنیادوں اپنی اخلاقی قدروں اپنے اخلاقی مزاج اور اپنے اصول و قانون کے اعتبار سے یہ ان تمام نظاموں سے مختلف ہے جو آج انسانی ذہنوں کی اختراع اور صرف مادہ پرستانہ بنیادوں پر رائج نظر آتے ہیں۔ اسلام تمام انسانوں کی ضروریات کی تکمیل کو اپنا لازمی مقصد قرار دیتا ہے۔ زبردست اور زیردست کی طبقاتی تقسیم وہ پسند نہیں کرتا۔ اس کی نظر میں تمام انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہونے کی وجہ سے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس کے بعد عقیدہ و مسلک کی یکسانیت، ملّتِ اسلامیہ کو متحد کرتی ہے۔ اس جماعت کی فلاح و سعادت کے اصول اور حقیقی مفادات یکساں ہوتے ہیں اور زندگی قائم رکھنے کے مواقع بھی سب کو آزادی سے مہیا کرنے کا انتظام ہوتا ہے۔ ان کا باہمی رشتہ اخوت، تعاون، مواسات ہمدردی و خیر خواہی کا ہوتا ہے۔ مروت و ہمدردی مومن کے خمیر میں شامل ہے۔ فراخ دلی ایمان کا خاصہ ہے۔ اسلام انسان کی معاشی زندگی کو انصاف و راستی پر قائم رکھنے کے لیے جو اصول اور حدود مقرر کرتا ہے۔ انہی پر دولت کی پیدائش اور اس کی گردش کا سارا نظام چلتا ہے اسی بنا پر کسبِ معاش کے سلسلے میں ترقی کے امکانات ہر ایک کے لیے آزاد ہیں۔ ہر ایک اپنی فکری اور جسمانی استعداد و صلاحیت کے مطابق وسائل رزق سے استفادہ کر سکتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کتاب میں اسی ضرورت کے پیشِ نظر اسلامی نظام کا یہ پہلو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ صدقہ و احسان، اسلامی نظام کی وہ شفاف روح ہے جس کے ذریعہ قربِ الٰہی کے مدارج طے ہوتے ہیں۔ جو انسانی دلوں کو مسخر کرتی ہے۔ اور معاشرے کے باہمی تعلقات میں خوش گواری اور اخوت و محبت کی ایسی فضا تیار کرتی ہے جس کے ذریعے بلا تکلف ہر فرد کو روحانی سکون اور قلبی اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ لادینی تہذیب اور مادہ پرست نظاموں کے مقابلے میں اسلامی نظام کی حیات افروز برکات اور اس کی سکون آفرین خوبیوں کو اُجاگر ہونے کا موقع ملتا ہے۔ کتاب کے ابتدائی صفحات میں غربت و ناداری سے بچنے کے مثبت ذرائع پر گفتگو کی گئی ہے کیونکہ اسلام کی بنیادی خوبی یہ ہے کہ یہ ہر انسان کے لیے عزت و وقار اور خودداری کے ساتھ زندگی گزارنے کی اہمیت پر زور دیتا ہے اور اس کے نتیجے میں حصولِ اسباب اور فراہمیٔ رزق کی ہر ایک کو مکمل آزادی دیتا ہے جس سے ہر شخصیت حسبِ استعداد نجی ملکیت کے پورے اختیارات رکھتی ہے۔ اسلام ایسے حالات کی حوصلہ شکنی کرتا ہے کہ خیرات اور دست نگر طبقہ وجود میں آئے۔ لیکن قدرتی مجبوریوں اور ہنگامی اضطرار کی وجہ سے اگر ایسے ضرورتمند پائے جائیں اور قدرتی معذوروں سے کوئی دور خالی نہیں رہا تو ان کی دست گیری و اعانت اسلامی نظام اپنا فرض سمجھتا ہے۔ وہ اپنی مخصوص پالیسی سے ایسے انتظامات اختیار کرتا ہے کہ معاشی جدوجہد کرنے کے لیے ہر ایک کو آزادی حاصل ہو تاکہ وہ اپنی فطری صلاحیت اور طبعی رجحان سے کام لے کر اپنی زندگی کا سامان جائز ذرائع سے حاصل کرے۔ اسلام کسبِ معاش کے وسائل میں حلال و حرام کی تمیز قائم کر کے جائز ذرائع معاش کو فروغ دیتا ہے اور ناجائز ذرائع کے خلاف اخلاقی اور قانونی طاقت استعمال کرتا ہے۔

صدقہ و احسان کی تعلیم سے متعارف کرانے کے لیے یہ ایک اجمالی نقشہ ہے۔ اردو دان طبقہ جو براہِ راست قرآن و حدیث سے واقفیت نہیں رکھتا اور معاشی مصروفیات کی وجہ سے ضخیم علمی کتابوں کے مطالعہ کے لیے وقت بھی نہیں نکال سکتا۔ اس کے لیے یہ کتاب یقیناً مفید ثابت ہوگی۔ رزقِ حلال کی سعی و کوشش اور اس کی اہمیت کے بارے میں میری کتاب "اسلام کا معاشی معیارِ اخلاق" حصہ اول میں تفصیلی بحث آچکی ہے۔ اس کا آخری حصہ ضروری تتمیم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اضافے کے بعد موجودہ کتابی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

آخر میں، میں محترم سید عبدالرحمٰن بن جناب سید منظور حسن مرحوم کا بے حد شکر گزار ہوں کہ ان کے مخلصانہ مالی تعاون سے کتاب اپنے طباعتی مراحل سے بآسانی گزر کر مارکیٹ میں جلد پہنچ سکی۔ اللہ تعالیٰ انہیں خدمتِ دین کی زیادہ سے زیادہ توفیق بخشے اور انہیں اپنے والد مرحوم کے نقشِ قدم پر چلنے اور ان کے دعوتی منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی جرأت و استقامت عطا کرے۔ خدا کی رضا کے لیے جو کام بھی سرانجام دیا جائے اس کے اثرات و نتائج لافانی ہیں۔ کتاب و سنت کی تعلیم عام کرنے اور اصلاحِ حال کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی توفیق سے ہماری رہنمائی اور حوصلہ افزائی فرمائے اور اخلاص کو ہر حال میں ہمارے شاملِ حال بنائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری ان حقیر کوششوں کو ہمارے لیے ذریعۂ مغفرت اور ذخیرۂ آخرت بنائے اور عوام کے لیے اس قسم کی کوششوں کو مفید و مؤثر بنانا بھی اسی کا اختیار ہے۔ بندۂ عاجز کا کام اس کی راہ پر قدم اٹھانا ہے۔ سلامتی کے ساتھ منزل تک پہنچانا اس محسنِ مطلق کا کام ہے! دنیا و آخرت میں ہم سب اسی کے فضل و رحمت کے امیدوار ہیں!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

۲۰ اکتوبر ۱۹۸۱ء

حکیم محمد اسحٰق، جویلیاں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

سامانِ زیست کا مقصد

اسلامی زندگی میں معاش مقصدِ حیات یا زندگی کا نصب العین نہیں بلکہ وسیلۂ حیات ہے اور اسی حیثیت سے اسلام اس کی اہمیت اور اس کے حفظ و بقاء کا حامی ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے لیے معاشی ضروریات کا مہیا ہونا ضروری ہے۔ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا ط (نساء: ۵) "اور اپنے وہ مال جنہیں اللہ نے تمہارے لیے قیامِ زندگی کا ذریعہ بنایا ہے۔ نادان لوگوں کے حوالے نہ کرو۔" وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ (اعراف: ۱۰) "ہم نے تمہیں زمین میں اختیارات کے ساتھ بسایا اور تمہارے لیے یہاں سامانِ زیست فراہم کیا۔" وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط (توبہ: ۴۱) "اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ۔"

زندگی کا قیام و استقرار اور اس کی بنیادی ضروریات کا حصول و تحفظ اگر نہ ہو سکے تو دنیا میں انسان فرائضِ خلافت اور بندگی کے آداب کس طرح بجا لا سکتا ہے! اور ایک مفلس و قلاش انسان اپنی جسم و جان کے تقاضے کس طرح پورے کر سکتا ہے! پھر اس کے بعد اس کے اہل و عیال، والدین اور قریبی رشتہ دار بھی اس کی زندگی میں شریک ہیں اور وہ بھی حسبِ مراتب اپنے حقوق رکھتے ہیں۔ مال کے بغیر ان کے حقوق ادا کرنا ناممکن ہے! اس کے بعد زندگی کے مختلف مراحل میں معاشرے کے افراد سے واسطہ پڑتا ہے۔ اور مال کے بغیر ان کے حقوق و واجبات سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے!

ایک حدیث میں دنیوی اسباب کا بنیادی مصرف واضح کیا گیا ہے: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَالَ اِنَّا اَنْزَلْنَا الْمَالَ لِاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ط (مسند احمد) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے مال، نماز کے قیام اور ادائیگیٔ زکوٰۃ کے لیے نازل کیا ہے۔ اس میں حقوق اللہ اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حقوق العباد دونوں شامل ہیں۔ ایک اور حدیث میں رسول اللہ کا ارشاد ہے: فمن اخذہ بحقہ ووضعہ فی حقہ فنعم المعونۃ ھو (مسلم کتاب الزکوٰۃ) مال جو جائز طریقے سے کمائے اور حق کے مطابق خرچ کرے تو یہ اس کے لیے بہت اچھا مددگار ہے۔ نعم العون علی تقوی اللہ المال (کنز العمال ج ۲) اللہ سے ڈرنے کے سلسلے میں مال بہترین معاون ہے۔" وہ دنیا میں پھیلے ہوئے اسباب میں سے بقائے حیات کے لیے اپنی ضروریات جائز طریقے سے حاصل کرے۔ اسے کھلی چھٹی نہیں ہے کہ جس طرح چاہے وہ اپنی خواہشات اور ضروریات پورا کرے۔ ان حدود کی پابندی کرتے ہوئے مال و اسباب انسان کی ترقیاتی جدوجہد میں تقویت کا باعث ہیں۔ ضروریاتِ زندگی کا مقصد بھی قرآن نے واضح کر دیا ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (مومنون: ۵۱) "اے پیغمبرو! کھاؤ پاک چیزیں اور نیک عمل کرو۔" عمل صالح کی تکمیل کے لیے زندگی کے اسباب عطا کیے گئے ہیں، جو شخص دنیوی ساز و سامان عمل صالح کے حصول کے علاوہ ہوس پرستیوں اور ظلم طرازیوں میں استعمال کرتا ہے تو یہ منشائے فطرت کا باغی اور انتہائی ظالم انسان ہے جو دنیا کے تمام مفاد و لذائذ صرف اپنی ذات کے لیے سمیٹ کر دوسروں کو بھوکا مارنا چاہتا ہے۔

معاشی بحران کی وجوہات

مال کب خطرناک ہوتا ہے

عموماً معاشی بحران اور اقتصادی ناہمواری دو وجوہ سے پھیلتی ہے۔ (۱) سرمایہ داری کا ظالمانہ نظام، قرآن اسے قارونیت اور اکتنازیت کے نام سے تعبیر کرتا ہے۔ اس کی بنیاد شخصی طبقاتی فوائد اور خود غرضی و ذاتی منافع پر ہے۔ چونکہ سرمایہ دار، دولت اور زمین کو اپنی پیدا کردہ اور اپنا ذاتی کمال سمجھتا ہے۔ لہٰذا اس میں تصرف کا اپنے آپ کو مختارِ مطلق سمجھتا ہے۔ خدائی ضابطوں اور اخلاقی اقدار کو نہ وہ اہمیت دیتا ہے اور نہ ان کا پابند ہوتا ہے۔ مطلق العنان سرمایہ دار اہلِ حق کے حقوق مارتا اور دباتا ہے! اس کے نفسِ خدا فراموش کا تکبر اس کی زبان پر ناچنے لگتا ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ (قصص: ۷۸) تو اس نے کہا۔ یہ سب کچھ تو مجھے اس علم کی بناء پہ دیا گیا ہے جو مجھ کو حاصل ہے۔" آج سے ساڑھے تین ہزار سال قبل قومِ شعیبؑ کے بگڑے ہوئے سرمایہ داروں کا بھی یہی نظریہ تھا۔ قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا (ھود: ۸۷) اے شعیب! کیا تیری نماز تجھے یہ سکھاتی ہے کہ ہم ان سارے معبودوں کو چھوڑ دیں۔ جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے تھے۔ یا یہ کہ ہم کو اپنے مال میں اپنے منشا کے مطابق تصرف کرنے کا اختیار نہ ہو۔" اہلِ مغرب کی طرح زندگی کو انھوں نے بھی مذہبی اور دنیوی دائروں میں الگ الگ تقسیم کر رکھا تھا۔ آج مسلمان معاشرے میں بھی یہ فرنگی ذہنیت جب مچلنے لگتی ہے تو مذہب اور سیاست، دین اور دنیا انہیں الگ الگ نظر آتی ہے۔ زمانے کے جدید قالب میں جاہلیت کی وہی پرانی روح آج بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ دنیوی معاملات میں دین کی مداخلت انہیں ہرگز گوارا نہیں، یہ تقسیم غیر فطری ہے اور اس بنیاد پہ اٹھنے والی زندگی کی تمام تعمیر ناہموار اور خطرناک ثابت ہوتی ہے۔ سرمایہ داری کے چند بڑے ستون بے لگام نجی ملکیت کے علاوہ حلال وحرام کی تمیز سے آزاد یہ ذرائع آمدن ہیں مثلاً احتکار، گراں فروشی، سود، قمار، سٹہ اور دیگر غیر قانونی وسائل آمدن وغیرہ۔ اس کے ردّ عمل میں سوشلزم ظہور میں آیا۔ اشتراکیت کے ملحدانہ نظامِ زندگی میں خدا کی جگہ کارل مارکس صحیفۂ آسمانی کی جگہ سرمایہ نے اور پیغمبر کی جگہ لینن نے حاصل کرلی۔ اینجلز کے ساتھ مل کر اشتراکیت مستقل ایک نظریہ و مذہب بن گیا۔ بے لگام حقِ ملکیت، انانیت کا مظاہرہ ہے جو مزاج کے لحاظ سے شرک کے مترادف ہے۔ اللہ کی ہدایت سے آزاد و باغی ہوکر دنیوی مال استعمال کرنے کا انجام بہت برا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے سرمایہ دارانہ طرزِ فکر کے ایک بہت بڑے نمائندہ کو اس کی جاگیر سمیت زمین میں دھنسا دیا تھا جو اپنی دولت میں دوسروں کے حقوق تسلیم کرنے سے انکاری تھا اور مال کو اپنا ذاتی کمال سمجھ کر غرور و گھمنڈ کا مظاہرہ کرنے لگا تھا۔ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا کَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا کَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِیْنَ ○

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(قصص: ۸۱) آخر کار ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔ پھر کوئی اس کے حامیوں کا گروہ نہ تھا جو اللہ کے مقابلے میں اس کی مدد کو آتا۔ اور نہ وہ خود اپنی مدد آپ کر سکا۔" اس واقعے میں دولت و خوش حالی کو اپنی علمیت اور قابلیت کا نتیجہ سمجھنے والوں کے لیے عبرت کا بڑا سامان ہے۔

سرمایہ کے بارے میں قرآنی نظریہ

دنیا پرستانہ نظریات کے خلاف مال کے بارے میں اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ اس دنیا میں مال و املاک ہر چیز اللہ کی ہے۔ اس نے امانتہً انسانوں کے حوالے کی ہیں! حتیٰ کہ اس کا جسم بھی اسی کی ملکیت ہے لہٰذا مالک کی مرضی کے خلاف ان امانتوں کو اگر استعمال کیا گیا تو انسان اس کی سزا سے بچ نہ سکے گا۔ اس کے تمام مالکانہ حقوق محدود اور اخلاقی قوانین کے پابند ہیں اور یہ حقوق خود اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ہیں۔ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط (بقرہ: ۲۸۴) آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے۔" بمعہ انسان کے کائنات کی ہر چیز اللہ کی ملکیت اور صرف اسی کی پیدا کردہ ہے۔ حق و انصاف کا اولین تقاضہ ہے کہ انسان خود اپنی جان اور اللہ کی عطا کردہ ہر نعمت کو اسی کے حکم کے مطابق استعمال میں لائے، اسی کو مختارِ مطلق سمجھے اور زندگی کے تمام معاملات میں اسی کے احکام کی پیروی کرے۔ اگر کسی لادینی نظام کے تحت ان چیزوں کو تصرف میں لائے گا۔ تو اس پر غداری کا مقدمہ دائر ہوگا۔

لیکن دنیا پرستوں کا ہر دور میں یہی رویہ رہا۔ کہ دنیوی اموال و املاک میں خدا کی ملکیت تسلیم نہیں کرتے اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کو ہمیشہ اپنا ذاتی کمال سمجھتے رہے ہیں۔

آزاد حرص و لالچ معاشرے کیلئے خطرناک ہے

ایک حدیث میں آنحضورؐ نے فرمایا فَوَاللّٰهِ مَا اَخْشٰى عَلَيْكُمُ الْفَقْرَ وَلٰكِنْ اَخْشٰى اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُلْهِيَكُمْ كَمَا اَلْهَتْهُمْ (بخاری)

پس خدا کی قسم! میں تمہارے بارے میں فقر و افلاس سے نہیں ڈرتا۔ لیکن اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا فراخ ہو جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ ہوئی۔ پھر جس طرح انہوں نے اس میں باہم رشک و تنافس کیا۔ اسی طرح کہیں تم بھی نہ کرو اور تم بھی اسی بھاگ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دوڑ میں، غافل نہ ہو جاؤ۔ جس طرح وہ ہوئے۔ انہوں نے سامانِ زیست کو زندگی کا نصب العین بنا کر اپنی پوری عمر اس کے گرد گھما دی۔ باہم رشک و حسد نے سر اُٹھا کر انہیں باہم متصادم کیا اور ان کی اقتصادی قوت پاش پاش ہُوئی۔ اور عیش و نشاط کی زندگی نے دنیا سے ان کا نام ہی مٹا دیا۔ آنحضورؐ اپنی امت کو کثرتِ مال کی اسی حالت سے متنبہ فرما رہے ہیں۔ ایک حدیث میں دولت کے پرستاروں کے بارے میں نہایت سخت الفاظ استعمال کیے گئے ہیں تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَالْقَطِيفَةِ وَالْخَمِيصَةِ (بخاری) "اشرفیوں اور روپوں والے، جھالر دار لباس والے سیاہ عبا والے سب گر پڑے ہلاک ہوئے" فراہمیٔ زر کا انہماک اس قدر غالب ہو جائے کہ انسان اسے وسیلۂ حیات کے بجائے مقصدِ حیات بنا لے تو یہی اس کی غلامی و بندگی ہے اور خدا کے معاملے میں جس چیز کو ترجیح دی جائے وہی اس کا معبود ہے اور بندہ اس کا پرستار ہے۔

حرص کی انتہا، کہاں ختم ہوگی

ایسا انسان مال و متاع سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔ ایک حدیث میں اس کی طبعی حرص کی طرف اشارہ ملتا ہے: فَقَالَ لَنَا ذَاتَ يَوْمٍ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ إِنَّا أَنْزَلْنَا الْمَالَ لِإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَلَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادٍ لَأَحَبَّ أَنْ يَكُوْنَ لَهُ ثَانٍ وَلَوْ كَانَ لَهُ وَادِيَانِ لَأَحَبَّ أَنْ يَكُوْنَ لَهُ ثَالِثٌ وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا مِنْ تُرَابٍ (مسند احمد) ابو واقد اللیثی سے روایت ہے کہ ہم آپ کے پاس حاضر ہوتے تھے۔ اور آپ ہمیں مسائل سناتے تھے۔ ایک دن آپ نے ہم سے فرمایا۔ کہ اللہ عزوجلّ نے فرمایا ہے۔ ہم نے مال اس لیے دیا ہے کہ نماز قائم کی جائے۔ زکوٰۃ ادا کی جائے۔ ابنِ آدم کی حرص کا یہ حال ہے کہ اس کے پاس اگر مال و املاک کی ایک وادی ہو تو وہ چاہے گا ایک اور مل جائے"۔ اگر اس کے پاس دو وادیاں ہوں۔ تو چاہے گا ایک اور مل جائے۔ ابنِ آدم کا پیٹ صرف مٹی سے بھر سکتا ہے۔" یہی حقیقت ایک اور حدیث میں بیان کی گئی ہے کہ: لو كان لابن آدم واديانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغٰى ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ وَفِي رِوَايَةٍ عَيْنُ ابْنِ آدَمَ إِلَّا التُّرَابُ،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(بخاری) اگر آدم کی اولاد کے پاس مال کی دو وادیاں ہیں تو تیسری کی تلاش میں مصروف ہوگا۔ آدم کے بیٹوں کا پیٹ یا آنکھ مٹی کے سوا کسی چیز سے نہیں بھر سکتی۔ یہی بات سورۃ تکاثر میں بیان کی گئی ہے:۔

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (تکاثر) تم لوگوں پر زیادہ سے زیادہ اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مال بکثرت حاصل کرنے کا ایسا جنون سوار ہے کہ تم خدا اور آخرت کو بھول کر اخلاقی ذمہ داریوں سے بھی یکسر غافل ہو گئے ہو۔ تم نے حق داروں کے حقوق بھی نظر انداز کر دیے اور صرف اپنی زندگی کا معیار بلند کرنے میں مصروف ہو گئے۔ دنیوی عیش و عشرت اور دنیوی لذائذ و آسائش کے لیے دنیوی فوائد و منافع اور ذاتی اقتدار و شہرت زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی دُھن میں معیارِ انسانیت سے بھی گر گئے ہو اور تمہاری ہوس رانی کے انہماک نے حیوانوں سے بھی تمہیں پست تر کر دیا۔ اور زندگی کے اہم تر اور مقدس مقصد سے متاعِ دنیا کی دوڑ میں تم بہت دُور نکل گئے ہو۔ لیکن حقیقتِ حال جب تمہارے سامنے کھلے گی اور فراہمیٔ مال اور جلبِ زر کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے تو اس وقت تمہیں اصلاحِ حال کی مہلت تو نہیں ملے گی۔ البتہ خدا کی عطا کردہ بے شمار نعمتوں کے محاسبے کی کتاب ضرور تمہارے سامنے کھولی جائے گی۔ کرنا کیا تھا؟ اور کیا کما کر لائے ہو؟ قیامت کے روز یہ سب کچھ واضح ہو جائے گا۔

قیامت کے قریب معاشیات میں لوگ حلال و حرام کے امتیاز سے آزاد ہو جائیں گے

آنحضورؐ نے معاشرے کے ایسے اخلاقی بگاڑ کو آثارِ قیامت میں شمار کیا ہے، جبکہ لوگ لوگ ذرائع آمدن میں جائز اور حلال ذرائع کو اہمیت نہ دیں گے اور نہ انہیں غیر اخلاقی اور غیر قانونی کاروبار کے بارے میں کوئی نفرت یا کراہت ہوگی۔ جبکہ اس کا احساس ہی ختم ہو جائے گا۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَيَاْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ بِمَا اَخَذَ الْمَالَ اَمِنْ حَلَالٍ اَمْ مِنْ حَرَامٍ (بخاری، احمد، دارمی)

رسول اللہؐ نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ انسان اس بات کی پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے کس طرح سے مال حاصل کیا۔ حلال ذرائع سے یا حرام اور ناجائز ذرائع سے غیر اسلامی نظام لوگوں میں حلال و حرام کی تمیز ختم کر دیتا ہے۔ آہستہ آہستہ لوگ اس کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خوگر ہو جاتے ہیں۔ اور برائی کو برائی نہیں سمجھتے۔ ایسے حالات تقاضا کرتے ہیں کہ عقائد و عبادات کے ساتھ لوگوں کی معاشیات پر بھی پوری توجہ دی جائے اور کتاب و سنت سے اسلام کی معاشی پالیسی مختلف زبانوں میں منتقل کی جائے۔ اور اخلاقیات کا تصور تمام ممکن وسائل کام میں لا کر عام کیا جائے۔

حرص و ہوس کی انتہا تمام مفاسد کی جڑ ہے

حرص و لالچ کی تباہ کاریوں کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ حریص انسان دوسروں کو کم دینے اور زیادہ لینے کا عادی ہوتا ہے۔ اسی سے دوسروں کے حقوق ماری کی جنگ کا آغاز ہوتا ہے اور پھر ایسا انسان دائیں بائیں اپنے پرائے سب کے حقوق میں کاٹ چھانٹ کرنے لگتا ہے۔ جب جائز ذرائع سے حاصل شدہ مال پر قناعت نہ ہو تو پھر حبِ مال کا جنون اسے ناجائز ذرائع ڈھونڈنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ چوری، ڈکیتی، سٹہ، جوا، ذخیرہ اندوزی، گراں فروشی اور تمام غیر قانونی اور غیر اخلاقی کاروبار میں وہ اپنی حرص و لالچ کے تقاضے پورا کرتا ہے۔ خدا کی راہ میں بخل و امساک اور تنگ دلی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ محتاج لوگوں کی حاجت روائی اور انسانی ہمدردی کے جذبات سے وہ محروم ہو جاتا ہے۔ اسے تو صرف اپنے ذاتی مفاد و ذاتی عیش اپنے نفسانی لذائذ اور صرف اپنی مادی ترقی سے دلچسپی ہوتی ہے۔ زر و مال کی ہوس جب کسی کے باطن میں رچ بس جائے تو باطن کی خرابی اس کے چہرے پر بھی نمایاں ہونے لگتی ہے اور وہ ایسا لگتا ہے جیسا کہ قبرستان میں کسی خزاں رسیدہ درخت پر الو بیٹھا اونگھ رہا ہو۔ اسلام انسان کی جائز خواہشات کو بھی اخلاقی حدود کا پابند کر دیتا ہے تاکہ کوئی انسان کسی دوسرے کے حقوق و مفاد کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ اسلام میں تعزیرات، عوامی حقوق کے تحفظ اور فرد کو ظلم و زیادتی سے باز رکھنے کے لیے مقرر کی گئی ہیں۔

رزق کی کمی بیشی اللہ کی مشیت سے تعلق رکھتی ہے۔ جس کے تحت بھلے بُرے ہر قسم کے انسانوں کو زندگی کا سامان مل رہا ہے۔ مشیت کے تحت کبھی ظالم اور ناجائز ذرائع معاش اختیار کرنے والا پھلتا پھولتا نظر آتا ہے اور حلال ذرائع سے کمانے والا انسان نقصان پر نقصان اُٹھاتا معلوم ہوتا ہے۔ خدا کی خوشنودی کا پیمانہ مادی فراخی و خوش حالی نہیں ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اصل چیز تو خدا کی رضا ہے اور یہ ان اخلاقی اوصاف سے حاصل ہوتی ہے جو خدا کو پسند ہیں قرآن و سنت نے جن سے ہمیں خبردار کیا ہے۔ اگر ان اوصاف کے ساتھ اور حلال ذرائع سے اگر کسی کو دنیا کی نعمتیں اور مادی خوش حالی نصیب ہوتی ہے تو یہ خدا کا فضل ہے جس پر خدا کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے اور اسی قسم کے سرمایہ سے دنیا میں نیکیوں کا باغ لہلہاتا اور اللہ کا دین زمین میں قدم جماتا ہے؟ خلق خدا کے اجڑے دیار میں رونق آتی ہے اور اخلاقی اوصاف سے محروم ہو کر بھی اگر کوئی شخص دنیوی نعمتوں سے نوازا جارہا ہے اور اس کی جاگیر و املاک کے پاؤں دراز ہوتے جاتے ہیں تو ایسا شخص سخت ترین عذاب اور سخت محاسبے کے لیے تیار ہو رہا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے:۔ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَسَمَ بَیْنَکُمْ اَخْلَاقَکُمْ کَمَا قَسَمَ بَیْنَکُمْ اَرْزَاقَکُمْ، اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُعْطِی الدُّنْیَا مَنْ یُّحِبُّ وَمَنْ لَا یُحِبُّ وَلَا یُعْطِی الدِّیْنَ اِلَّا مَنْ اَحَبَّ فَمَنْ اَعْطَاہُ اللّٰہُ الدِّیْنَ فَقَدْ اَحَبَّہٗ (مشکوٰۃ باب الحب فی اللہ) رسول اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اعمال و اخلاق بھی اسی طرح تقسیم کر دیے ہیں جیسا کہ تمہارے درمیان تمہارے رزق تقسیم ہوئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ دنیا کا مال اور سامانِ زیست ہر شخص کو دیتا ہے۔ خواہ اسے وہ شخص اچھا لگے یا بُرا، مگر دین (کا علم و عمل) صرف اسے عطا کرتا ہے جسے وہ پسند کرتا ہے جس شخص کو اللہ نے نعمتِ دین عطا کی۔ یقیناً یہ اس سے خدا کی محبت کا ثبوت ہے۔" یہ ہے وہ لافانی نعمت جس کے لیے ہر مومن کو رشک کرنا چاہیئے۔ اور اسی کے لیے ایک دوسرے سے بڑھ کر سرگرمی دکھانا جائز اور مستحسن بھی ہے!

مال و دولت اور متاعِ دنیا طبعاً انسان کو مرغوب ہے! زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ (آل عمران: ۱۴) لوگوں کے لیے مرغوباتِ نفس، عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں، بڑی خوش آئند بنا دی گئی ہیں۔ مگر یہ سب دنیا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں۔ حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے۔"

طلبِ مال کے سلسلہ میں دین کا کردار

دین کا کام انسان کی طلب دولت میں اعتدال پیدا کرنا اور طلبِ رزق میں حلال ذرائع اختیار کرنے کی حوصلہ افزائی و رہنمائی کرنا ہے۔ ایک حدیث میں آنحضورؐ نے اسی بات کی ترغیب دی ہے: "اَلَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَجْمِلُوا فِی الطَّلَبِ (بیہقی، حاکم) اللہ سے ڈرتے رہو اور تلاشِ رزق کے لیے جائز ذرائع اختیار کرو۔ حدیث میں ان تمام ذرائع معاش کی تشریح ملتی ہے جنہیں جائز اور حلال قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح تمام ممنوع کاروبار اور ناجائز ذرائع معاش کی تفصیل بھی موجود ہے۔ قرآن و سنت سے بعض اشارات ہماری کتاب "معاشی معیارِ اخلاق" حصہ اول و دوم میں آ گئے ہیں۔

دنیوی متاع کیلئے رشک و حسرت ممنوع ہے

وَ لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ط (نساء: ۳۲) اور جو کچھ اللہ نے تم میں سے کسی کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ دیا ہے، اس کی تمنا نہ کرو۔ جو کچھ مردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ۔" وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ط (طٰہٰ: ۱۳۱) اور نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھو دنیاوی زندگی کی اس شان و شوکت کو جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے وہ تو ہم نے انہیں آزمائش میں ڈالنے کے لیے دی ہے اور تیرے رب کا دیا ہوا رزقِ حلال ہی بہتر اور پائندہ تر ہے۔"

اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا ط (کہف: ۴۶) یہ مال اور یہ اولاد محض دنیوی زندگی کی ایک ہنگامی آرائش ہے۔ اصل میں تو باقی رہ جانے والی نیکیاں ہی تیرے رب کے نزدیک نتیجے کے لحاظ سے بہتر ہیں اور انہیں سے اچھی امیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ط (حدید ۲۰) خوب جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل اور دل لگی اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے پر فخر جتانا اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے"

فاسق کی خوش حالی پر رشک نہ کرو

رزق کی فراخی اللہ کی رضامندی کی علامت نہیں ہے۔ اگر کوئی فسق و فجور، ظلم و زیادتی یا غیر اخلاقی و غیر قانونی ذرائع سے بہت سی دولت سمیٹ کر سیٹھ بن گیا ہے اور بہت بڑی جاگیر و املاک کا مالک ہو گیا ہے تو مومن کے لیے اس کی شان و شوکت قارون کے مانند ہے۔ ایسی حالت پہ رشک کرنے سے آنحضورؐ نے منع فرمایا: لَا تَغْبِطَنَّ فَاجِرًا بِنِعْمَتِهٖ فَاِنَّكَ لَا تَدْرِىْ مَا هُوَ لَاقٍ بَعْدَ مَوْتِهٖ اِنَّ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ قَاتِلًا لَا يَمُوْتُ يَعْنِى النَّار (مشکوٰۃ بحوالہ شرح السنۃ) کسی فاجر کو ناز و نعمت اور شان و شوکت میں دیکھ کر اس پر رشک نہ کرو، کیونکہ تم نہیں جانتے کہ مرنے کے بعد اسے کس چیز کا سامنا کرنا ہوگا بے شک اللہ کے ہاں اس کے لیے ایک ایسا قاتل ہے جو کبھی نہ مرے گا یعنی آگ" تم خود رزق حلال کے لیے سعی و جہد کرنے کے بعد جو حاصل کرو۔ اسی پہ شکر گزار رہو کہ یہی حالت تمہارے لیے بہتر ہے۔ مال و اسباب جس قدر زیادہ ہوگا اس کی ذمہ داریاں بھی زیادہ اور اس کا حساب بھی طویل ہوگا۔ اور طویل حساب میں گرفت کے خطرات بھی زیادہ ہوتے ہیں۔

غربت اور خوش حالی کے ذریعہ ہر ایک کی آزمائش

زندگی کا ساز و سامان اگر کسی شخص کو وافر مقدار میں میسر ہے تو یہ کوئی قابلِ فخر بات نہیں۔ کیونکہ یہ سب امتحانی پرچے ہیں اور ان کا زیادہ ہونا کسی انسان کے لیے بے فکری اور خوشی کا باعث نہیں ہو سکتا۔ اگر احساس زندہ ہو تو اس کی ذمہ داریوں سے انسان لرزہ براندام ہی ہو سکتا ہے۔ وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِىْ مَآ اٰتٰكُمْ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ط وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ (انعام: ۱۶۵) وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا، اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں زیادہ بلند درجے دیئے۔ تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے۔ اس میں تمہاری آزمائش کرے : اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل : ۲۱) مگر دیکھ لو دنیا ہی میں ہم نے ایک گروہ کو دوسرے پر کیسی فضیلت دے رکھی ہے اور آخرت میں اس کے درجے اور بھی زیادہ ہوں گے اور اس کی فضیلت اور بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر ہوگی۔

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (توبہ : ۵۵) ان کے مال و دولت اور ان کی کثرت اولاد کو دیکھ کر دھوکا نہ کھاؤ۔ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ انہیں چیزوں کے ذریعہ سے ان کو دنیا کی زندگی میں بھی مبتلائے عذاب کرے" وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ڏ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ (طٰہٰ : ۱۳۱) اور نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھو دنیوی زندگی کی اس شان و شوکت کو جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے۔ وہ تو ہم نے انہیں آزمائش میں ڈالنے کے لیے دی ہے اور تیرے رب کا دیا ہوا رزق حلال ہی بہتر اور پائندہ تر ہے، وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۭ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ (انبیاء : ۳۵) ہم اچھے اور برے حالات میں ڈال کر تم سب کی آزمائش کر رہے ہیں"۔ ایک حدیث میں بھی مال داری اور غربت کو معیارِ آزمائش قرار دیا گیا ہے : عَن علي قَالَ قَالَ رسولُ اللهِ اِنَّ اللهَ فَرَضَ على اغنياءِ المسلمين في اموالِهم بقدرِ الذي يَسعُ فقراءَهم ولن تجهد الفقراءُ اذا جاعوا وعروا الا بما يصنعُ اغنياءُهم اَلا وَاِنَّ اللهَ عزَّ وجلَّ يحاسِبهم حسابًا شديدًا اَو يعذِّبهم عذابًا اليمًا ۝ (طبرانی) حضرت علی رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مال دار مسلمانوں پر ان کے مال میں اس قدر انفاق فرض کیا ہے کہ جس سے ان کے حاجت مندوں کی کفالت ہو جائے۔ فقراء اگر بھوکے اور ننگے رہنے کی مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں تو اپنے معاشرے کے مال داروں ہی کے کرتوت کے نتیجے میں۔ خبردار خدا ان لوگوں سے سخت محاسبہ کرے گا۔ اور انہیں دردناک عذاب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

دے گا"۔ ایک اور حدیث میں اس مضمون کی مزید تائید ملتی ہے: اوحی اللہ الی موسیٰ ابن عمران..... یا موسیٰ ما ابتلیت الفقراء ان خزانتی ضاقت علیھم و ان رحمتی لم تسعھم و لکنی فرضت للفقراء فی مال الاغنیآء کیف سارعتھم فیما فرضت للفقراء فی اموالھم ذلک اتممت علیھم نعمتی واضعفت علیھم فی الدنیا للواحدۃ عشر امثالھا یا موسیٰ کن للفقرآء کنزا وللضعیف حصنا وللمستجیر غیثا اکن لک فی الشدۃ صاحبا و فی الوحدۃ انیسا و اکلاک فی لیلک و نھارک (کنز العمال ج ۳ (نمبر ۲۷۶) اللہ نے موسیٰ بن عمران کی طرف وحی فرمائی..... اے موسیٰ ؑ! میں نے غریبوں کو اس لیے مجبور نہیں کیا ہے کہ میرا خزانہ ان کے لیے تنگ ہے اور میری رحمت میں ان کے لیے گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ میں نے مال داروں کے مال میں غریبوں کے لیے اتنا فرض قرار دیا ہے کہ جو ان کے لیے کافی ہو۔ میں نے چاہا کہ مال داروں کی آزمائش کروں کہ غریبوں کے لیے ان کے مال میں میں نے جو کچھ واجب کیا ہے۔ اس کے بارے میں اس کی روش کیسی ہے؟ میں نے مال داروں پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور دنیا میں ان کے لیے چند در چند صلہ مقرر کیا۔ ایک نیکی کا صلہ دس گنا، اے موسیٰ ؑ! غریبوں کے لیے خزانہ بن کر رہو اور کمزوروں کے لیے مستحکم قلعہ اور پناہ چاہنے والوں کے لیے پناہ دینے والے، تو میں تنگ حالی میں تمہارا رفیق، تنہائی میں تمہارا دوست بن کر رہوں گا۔ اور رات دن تمہاری نگرانی و حفاظت کروں گا"۔

انسانوں کے احوال، ان کے اوصاف و خصائص اور ان کی طبائع میں اختلاف، خالق کائنات کی عظیم حکمت کا مظہر ہے۔ بعض تنگ دست، بعض خوش حال، بعض خوب صورت، بعض بدصورت، بعض ذہین و فطین، عاقل، دانشور، عالم، بعض غبی اور جاہل، بعض قوی، بعض کمزور، کوئی فلاسفر انجینئر ہے کوئی صنعت کار اور کوئی کاشت کار، کوئی معمار اور کوئی مزدور، کوئی صاحب حرفت و فن کوئی غیر ہنرمند، دماغی اور جسمانی صلاحیتوں کے لحاظ سے ہر انسان میں تفاوت موجود ہے طبائع اور مزاجوں کا اختلاف بالکل واضح ہے ہر شخص دوسرے سے مختلف صلاحیتیں اور مختلف رجحان و ذوق اور مختلف انداز فکر و عمل رکھتا ہے۔ اور ہر ایک اپنی استعداد و صلاحیت کے مطابق

www.KitaboSunnat.com

امتحانی دور سے گزر رہا ہے۔ خوش حالی میں کون اللہ کا شکر یہ ادا کرتا اور اس کے مقرر کردہ حقوق پورے کرتا ہے۔ یا انسانی برادری کے کمزور افراد کی نشوونما میں ہمدردی و تعاون کا مظاہرہ کرتا ہے اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کو اس کی رضا و خوشنودی کے لیے استعمال میں لے آتا ہے۔ اور کون اسے اپنا ذاتی کمال سمجھ کر اور محسن مطلق کے حقوق و احکام سے جان بچا کر غرور و گھمنڈ کا شکار ہوتا ہے اور کون غربت و ناداری میں سعی و تدابیر اختیار کرنے میں اپنی صلاحیتیں بروئے کار لا کر صبر و قناعت کے ساتھ خدا کے تقسیم رزق کے نظام پر مطمئن اور راضی برضا ہوتا ہے۔ قدرت کے نظام پر کسی قسم کا شکوہ نہیں کرتا۔ عسرت اور تنگی میں بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ رزق و معاش کے لیے ناجائز، حرام اور ممنوعہ ذرائع اختیار کرنے سے باز رہتا ہے یہی اس کا امتحان ہے۔

صبر و شکر مومن کا اخلاق ہے

آنحضورؐ نے فارغ البالی اور تنگی میں مومن کی سیرت واضح کی ہے: ان اصابته سرّاء شکر فکان خیرا له وان اصابته ضرّاء صبر فکان خیرا له (مسلم) اگر اسے خوش حالی میسر ہو تو وہ شکر ادا کرتا ہے۔ یہ بھی اس کے لیے بہتر ہے۔ اگر تنگی و تکلیف پیش آجائے تو صبر کر لیتا ہے یہ بھی اس کے حق میں بہتر ہوتی ہے، مومن کسی حال میں بھی شکوہ و شکایت نہیں کرتا۔ صبر و ضبط اس کا امتیازی شیوہ ہے اور یہی سیرت اسے حدود آشنا اور حق رساں بناتی ہے۔ تنگی میں حرص و لالچ کا شکار ہو کر نہ دوسروں کے حقوق مارتا ہے اور نہ ناجائز ذرائع معاش اختیار کرتا ہے۔

اگر کوئی شخص تنگ دستی اور غربت سے مجبور ہو کر معاشی خوش حالی کے لیے اسلامی نظام کی پالیسیوں پر عدم اطمینان کا اظہار کرتا ہے اور دیگر لادینی نظاموں کے معاشی خوش حالی کے پرفریب نعروں کا شکار ہو کر مادی مفاد کے لیے ہر مداری کی ڈگڈگی پر ناچنے لگتا ہے تو یہ روش اس کی امتحان میں ناکامی کی دلیل ہے۔ انہیں حالات کی بنا پر ہر انسان اپنی جسمانی قوتوں اور دماغی صلاحیتوں کے لحاظ سے کائنات سے استفادہ کے مواقع اور اللہ کی عطا کردہ امانات اور اس کی مختلف نعمتوں میں تصرف و اختیار کی بابت خدا کے سامنے جواب دہ ہے: وَاَنَّ سَعْيَهٗ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سَوْفَ يُرٰى ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى (نجم ۴۲) "اور یہ کہ اس کی (اختیاری زندگی کی پوری) سعی عنقریب دیکھی جائے گی اور اس کی پوری جزا اسے دی جائے گی۔ اور یہ کہ آخر کار پہنچنا تیرے رب ہی کے پاس ہے۔"

ایک حدیث میں دنیوی نعمتوں کی جواب دہی کے بارے میں اس طرح نقشہ کھینچا گیا ہے آنحضورؐ نے فرمایا: لَا يَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُسْئَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَا اَنْفَقَهٗ وَمَا ذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ (ترمذی) "قیامت کے دن پانچ امور کی بابت جواب دہی کے بغیر ابن آدم اپنے رب کے سامنے سے ہٹ نہ سکے گا۔ اپنی عمر کی بابت کہ اسے کس کام میں صرف کیا جوانی کی بابت کہ اسے کس فکر میں بڑھاپے تک پہنچایا۔ مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے کمایا اور کس مد میں خرچ کیا اور یہ کہ جو کچھ علم حاصل ہوا اس میں سے کتنے پر عمل کیا۔"

معاشیات میں صبر و قناعت بہت سی خرابیوں کا علاج ہے

ایک حدیث میں صبر و شکر کی راہ یہ بتائی گئی ہے: اِذَا نَظَرَ اَحَدُكُمْ اِلٰى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْهُ (بخاری مسلم) رسول اللہ ؐ نے فرمایا۔ "کہ تم میں سے جب کوئی ایسے شخص کو دیکھے جسے اللہ نے مال اور شکل و صورت کے لحاظ سے افضل بنایا ہے تو چاہیئے کہ وہ ایسے شخص پر نظر ڈالے جو اس سے کمتر حالت میں ہے۔" مومن کے اطمینان کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ تسکین و طمانیت کا باعث ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥ (نحل: ۹۷) "جو شخص بھی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور آخرت میں ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق عطا کریں گے۔" ایمان اور عمل صالح کا رویہ اختیار کرنے سے ایک پاکیزہ، صاف ستھری، مطمئن اور بے داغ سیرت کی جو ساکھ بنتی ہے اس سے دنیا میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھی اچھی شہرت، عزت اور عوامی مقبولیت حاصل ہوتی ہے اور ان کے اپنے قلب وضمیر کو بھی اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ باکردار اور باضمیر لوگوں کی دنیوی زندگی کی یہ شان ہے اور اخروی زندگی بھی اسی کردار کے ذریعہ خوش گوار اور باوقار بنتی ہے، دنیا و آخرت کی یہ غیر حسی دولت، دنیا کی اس حسی اور مادی دولت یا عارضی خوش حالی سے لاکھ درجہ بہتر ہے۔ جو گھناؤنی سیرت اور خدا اور خلق خدا کے حقوق مار کر حاصل ہوئی ہو۔ یہ دولت و مال مردِ مومن کے لیے کبھی قابلِ رشک نہیں ہو سکتے! ایمانداری اور پاک بازی کے ساتھ جو زندگی میسر ہو، مسلمان کے لیے یہی خوش نصیبی اور موجب اطمینان ہے مادی لحاظ سے اس کی حیثیت خواہ کتنی ہی کمتر کیوں نہ ہو، دل و دماغ جب اس عادت کے خوگر ہو جائیں تو پھر مال داروں کی حالت دیکھ کر دل پر رشک و حسد اور بے صبری کی کوئی خراش نہیں آتی۔"

ایمان دل میں غناء اور قناعت پیدا کرتا ہے۔ خدا کی سکھائی ہوئی سعی و تدابیر کو اختیار کرنے کے بعد ان کے نتائج پر کسی شکوہ و شکایت اور بے اطمینانی و بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ بلکہ نتائج خلافِ توقع صادر ہونے کے بعد وہ پہلے سے زیادہ سرگرمی اور ہوش مندی کے ساتھ انسان کو مصروفِ عمل بناتا ہے۔ پھر وہ پہلے سے بڑھ کر خدائے مسبب الاسباب کی طرف رجوع کرتا ہے۔ مایوس ہو کر بیٹھ نہیں جاتا۔ حبِّ مال میں الجھا ہوا دل لطائفِ ربانی کا لذت شناس نہیں ہو سکتا۔ لَیْسَ الْغِنَاءُ عَنْ کَثْرَۃِ الْمَالِ اِنَّمَا الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ (بخاری مسلم)

ارادہ و اختیار کا تقاضا ہے کہ معیشت میں فرق مراتب ہو

اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۳۰) تیرا رب جس کے لیے چاہتا ہے، رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔" وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے۔"

ایمان دلوں کو ابدی اور روحانی اقدار اور غیر فانی زندگی کی تیاری کے ساتھ ساتھ رضائے الٰہی کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ ایمانی کمزوری، انسان کو آرائش دنیا کی مختلف پگ ڈنڈیوں کی طرف ادھر ادھر بھٹکاتی رہتی ہے۔ تقسیم رزق اور معاشی تفاوت کی مصلحت و حکمت کو انسان نہیں سمجھ سکتا۔ مردِ مومن کو اللہ تعالیٰ کی مشیت و حکمت پر راضی اور مطمئن رہنا چاہیئے۔ رزق و معاش کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کا تفاوت و تفاضل کسی شخص کے نیک اور بد ہونے کا معیار نہیں ہے۔ خالق انسان خوب جانتا ہے کہ رزق کی کشادگی کس کے حق میں مفید ہے اور کس کے حق میں مُضر ہے۔ رزق کی تنگی سے وہ انسان کی تعمیرِ سیرت میں کیا کام لینا چاہتا ہے۔ کون شخص کس طرح کی آزمائش کے قابل ہے۔ کون سی معاشی حالت کس انسان کے لیے موجبِ ہلاکت ہے، کسی شخص کے لیے فراخیٔ رزق سے حکیم مُطلق عوام کے سامنے کون سی حقیقت واضح کرنا چاہتا ہے اور اس کے ذریعہ کن لوگوں کو آزمانے کا پروگرام ہے۔ علماء کے ذریعہ جاہلوں کو اور سرمایہ دار اور خوش حال لوگوں کے ذریعہ غریبوں کے صبر و اطمینان کو جانچا جاتا ہے اور غریبوں اور معذوروں کے ذریعہ خوش حال اور صحت مند و سلیم الاعضا انسانوں کا امتحان ہوتا ہے! کون ہر حال میں شاکر و مطمئن ہے۔ جو کچھ اسے میسر ہے یہ کچھ بھی نہ ہوتا تو یہ کیا کرتا! شکل و صورت میں معاشی حالات اور معیارِ زندگی میں جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں میں یہ اختلاف کسی انسان کے اپنے اختیار و پسند کی بات نہیں ہے۔ اپنی اپنی استعداد کے مطابق فرائضِ زندگی بجا لانے کے بجائے مشیتِ ایزدی کے خلاف شکوہ و شکایت سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ (انبیاء ۳۵) اور ہم بُرے اور اچھے حالات میں ڈال کر تم سب کی آزمائش کر رہے ہیں۔ مردِ مسلمان کا کام ہے اپنی استعداد اور میسر وسائل کے مُطابق اپنی معیشت استوار کرے اور قانونی و اخلاقی حدود سے کسی حال میں بھی تجاوز نہ کرے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معاش کے سلسلہ میں اسلام کی چند امتیازی خصوصیات

تمام انسانوں کی فلاح و سعادت کے لیے اسلام ایک پسندیدہ دین کی حیثیت سے جس ذات نے نازل فرمایا ہے۔ اس کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ ازل سے ابد تک کے تمام احوال کو محیط جاننے والا، تمام انسانی طبقات اور ہر حیثیت کے لوگوں کے مفادات کا یکساں نگہبان ہے۔ وہ ہر زمانے میں پیش آنے والے انسانی معاملات و مسائل سے ذاتی طور پر کلی واقف ہے۔ اس کے تخلیقی اور نفسیاتی رجحانات سے بھی وہ باخبر ہے۔ وہ انسانی زندگی کے تمام مراحل کی مشکلات کو بھی جانتا ہے۔ وہ خود انسانی کمزوریوں اور نفسانی خواہشات سے بھی پاک و منزّہ ہے۔ کہ کسی خاص فرد یا کسی نسل و قوم کی جانب داری و رعایت کا الزام اس پر لگایا جا سکے۔ بے لاگ اور غیر جانب دار نظام کسی ایسی ہی ذات کامل کا ہو سکتا ہے اس لیے یہ نظام تمام انسانوں اور ہر طبقہ کے مفادات و ضروریات کا یکساں کفیل ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی منصفانہ نظام ہو نہیں سکتا۔ یہ ہر لحاظ سے کامل بھی ہے اور نوعِ انسانی کے جملہ حقوق کا ضامن بھی؟

دنیوی نظاموں میں طبقاتی، نسلی، وطنی اور لسانی و ملکی مفادات کی کچھ نہ کچھ رعایت ضرور ہوتی ہے۔ سرمایہ دار مزدور کی رعایت نہیں کرتا۔ مزدور، سرمایہ دار کے مفادات سے انصاف نہیں کرتا۔ جمہوریت میں اقلیت کی رائے یا ان کے مفادات ناقابلِ لحاظ ہوتے ہیں۔ آمریت میں فردِ واحد کا حکم چلتا ہے اور عوامی حقوق کی پرواہ نہیں کرتا۔ اسی طرح ایک ملک یا ایک قوم کے لوگ دوسروں کے مفادات کے محافظ نہیں ہوتے۔ برسرِ اقتدار طبقہ محکوموں سے انصاف نہیں کرتا۔ اور زبردست زیر دستوں کے حقوق کے محافظ و خیر خواہ نہیں ہوتے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خود غرضی اور نفس پرستی ہر انسان کی طبیعت میں رچی بسی ہوتی ہے۔ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ (نساء : ۱۲۸) نفس تنگ دلی کی طرف جلدی مائل ہو جاتے ہیں۔" ؎

عقل خود بین غافل از بہبود غیر — سود خود بیند نہ بیند سود غیر

وحی حق بینندۂ سود ہمہ — در نگاہش سود و بہبود ہمہ (اقبال)

خدا کے نزدیک اس کی پوری مخلوق اس کا کنبہ ہے اور ہر ایک کی بہبود و خیر خواہی اس کے پیش نظر ہے۔ اسلامی نظام معاش میں مزدور کے مفاد کی نگہداشت کرنا، سرمایہ دار کا دین قرار دیا گیا ہے۔ کاشت کار کے حقوق کی ادائیگی کو زمیندار کا مذہب اور مال دار کی جائز ضرورتوں کو پورا کرنا مزدور کے لیے عبادت ٹھہرایا گیا۔ زمیندار کے حقوق کی ادائیگی کاشتکار اور مزارع کے لیے نیکی بنا دی گئی۔

سرمایہ داروں کو اپنے مال میں غریبوں کا حق تسلیم کرنا پڑا۔ حاکم محکوم کاشت کار، زمیندار، مزدور اور کارخانہ دار، غرضیکہ کسی طبقہ کے مفادات آپس میں ٹکراتے نہیں۔ بلکہ ایک دوسرے کے معاون و خیر خواہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ خالق کائنات نے ہر ایک کے حقوق، انصاف کے ترازو میں تول کر بتا دیے ہیں۔ اس کے بعد کسی فرد یا طبقہ کے ساتھ کسی ادنیٰ بے انصافی کا احتمال پیدا نہیں ہو سکتا۔ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (التغابن) "جو اپنے دل کی تنگی سے محفوظ رہ گئے بس وہی فلاح پانے والے ہیں۔" اسلام کے معاشی نظام کی بنیاد چونکہ عدل و اعتدال پر مبنی ہے اس کی بنیادیں فطری حقائق پر قائم ہیں۔ افراط و تفریط سے پاک جامع متوازن اور کامل عادلانہ نظام ہے۔ اور جس نظام کی بنیاد عدل و انصاف پر قائم ہو اس میں فرد اور جماعت کے حقوق و فرائض بالکل واضح محفوظ، متعین اور سہل الحصول ہوتے ہیں اس میں فرد کی انفرادی ضروریات کا لحاظ بھی ہے اور معاشرے کے اجتماعی تقاضے بھی منصفانہ اصولوں کے مطابق ملحوظ رکھے گئے ہیں۔ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ (شوریٰ : ۱۵) "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔" عدل کا تصور دینے والے کا یہ حکم ہے : اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى (نحل : ۹۰) "اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔" تمام حق داروں کے حقوق، حسن اخلاق، کمال فیاضی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور کمال احسان کے ساتھ ادا کرنا معاشرتی زندگی میں ایسا توازن پیدا کرتا ہے کہ پھر کسی معاشی اور سیاسی ناہمواری کا ناسور سر نہیں اٹھاتا۔

اسلام توحیدِ الٰہی کے ساتھ وحدتِ انسانیت، دین و دنیا کی یک جائی، معاش و معاد کے ارتباط اور دنیا و آخرت کے باہمی ربط و تسلسل کا علمبردار ہے۔ خدا کا یہ جامع نظام مسجد یا بازار، خدا پرستی اور دنیا داری کی دُوئی کا قائل نہیں ہے۔ خدا کا دین انسانی زندگی کو ایک کُل کی حیثیت سے پیش کرتا ہے جس میں انسان کے تمام انفرادی و اجتماعی، دینی و دنیوی قومی و طبقاتی، نجی و عائلی، تجارتی و زراعتی، صنعتی و معاشی اقتصادی و سیاسی، معاشرتی و عمرانی معاملات کا انتہائی منصفانہ اور قابلِ عمل حل پیش کیا گیا ہے۔ اسلام محض عبادات کا نام نہیں بلکہ ایک ایسا ضابطۂ حیات ہے، جو فرد اور معاشرے کے ہر پہلو کے ارتقاء و تکمیل کے لیے خیر خواہی کے ساتھ کوشاں ہے۔ اسلام کا مقصد ایک ایسے معاشرے کا قیام ہے۔ جس میں انسان کی زندگی کے تمام شعبوں میں توازن قائم کیا جائے اور اسے ایک پُرسکون، پُرامن اور باوقار زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھایا جائے۔ اس کے مزاج عبادت میں فطری تقاضوں کی تکمیل کے لیے اخلاص و للّٰہیت کی روح پھونکی گئی ہے۔ اور اسلامی ریاست کو ایک فلاحی مملکت قرار دیا گیا ہے۔ جو لوگوں کی کفالت عامہ کی ضامن ہے۔ اس کی ذمہ داری ہے کہ ہر شخص کی بنیادی ضروریات غذا، لباس، رہائش، علاج، تعلیم اور روزگار کا انتظام کرے۔ اسلام کے معاشی نظام کا مقصود حیاتِ انسانی کو اس نہج پر استوار کرنا ہے کہ مسلمان انفرادی و اجتماعی دونوں حیثیتوں سے دنیوی فلاح و اُخروی کامیابی حاصل کر سکے۔ یہ نتائج اس وقت برآمد ہو سکتے ہیں۔ جبکہ دین اور سیاست ہم آہنگ ہوں، اور حکومت، دین کا لازمی حصہ ہو اور معاشرے میں ایثار، قربانی امداد باہمی، ہمدردی و خیر خواہی کی روح کارفرما ہو، دین کی رہنمائی سے محروم سیاست عوام کے لیے عذابِ الٰہی سے کم نہیں۔ جب تک اسلام اور اقتدار آپس میں متحد و ہم قدم رہے۔ فرائض و حقوق کی جنگ اور حقوق طلبی کا ہنگامہ کبھی برپا نہیں ہوا۔ آنحضورؐ کی قیادت میں ہر شخص اپنے فرائض کو پہچانتا تھا، ادا کرتا تھا۔ سب کے حقوق خود بخود ادا ہوتے تھے۔ ہر شخص اپنا فرض ادا کرتا اور حق ادائیگی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے معاملے میں فیاضی و ایثار سے کام لیتا تھا۔ مزدور و سرمایہ دار دو الگ الگ قومیں نہ بنی تھیں۔ نامعقول اور ناقابلِ عمل مساوات کا تصور پیدا نہیں ہوا تھا۔ اسلامی ریاست میں کسی طبقے کو اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے غوغا آرائی یا محاذ آرائی نہیں کرنی پڑتی تھی۔ بلکہ سربراہِ ریاست رعایا کے حقوق ادا کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ خلفائے راشدین کا دور اس حقیقت کی تصدیق کرتا ہے۔ چند ایک مثالیں آگے چل کر بیان کی جائیں گی۔

اسلامی نظام کی دوسری خوبی یہ ہے کہ یہ آج سے چودہ سو قبل غربا و مساکین کے حقوق تسلیم کرتا ہے اور ان کے حصول کے لیے ترغیب و ترہیب یا اخلاقی اپیل کے ساتھ ساتھ قانونی طاقت بھی استعمال کرتا ہے جس کی بنا پر غربت و ناداری کوئی مسئلہ نہیں بنتی۔

اس کی تیسری خوبی یہ ہے کہ اس کے قوانین و احکام غیر متبدل اور حرفِ آخر ہیں۔ کسی شخص کو ان میں ترمیم و اضافہ کا اختیار حاصل نہیں ہے اس لیے اسلامی نظام کی افادیت کسی خاص دور سے مخصوص نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت دائمی ہے۔ اگر اُمتِ مسلمہ اپنی اجتماعی طاقت سے کامل اسلامی نظام دنیا میں نافذ کرنے کا تہیہ کر لے اور زندگی کے تمام شعبوں میں اسلام کا نظامِ عدل و انصاف قائم کر کے دکھا دے تو آج بھی اس کے وہی نتائج نکل سکتے ہیں جو خیر القرون میں حاصل ہوئے تھے۔

اس کی چوتھی خوبی یہ ہے کہ اس کا نفاذ ان قابلِ اعتماد اور دیانت دار ہاتھوں کے ذریعے ہوتا ہے۔ جنہیں کسی بڑی سے بڑی لالچ سے نہ توڑا جا سکتا ہے اور نہ کسی بڑی سے بڑی طاقت سے توڑا جا سکتا ہے۔ اسے نافذ کرنے والے سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر خود اس کے اطاعت شعار، مخلص اور وفادار ہوتے ہیں۔ خود بھی اس پر صدق دلی کے ساتھ عمل کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی عمل کراتے ہیں۔ ان کے ضمیر ناقابلِ خرید اور ان کی وفاداریاں ناقابلِ فروخت ہوتی ہیں۔ نیکی میں سب سے پیش پیش اور برائیوں سے سب سے زیادہ اپنا دامن زندگی بچا کر چلتے ہیں۔ قانون پر عمل کرانے والے نہ خود قانون کا احترام کریں نہ اس پر عمل کریں یا سب سے بڑھ کر وہ خود ہی اس کا مذاق اڑانے والے ہوں تو ظاہر بات ہے کہ ایسے لوگ دوسروں سے کبھی قانون پر عمل درآمد نہیں کرا سکتے۔ خائن، بددیانت، چور، مجرم شعار اور بدکردار قسم کے لوگ ایسے نظام کو کس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

برداشت کرسکتے ہیں، جو ان کے مجرمانہ کاروبار کو الٹ دینا چاہتا ہو۔ انصاف اور نیکی کا جھنڈا ہمیشہ انہیں لوگوں کے ذریعہ بلند ہوا جو خود حق و انصاف کے شیدائی، صدق و دیانت کے پیکر اور خدا و رسول کے انتہائی وفادار ہوں۔

اسلامی قوانین کا نفاذ اور ان پر ٹھیک عملدر آمد انہیں لوگوں کے ذریعہ ہوسکے گا جو اسلامی نظام کے حق میں مخلص اور باکردار ہوں گے۔ پاکیزہ اخلاق، باکردار، با اصول اور قابلِ اعتماد افراد، صرف توحید و ایمان کی فضا میں تیار ہوتے ہیں۔ کسی حکومت کے پیشِ نظر خلوصِ دل کے ساتھ اگر دین اسلام کی حکمرانی ہو تو وہ اس مقصد کے لیے تعلیم و تربیت اور دیگر حکومتی وسائل کام میں لاکر قلیل عرصہ میں مطلوبہ معیار کے افراد تیار کرسکتی ہے۔ اسلام کی پانچویں خوبی یہ ہے کہ وہ معاشرے میں امن و اتحاد کی خوش گوار فضا پیدا کرنے کے لیے فیاضی اور دریا دلی کی ترغیب سے کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ محض قانونی حق کے ذریعہ اجتماعی زندگی میں خوش گواری پیدا نہیں ہوسکتی۔ باہم فیاضانہ برتاؤ سے دلوں کی دنیا مسخر ہوتی ہے جس سے افراد معاشرہ کو باہمی اعتماد اور اجتماعی رفاقت و محبت میسر آتی ہے۔ قرآن کی اخلاقی تعلیم زندگی کے ہر قدم پر انسانی تعلقات کو خوش گوار اور پائیدار بنانے کے لیے احسان و مروت کی قندیلیں روشن کرتی نظر آتی ہے۔ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ (بقرہ: ۲۳۷) آپس کے معاملات میں فیاضی کو نہ بھولو" یہ ترغیب، زندگی کے خاندانی معاشرتی معاملاتی سیاسی اور تمام معاشی معاملات پر حاوی ہے۔ یہ فراخ دلی اور فیاضی خواہ اپنی ضروریات کی تکمیل میں ہو یا اہل و عیال کی تربیت و پرورش میں یا عزیزوں اور رشتہ داروں کی صلہ رحمی و خبرگیری میں محتاجوں کی اعانت و دستگیری یا رفاہِ عامہ کے کاموں میں یا اشاعتِ دین اور جہاد کے مقاصد میں اگر وہ قانونِ الٰہی کے مطابق اور خالص خدا کی رضا کے لیے ہو تو اس حسنِ سلوک اور انفاق کو فی سبیل اللہ شمار کیا جائیگا! اسلام کی ان اخلاقی قدروں کو جب بھی اور جس قدر بھی اجاگر ہونے کا موقع ملے گا میدانِ عمل میں تمام انسانی نظاموں کو ذلت آمیز شکست سے دوچار ہونا پڑے گا" اور ایثار و احسان کے عام ہوجانے سے معاشی پریشانی کا دف بھی مر جائے گا"۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غربت دُور کرنے کے اسلامی وسائل

اسلام غربت کے خلاف ایجابی اور سلبی ہر لحاظ سے جہاد کرتا ہے تاکہ یہ صورتِ حال کسی شخص کے عقیدہ و اخلاق اس کی عائلی اور اجتماعی زندگی پر اثر انداز ہو کر خطرناک صورت اختیار نہ کرے۔ ایک حدیث میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے: کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا (مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی) فقر و افلاس اور تنگ دستی و غربت میں بے صبری انسان کو کسی لادینی نظام میں دھکیل سکتی ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ معاشی جدوجہد میں سب لوگ آزاد ہوں اور ایک دوسرے کے معاون و خیرخواہ بھی۔ معاشرے کے ہر فرد کو اس کے مناسبِ حال وہ معیارِ زندگی حاصل ہو سکے جو اللہ کے فرائض ادا کرنے اور زندگی قائم رکھنے کی دیگر ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے مفید و معاون ہو۔

فرد کو کسبِ معاش کے لیے آزادانہ ذرائع معاش میسر ہونے چاہئیں۔ اور اس کا روحانی فائدہ یہ ہے کہ انسان اپنی قوتِ بازو سے اپنی ضروریات پوری کر کے ساری دنیا کی غلامی سے آزاد رہ سکتا ہے۔ اور اپنے ضمیر کو دوسروں کی مرضی کے تابع بنانے، بے آبروئی اور کسی کی ذہنی غلامی سے بچ سکتا ہے۔ ایک صالح انسان کے قبضہ میں ذرائع پیدائش ہوں تو وہ دوسروں کے لیے باعثِ رحمت بن سکتے ہیں۔ لطف و کرم، خدمت و ایثار، تعاون و دست گیری اور اخلاق حسنہ کے اظہار کے لیے ایسی ذاتی ملکیت اور ذاتی وسائل و ذرائع بڑے کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کی حاکمیت تسلیم کرتے ہوں۔ موجودہ دور میں انفرادی ملکیت ظلم و استحصال کا سبب اس لیے بن گئی ہے کہ آج انسان اخلاقِ حسنہ سے محروم اور اسلامی تعلیمات سے بہت دور ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انسان کی بنیادی ضروریات

جو ہر حال میں پوری ہونی چاہئیں۔ غذا، رہائش، گرمی سردی کا لباس، فنی ضروریات، ہتھیار، اوزار، کتابیں وغیرہ۔ شادی کا حاجت مند ہو تو اس کا انتظام، کیونکہ تکمیلِ ایمان اور معیارِ عفت و عصمت کو برقرار رکھنے کے لیے انسان کی یہ بھی اہم ضرورت ہے اور اسلامی نظام فرد کی ان تمام ضروریات پر پوری نگہ رکھتا ہے اور ایجابی طور پر اس کا پہلا حل یہ پیش کرتا ہے۔

غربت دُور کرنے کا پہلا حل

اولاً۔ اسلام ہر فرد سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ کسبِ معاش کے لیے کوئی نہ کوئی جدوجہد ضرور کرے محنت و مشقت سے جی نہ چُرائے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ نہ جائے۔ اس کے لیے یہ حکم ہے کہ زمین پر چل پھر کر اللہ کا رزق حاصل کرے، گھر بیٹھے اسے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ (ملک: ۱۵) وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو نرم کیا تو اس کی راہوں میں چلو پھرو اور خدا کا دیا ہوا رزق کھاؤ۔"

دوسری مخلوق پر انسان کو اللہ تعالیٰ نے جو فضیلت و کرامت بخشی ہے اس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ یہ زندگی کا سامان باوقار طریقہ سے حاصل کرے۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا (بنی اسرائیل: ۷۰) ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی و تری میں سواریاں عطا کیں اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات و انعامات شمار کیے ہیں۔ یہ اسی بناء پر ہیں کہ یہ اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر استفادہ کے مواقع خود تلاش کرے خشکی و تری اس مقصد کے لیے چھان مارے، زندگی، صحت، قوت، تندرستی اور ذہنی صلاحیتیں اسی لیے دی گئیں کہ انہیں کام میں لایا جائے۔

اور اسلام میں اس کے لیے سعی و محنت کو فرض قرار دیا گیا ہے: طَلَبُ كَسْبِ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اَلْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ (بیہقی) روزی حاصل کرنے کے لیے حلال اور جائز ذرائع اختیار کرنا بھی دوسرے فرائض کے بعد ایک فرض ہے۔"

..... اِنَّ اَطْيَبَ مَا اَكَلْتُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) رسول اللہ نے فرمایا۔ جو چیز تم کھاتے ہو اس میں سب سے بہتر وہ ہے جو تم اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاؤ۔" مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ وَاِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوٗدَ كَانَ يَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ (بخاری) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا کسی شخص نے کبھی نہیں کھایا اور اللہ تعالیٰ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے۔" اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ (ترمذی دارقطنی ابن ماجہ) رسول اللہ نے فرمایا: سچائی کے ساتھ کاروبار کرنے والا امانت دار تاجر، قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔"

قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْكَسْبِ اَطْيَبُ قَالَ عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهٖ وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُوْرٍ (مسند احمد) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا اے اللہ کے رسول! سب سے زیادہ اچھی کمائی کون سی ہے۔ آپ نے فرمایا: آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور وہ تجارتی کاروبار جس میں جھوٹ اور بے ایمانی سے کام نہ لیا گیا ہو، یعنی صاف ستھری تجارت ـــــ سعی و عمل غربت سے نمٹنے کا پہلا ہتھیار ہے۔ یہ حصولِ مال کا ذریعہ بھی ہے اور زمین کا بنیادی عنصر بھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی خلافت کا شرف بخشا ہے۔ اسے زمین آباد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت صالح ؑ اپنی قوم سے فرماتے ہیں:۔

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا (ہود: ۶۱) اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے۔ وہی ہے جس نے تم کو زمین سے پیدا کیا ہے اور یہاں تم کو بسایا ہے۔"

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں اس بات پر کوئی پابندی نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنی سعی و کوشش اور حلال

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ذرائع سے کمائی ہوئی دولت سے منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد خرید سکے اور اپنے معیارِ زندگی کو بلند کر سکے یا اس سے بیماری، بڑھاپے یا کسی ہنگامی حالت میں فائدہ اٹھانے کے لیے کوئی منصوبہ بنائے جس سے اس کی اولاد اور ورثاء بھی فائدہ اٹھا سکیں، اگر کسی کے پاس اپنی ذاتی کوئی چیز ہی نہ ہو تو وہ جہاد کس سے کرے گا۔ تعلق داروں کے حقوق کا عمل کس سے پورا ہو گا؟ اور اس کی آزمائش کس چیز سے کی جائے گی۔ انفاق فی سبیل اللہ کا سارا نظام ہی معطل ہو کر رہ جائے گا۔

بے عملی کیلئے توکل کا غلط مفہوم

کچھ لوگ اپنی سہل پسندی و بے عملی کے لیے توکل کا سہارا لیتے ہیں اور جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اس کا اصل مفہوم کچھ اور ہے۔ یقول لو انکم تتوکلون علی اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصا وتروح بطانا (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی ابن ماجہ) رسول اللہ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ تم لوگ اگر اللہ پر صحیح توکل کرو تو وہ تمہیں روزی دے گا۔ جیسا کہ وہ پرندوں کو روزی دیتا ہے۔ جبکہ علی الصبح وہ روزی کی تلاش میں گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو واپس آتے ہیں تو ان کے پیٹ بھرے ہوتے ہیں۔"

تغدو کا مادہ غدو ہے۔ یعنی صبح کے وقت رزق کی تلاش میں نکلنا۔ حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پرندے اپنے گھونسلے میں بیٹھے رہتے ہیں اور وہاں انہیں رزق پہنچتا ہے بلکہ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ پرندے جس طرح رزق کی تلاش میں صبح اپنے گھونسلوں سے نکلتے ہیں اور پیٹ بھر کر شام کو واپس آتے ہیں۔ اسی طرح تم بھی گھروں سے نکلو، تلاش کرو اللہ نے تمہارے لیے بھی تمہارا رزق زمین میں بکھیر دیا ہے۔"

ایک دفعہ امام احمدؒ سے پوچھا گیا۔ کہ آپ کی اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے جو اپنے گھر یا مسجد میں بیٹھ کر کہتا ہے کہ میں کوئی کام نہیں کروں گا حتیٰ کہ مجھے اللہ رزق پہنچائے گا۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا۔ یہ شخص صفات الٰہی سے کتنا جاہل ہے۔ کیا اس نے آنحضورؐ کا یہ فرمان نہیں سنا۔ وَجُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي۔ میرا رزق میرے نیزے کے سائے میں رکھا گیا ہے اور کیا اسے آنحضرتؐ کا یہ ارشاد معلوم نہیں کہ پرندے صبح کے وقت تلاشِ رزق میں خالی پیٹ نکلتے ہیں۔ شام کو پیٹ بھرے واپس لوٹتے ہیں۔ رسولِ خداؐ کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرام بحر و بر میں تجارت کرتے تھے۔ نخلستانوں اور زمینوں میں محنت کرتے تھے۔ امام احمد مذکورہ حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے نہ ترکِ کسب، یا ترکِ اسباب پر استدلال سراسر غلط ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں پرندوں کا صبح کو گھونسلوں سے نکل کر سفر اختیار کرنے اور شام کو واپس آنے کے ذکر سے اسباب اختیار کرنے کا واضح اشارہ ملتا ہے (تحفۃ الاحوذی ج ۳ ص ۲۶۸)

توکل کا صحیح مفہوم

کسی کام کی تکمیل کے لیے قدرت نے جو ضروری تدابیر اور جو لازمی اسباب پیدا کیے ہیں۔ انہیں اختیار کرنے کے بعد خدا کی کارسازی پر اعتماد و بھروسہ اور اس کام کے مفید اور نتیجہ خیز ہونے کی اسی ذات سے توقع رکھنا توکل ہے۔ اس کی پیدا کردہ تدابیر کو اختیار کیے بغیر اس سے امیدیں باندھنا حماقت کے سوا کچھ نہیں؛ جبکہ اس کے پیدا کردہ اسباب سے بے نیاز ہو کر کوئی شخص ایک لقمہ منہ تک نہیں لے جا سکتا۔

ایک حدیث میں اختیارِ اسباب کو توکل کا ضروری حصّہ قرار دیا گیا ہے۔ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ أَعْقِلُھَا وَ أَتَوَکَّلُ أَوْ أُطْلِقُھَا وَ أَتَوَکَّلُ، قَالَ اعْقِلْھَا وَتَوَکَّلْ (ترمذی) ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! میں اپنی اونٹنی کو باندھوں اور اللہ پر توکل کروں یا اسے کھلا چھوڑ دوں اور توکل کروں۔ آپ نے فرمایا پہلے تم اسے باندھو پھر توکل کرو۔"

اس سے مراد یہ ہے کہ نظر محض اسباب و تدابیر پر نہ ہونی چاہیئے۔ بلکہ خیر و بھلائی کی امید اور کسی کام کے مفید مطلب ثابت ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اس کی امداد ضروری ہے اور ترکِ اسباب، خالقِ اسباب کا حکم نہیں ہے۔ توکل کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ مافوق الاسباب کاموں میں بھی اسی پر ایمان و اعتماد ہو اور ماتحت الاسباب کی فعالیت اور نتیجہ خیزی کے بارے میں بھی اس پر توکل و اعتماد کیا جائے۔ مرکزِ امید اسباب نہیں بلکہ مسبب الاسباب ہونا چاہیئے۔

اس دنیا کا قانون یہ ہے کہ سعی و محنت سے سامانِ زندگی حاصل ہوگا۔ ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِھَا وَ کُلُوْا مِنْ رِّزْقِہٖ (ملک: ۱۵) وہی تو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو تابع کر رکھا ہے، چلو اس کی چھاتی پر اور کھاؤ خدا کا رزق۔" اس زمین میں قیامت تک آنے والوں کا بے حد و حساب رزق پوشیدہ ہے! اس میں یہ رزق کے پوشیدہ خزانوں کا سراغ سعی و محنت کے ہاتھوں سے مل سکے گا، زمین میں ہل نہ چلاؤ بیج نہ ڈالو، تو اناج کا ایک دانہ تم حاصل نہیں کر سکتے۔ زمین کا سینہ چیر کر ہی تم اس کی تہہ سے پانی تیل، گیس اور دیگر مفید مائعات حاصل کر پاتے ہو۔ اپنے ہاتھوں اور دل و دماغ کی صلاحیتوں کو کام میں لا کر ہی اس کے پیٹ سے جملہ معدنیات وغیرہ حاصل کر سکتے ہو۔ تلاش میں کوتاہی نہ کرو تو رزق و معاش کے خزانوں سے خدا کی زمین بھرپور ہے۔ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ط (جمعہ: ۱۰) پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ۔ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔" یعنی فرائض عبادت سرانجام دینے کے بعد زندگی کو قائم رکھنے کے لیے سامانِ زیست کی تلاش میں مصروف ہو جاؤ۔ ظاہر بات ہے کہ اگر جسمانی ضروریات پوری نہ ہوں تو فرائض و عبادات کو خوش اسلوبی سے بجا لانا ناممکن ہو جاتا ہے۔ ایک فرض کو بجا لانے کے لیے دوسرا فرض بھی پورا کرنا ہوگا۔ اور وہ ہے رزق و معاش کے لیے سعی محنت اور تلاش و طلب، یہی اللہ کا وہ فضل ہے جس کے حصول کے بعد انسان باوقار اور مطمئن طور پر فرائض بندگی بجا لا سکتا ہے۔ اور اس کے لیے ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر انسان دوسروں کا دست نگر اور ذلیل و محتاج بن کر قابلِ مذمت بے آبرو اور بے کار زندگی کا نمونہ بنتا ہے۔

حضرت عمرؓ کا اعلان کس انداز سے اس حقیقت کو واضح کرتا ہے؟ مَا مِنْ حَالٍ يَأْتِيْنِيْ عَلَيْهِ الْمَوْتُ بَعْدَ الْجِهَادِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ يَّأْتِيَنِيْ وَاَنَا بَيْنَ شِعْبَتَيْ جَبَلٍ اَلْتَمِسُ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَقَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ: وَآخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ط (بیہقی) جہاد فی سبیل اللہ کے بعد اگر کسی حالت میں جان دینا مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے تو وہ یہ حالت ہے، کہ میں اللہ کا فضل تلاش کرتے ہوئے کسی پہاڑی درے سے گزر رہا ہوں اور وہاں مجھ کو موت آ جائے۔" پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی۔ کچھ دوسرے لوگ اللہ کے فضل کی تلاش میں سفر کرتے ہیں۔" تلاش رزق کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: لَا يَقْعُدْ اَحَدُكُمْ عَنْ طَلَبِ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الرزق (احیاء العلوم امام غزالی ج ۲) رزق و معاش کی تلاش میں کوئی شخص بھی پست ہمت ہو کر بیٹھ نہ جائے۔"

تلاشِ رزق کے لیے سفر کی فضیلت

اسلام میں جائز طریقوں سے روزی کمانے کو اللہ کا فضل قرار دیا گیا ہے اور جس کے لیے سفر کی ترغیب دی گئی ہے۔ ایک جگہ کوئی روزگار نہ ملے تو دوسرے ملک اور دوسرے علاقہ کا سفر اختیار کرو۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے: سافروا تستغنوا (طبرانی) سفر کرو مال دار ہو جاؤ گے۔"

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً (نساء: ۱۰۰) جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں پناہ لینے کے لیے وسیع جگہ اور بسر اوقات کے لیے بڑی گنجائش پائے گا۔ رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ (بنی اسرائیل: ۶۶) تمہارا رب تو وہ ہے جو سمندر میں تمہاری کشتی چلاتا ہے تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔ آج کے سائنسی دور میں سمندر سے انسان کی معاشی تمدنی اور اقتصادی ضروریات کا جو خزانہ نکل رہا ہے وہ سمندر میں تلاش و جستجو کے سفر کا نتیجہ ہے۔

معاش کے سلسلہ میں علماء کیلئے حضرت عمرؓ کی نصیحت

علماء کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: لَا تَكُوْنُوْا عِيَالًا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ۔ (الفاروق بحوالہ سیرت عمر لابن جوزی) مسلمانوں پر بار بن کر نہ رہو۔" ایک حدیث میں آنحضورؐ کا ارشاد ہے: خَيْرُكُمْ مَنْ لَمْ يَدَعْ آخِرَتَهٗ لِدُنْيَاهُ وَلَا دُنْيَاهُ لِآخِرَتِهٖ وَلَمْ يَكُنْ كَلًّا عَلَى النَّاسِ (دیلمی) تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو نہ دنیا کے لیے آخرت کے اسباب میں کوتاہی کرے اور نہ آخرت کے انہماک میں معاشی اسباب کو ترک کر دے اور لوگوں پر اپاہج اور بے عمل بن کر بار نہ بنے۔"

نکھٹوپن کسی لحاظ سے بھی قابلِ برداشت نہیں ہے۔

اگر معاشرے کا ہر فرد اس خودداری اور عزتِ نفس کا خوگر ہو جائے جسے اسلام اسلامی سیرت کا جزوِ عظیم بنانا چاہتا ہے تو غربت و افلاس کا بہت جلد خاتمہ ہو سکتا ہے، کوئی طبقہ کسی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پر بار بننے کی کوشش نہ کرے اور حتی الامکان سعی و محنت سے جی نہ چرائے تو اسلام کے چہرہ سے گداگری کا داغ مٹ سکتا ہے۔ اس کے بعد صرف وہی لوگ رہ جائیں گے جو پیدائشی طور پر معذور اور کمانے کے قابل نہ رہے ہوں، ایسے لوگوں کو اسلامی بیت المال معقول سہارا دے کر زندگی قائم رکھنے میں پوری مدد دے سکتا ہے۔

کاہلی و مفت خوری اسلام میں سخت ناپسند ہے

محدث ابن جوزی نے سیرت العمر میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ کوئی سائل حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ انہوں نے دیکھا۔ اس کی جھولی آٹے سے بھری ہے۔ آپ نے چھین کر اونٹوں کے آگے ڈال دی۔ پھر کہا۔ اب جو مانگتا ہے مانگ علامہ ماوردی نے احکام السلطانیہ میں لکھا ہے محتسب کا فرض ہے۔ ایسے پیشہ ور گداگروں کو تنبیہ و تادیب کرے یا مناسب سزا دے۔ جو کمانے کے لائق ہوں، لیکن اس کے باوجود صدقہ و خیرات لیتے پھریں۔ یہ استدلال انہوں نے حضرت عمرؓ کے مذکورہ فعل سے کیا ہے "قد فعل عمر مثل ذلك بقوم من اهل الصدقة"

حضرت عمرؓ کا معیارِ معاش اسلام کی صحیح ترجمانی کرتا ہے: انی لاری الرجل فیعجبنی فاقول الہ حرفة فان قالوا لا سقط من عینی (الفاروق) حضرت عمر کسی کو بظاہر خوش حال دیکھتے تو دریافت فرماتے۔ کہ یہ کوئی پیشہ کرتا ہے جب لوگ کہتے کچھ نہیں تو فرماتے یہ شخص میری نظروں سے گر گیا ہے۔" ان کا یہ مشہور مقولہ ہے:

مکسبة فیها دناءة خیر من مسئلة الناس (فاروق) حقیر پیشہ بھی لوگوں سے سوال کرنے کی بہ نسبت بہتر ہے۔" کسب معاش سے غافل ہو کر نماز روزہ کی اہمیت بھی گر جاتی ہے۔ کیونکہ بے کار اور بے عمل آدمی عزتِ نفس اور خودداری سے محروم ہو جاتا ہے اور اسی بنا پر وہ معزز معاشرے کی نظروں سے بھی گر جاتا ہے۔ مدح رجل عند النبی بکثرة الصلوة و الصوم فقال من کان یمونه قالوا کلنا قال کلکم اعبد منه (ترغیب ج ۲ ص ۵۲۵) آنحضورؐ کی مجلس میں ایک شخص کے نماز روزے کی تعریف کی گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ اس کی خورد و نوش کی ضروریات کون پوری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس کی معاشی ضروریات ہم پوری کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تم سب اس سے بڑھ کر عبادت گزار ہو۔" اسی بنا پر علمائے اسلام نے فرمایا: کہ ایسے تارکِ دنیا عبادت گزار کو زکوٰۃ نہیں دینی چاہیئے۔ کیونکہ رزقِ حلال کی تلاش نفلی عبادات سے افضل ہے۔ عوف بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ان اللہ یلوم علی العجز ولکن علیك بالکیس فاذا غلبك امر فقل حسبی اللہ ونعم الوکیل (ابو داؤد) اللہ تعالیٰ ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ جانے کو ناپسند کرتا ہے بلکہ تمہیں چاہیئے کہ تمام ذرائع معاش اختیار کرو۔ پھر بھی عاجز ہو جاؤ تو اس وقت کہو: "حسبی اللہ ونعم الوکیل ط"

صدقات وخیرات پر پلنے والے ناپسندیدہ لوگ ہیں

جو لوگ تلاشِ معاش کے لیے نہ کوئی سرگرمی دکھاتے ہوں اور نہ اس کے لیے سفر کرتے ہوں صحت مند وسلیم الاعضاء بھی ہوں اور اپنے لیے سوال کو مباح سمجھتے ہوں۔ ان کے لیے زکوٰۃ میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے:۔

ولا حظ فیھا لغنی ولا لقوی مکتسب (ابو داؤد ونسائی) کسی غنی، ہٹے کٹے اور کمانے کے قابل شخص کے لیے زکوٰۃ میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ قال رسول اللہ ان المسئلۃ لا تحل لغنی ولا لذی مرۃ سوی (ترمذی) آنحضورؐ نے فرمایا غنی اور سلیم الاعضاء شخص کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔"

ایک اور حدیث میں مانگنے والوں کی مذمت کے لیے نفسیاتی طور پر یہ اندازِ بیان اختیار کیا گیا۔ الید العلیا خیر من الید السفلیٰ والید العلیا ھی المنفقۃ والسفلیٰ ھی السائلۃ (بخاری ومسلم) اوپر کا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے اور اوپر کا ہاتھ تو خرچ کرنے والا ہے اور نچلا ہاتھ سائل کا ہے۔"

ایک حدیث میں گداگری اور سوال کا پیشہ اختیار کرنے والوں کو متنبہ کیا گیا۔ کہ ایسی روزی فقر وغربت کو ہمیشہ کے لیے مسلط کرنے کا باعث ہے۔ وما فتح رجل باب مسئلۃ یرید بھا کثرۃ الا زاد اللہ بھا قلۃ (مسند احمد) اور جو شخص کثرتِ مال کی ہوس میں دوسروں سے مانگنے کا راستہ کھولتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قلتِ مال ہی میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مبتلا رکھتا ہے۔ خیر و برکت سے محروم، روزی سے جی نہیں بھرتا۔ ضروریات پوری نہیں ہوتیں۔ پھر انسان ہمیشہ اسی چکر میں پھنس کر رہ جاتا ہے کہ وہ لوگوں سے ہمیشہ مانگتا ہی پھرے۔ ان لوگوں کو گداگری کی راہ پر ڈالنے میں ان سیٹھوں کا بھی حصہ ہے جو ہر گداگر کی ہتھیلی پر ٹیڈیاں رکھ کر اپنی سخاوت کی داد حاصل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ چند ٹکوں سے سائل کا اگرچہ کچھ نہ بنتا ہو، لیکن محنت و مشقت سے روزی کمانے کا تصور ضرور اس کے ذہن سے نکل جاتا ہے۔

رزقِ حلال کے حصول کیلئے کسی سعی و محنت کو عار نہ سمجھا جائے

انبیاء کرام نے بکریاں چرائیں، بعض نے کسی حرفت و صنعت سے روزی حاصل کی کیونکہ خودداری کے ساتھ روزی کمانے کے بعد ہی وہ عوام کے سامنے یہ دعویٰ کر سکتے تھے۔ قُلْ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ (فرقان: ۵۷) ان سے کہہ دو کہ میں اس کام پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ وہ قوم کے بے غرض مُصلح اور خلقِ خدا کے سچے خیر خواہ تھے۔ معاشی کفالت کے سلسلہ میں وہ عوام کے کبھی محتاج نہیں ہوئے۔ دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں انہیں عوام سے کسی دنیوی مفاد کی لالچ نہ تھی۔ بے غرض دعوت اپنے اندر دلوں کو مُسخر کرنے کی تاثیر رکھتی ہے۔ داعیِ حق کا کردار اگر لالچی اور حریصانہ ہو تو اس کی دعوت و تبلیغ دلوں میں اترنے کے بجائے ہوا میں تحلیل ہو جاتی ہے۔ دعوت و تبلیغ کا منصب سنبھالنے والے اگر اس حقیقت پر نگاہ رکھیں تو لوگوں کی زندگی میں بہت جلد انقلاب لایا جا سکتا ہے۔ مقامِ عبرت ہے کہ کچھ لوگ بازاروں گلیوں میں خدا کے نام کے واسطے سے روزی حاصل کرتے ہیں اور کچھ لوگ خدا و رسول کا کلام بیچ کر پیٹ بھرتے ہیں۔ طریقِ واردات میں فرق ہے، منزل دونوں کی ایک ہے۔ اگر دین کا علم اس مقصد کے لیے حاصل کیا جاتا ہے تو دنیا پرستوں کے مقابلے میں ان کے لیے وجہِ امتیاز کیا ہے؟ علماء اور ائمہ کرام بھی بعض اپنے مخصوص پیشوں کے نام سے مشہور ہیں، مثلاً قفال، بزاز، حصاص، خیاط، قطان، حداد وغیرہ۔ وہ معاشی لحاظ سے کبھی عوام پر بار بن کر نہیں رہے بلکہ خوددارانہ زندگی کے لیے کسی نہ کسی فن کو ذریعۂ معاش بنا کر روزی حاصل کی۔ ایسے ہی لوگوں کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دینی اور علمی خدمات آج بھی روشنی کے مینار ہیں۔

مذموم پیشوں کے ذریعہ روزی ناجائز ہے صرف مذموم پیشوں سے بچنا ضروری ہے۔ مثلاً چوری، ڈاکہ زنی، گداگری فالگیری، رمّالی، شعبدہ بازی، نقالی، جنّ نکالنے کا مشغلہ، تعویذ گنڈے کا کاروبار، لوگوں کی قسمتیں دیکھنے کا فریب کارانہ کاروبار وغیرہ۔ اس کے علاوہ محنت و مشقت وغیرہ کے تمام کام سوال کی ذلت سے بہتر ہیں۔

ایک حدیث میں سوال کی ذلت اور بے آبروئی کی روزی سے بچ کر رہنے کے لیے خود دارانہ روزی کا یہ طریقہ سکھایا گیا ہے، جس کے پاس کوئی علمی یا فنی قابلیت نہ ہو تو اسے مزدوری اور حمّالی کو عار نہیں سمجھنا چاہیئے۔ لان یاخذ احدکم حبلہ فیذھب بہ الی الجبل فیحتطب ثم یاتی بہ فیحملہ علی ظھرہ فیاکل خیر لہ من ان یسئل الناس ولان یاخذ ترابا فیجعلہ فی فیہ خیر لہ من ان یجعل فی فیہ ما حرم اللہ علیہ (مسند احمد)۔ تم میں سے ایک شخص رسی لے کر جنگل یا پہاڑ کی طرف چلا جائے، پھر وہاں سے لکڑیاں اکٹھی کر کے اپنی پیٹھ پر اٹھا لائے اور اس معاوضے سے روزی حاصل کرے۔ یہ لوگوں سے بھیک مانگنے کی ذلت سے بہتر ہے اور پھر کوئی شخص بھوک دور کرنے کے لیے مٹی سے منہ بھر لے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اللہ کے حرام کردہ اور ناجائز ذرائع سے روزی کما کر منہ میں ڈالے۔"

زراعت کی ترغیب ایک اور حدیث میں آتا ہے: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اُطْلُبُوا الرِّزْقَ فِی خَبَایَا الْاَرْضِ (ابو یعلیٰ، مجمع الزوائد) رسول اللہ نے فرمایا: رزق کو زمین کی پہنائیوں میں تلاش کرو۔" یعنی اگر کسی کے پاس تجارت وغیرہ کا سامان نہ ہو، کوئی فنّی قابلیت بھی نہ رکھتا ہو تو اسے زراعت کا کام اختیار کر لینا چاہیئے۔ تاکہ زمین کے پیٹ سے رزق حلال حاصل کر سکے۔ تحقیق و تجسّس اور تلاش و جستجو کے ہاتھ مضبوط ہوں تو ہر دور کے ترقی یافتہ مروجہ وسائل سے زمین اپنے پیٹ کے خزانے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اگلنے کے لیے تیار ہے۔ خود دارانہ زندگی کا معیار، سعی و محنت کے ذریعہ قائم رکھا جا سکتا ہے! اسلامی مزاج معاش، راہبانہ طرز زندگی کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ کام کرنے کی طاقت رکھتے ہوئے کسبِ حلال کی کوشش سے پہلو تہی کرنے والوں کے لیے مذکورہ حدیث میں سامانِ عبرت ہے۔ اس میں حکم دیا گیا ہے کہ زمین کے اطراف و اکناف میں چل کر اس کی وسعتوں میں پھیل کر اور اس کا سینہ چیر کر رزقِ حلال کی تلاش کرتے رہو۔ لیکن ادھر کچھ لوگ تارک الدنیا بن کر عوام پر اپنے زُہد کا سکہ بٹھاتے ہیں۔ یہ اسلام کا زہد و تقویٰ نہیں ہے۔ بلکہ اپنے نفس اور عوام کو فریب دینے کا ایک عجیب رُوپ ہے! جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کیا ان لوگوں کے لیے رسول اللہ کے اسوۂ حسنہ میں کوئی کشش نہیں ہے؟

اصحابِ صُفّہ آنحضورؐ کی تربیت گاہ میں رہائش پذیر تھے۔ رات دن علم و تعلّم ہی ان کا شغل تھا۔ لیکن سوال کی ذلت اختیار کرنے کا تصور کبھی ان کے قریب بھی نہیں پھٹکا۔ وہ جنگل سے لکڑیاں لاکر بازار میں فروخت کرتے اور اسی کمائی سے اللہ کی راہ میں خرچ کرکے اللہ کے بنک میں بھی بہت کچھ جمع کرتے رہتے تھے۔

مسلمان کے پیشِ نظر ہمیشہ ایسا ہی مثالی کردار رہنا چاہیئے۔ اور اسی طرز کو اپنا کر باوقار اسلامی زندگی کا معیار قائم رکھا جا سکتا ہے! دوسروں کی خیرات و صدقات پر پلنے کا رجحان اور لوگوں کا دست نگر رہنے کا میلان جب کسی آدمی کو ذہنی اور اخلاقی پستی میں دھکیل دیتا ہے تو پھر اس کی عبادات بھی بے روح اور بے اثر ہو کر رہ جاتی ہے۔ عزتِ نفس کا احساس بھی ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ جبکہ اسلام اپنے پیروکاروں کو ہر حال میں ممتاز اور باوقار دیکھنا چاہتا ہے، اس کی طرزِ معاش اور ذریعۂ معاش دونوں ہی اخلاقی لحاظ سے ایک مثالی نمونہ ہوتے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر دوسرے لوگ بھی اسلام کی سیرت ساز پالیسی پر رشک کرتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غربت دُور کرنے کا دُوسرا ذریعہ صلۂ رحمی!

دنیا میں کوئی انسان تنہا نہیں ہے اور ہر ایک اپنے والدین بہن بھائی، اہل وعیال بھی رکھتا ہے اور پھر ان سے متعلق رشتہ داری و قرابت کا سلسلہ بھی پھیلتا چلا جاتا ہے۔ مسلمان کی اخلاقیات میں یہ کمال دکھلایا گیا ہے کہ خاندان ایک دوسرے کی خبر گیری کریں۔ گرے پڑے بے سہارا اور معذور رشتہ داروں سے صلۂ رحمی سے پیش آئیں۔ اس سلسلہ کی چند آیات درج کی جاتی ہیں:۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ (نحل) اللہ عدل اور احسان اور صلۂ رحمی کا حکم دیتا ہے۔"

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حقوق میں توازن و تناسب قائم ہونا چاہیئے۔ جس کی امداد کرنا ہو اسے اس کے حق سے زائد دیا جائے۔ کہ یہ احسان ہے۔ اپنے قریبی تعلق داروں کے حقوق بھی اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال کی طرح لازم تسلیم کیے جائیں اور صفتِ احسان کی تو کوئی حد نہیں ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں اس کی وسعت سے مزین ہوتے ہیں۔ محبت، ایثار، عالی ظرفی، اخلاص اور خیر خواہی کے جذبات کا اصل سرچشمہ احسان ہی ہے۔

وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللّٰهِ (انفال: ۷۵)

مگر اللہ کی کتاب میں خون کے رشتہ دار ایک دوسرے کے (احسان و تعاون کے) زیادہ حق دار ہیں۔

صلۂ رحمی اور احسان و ایثار کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (نساء: ۳۶) حکم ہوتا ہے) ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔ قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ، اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے اور ان لونڈی غلاموں (اور ماتحت ملازموں) سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں۔" اسلام ان سب کے ساتھ احسان و مروت کی تاکید کرتا ہے۔ جو جتنا قریبی رشتہ دار ہے وہ زیادہ حُسنِ سلوک کا مستحق ہے۔ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (روم ۳۸) پس رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین و مسافر کو اس کا حق۔ یہ طریقہ بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہوں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔"

حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد کی تاکید کی گئی ہے۔ دونوں کی ادائیگی سے فلاح نصیب ہوگی اللہ کی خوشنودی کے لیے اپنی کمائی میں دوسروں کا حق تسلیم کرنا اور اس کا ادا کرنا فلاح و کامیابی کی ضمانت ہے۔ اسلامی معاشرے کی سیرت کا باغ کیسے کیسے روح پرور پھولوں سے مہک رہا ہے جس میں کسی فرد کے دم گھٹنے کی نوبت کبھی نہیں آتی۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۲۶) اور رشتے دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق اور فضول خرچی نہ کرو۔" وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰي حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاۗءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ (دہر: ۸، ۹) اور اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور ان سے کہتے ہیں کہ) ہم تمہیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں۔ ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔"

عرب کے اس وقت کے حالات کے مطابق جن امور کی اہمیت زیادہ تھی بطور خاص ان کا تذکرہ کیا گیا، ورنہ اس آیت کے عموم میں ہر مقروض، محتاج، بیمار، آفت زدہ اور ہر حاجت مند کی امداد کرنا، نیکی و بھلائی قرار پائے گی۔ اس قسم کے رحم دلانہ اور ہمدردانہ جذبات معاشرے کے ہر فرد میں موجود ہوں تو وہاں فقر و فاقہ اور غربت و کس مپرسی کی وبا ہرگز داخل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہو سکتی۔ قرآن میں انفاق فی سبیل اللہ، صلۂ رحمی اور انسانی ہمدردی پر جس قدر زور دیا گیا ہے۔ یہ اسی ذات کا خاصہ ہے جو اپنی مخلوق کے بارے میں یہ مشفقانہ اعلان کرتا ہے کہ اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ (مشکوٰۃ) تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اپنی مخلوق میں وہ شخص اللہ کو بہت پسند ہے جو اس کے افرادِ کنبہ کے ساتھ نیکی و بھلائی سے پیش آئے۔

ایک حدیث میں باہم رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کی اہمیت پر اس قدر زور دیا گیا ہے کہ اسے تقاضائے ایمان شمار کیا گیا ہے۔ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ (بخاری مسلم) جو شخص خدا پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیئے۔ کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک اور صلۂ رحمی کے ساتھ پیش آئے

بے نماز اور مسکینوں کا حق ادا نہ کرنے والوں کو دوزخ کا سامنا ہوگا؟

جب اہلِ جنت اپنے شناسا لوگوں کو دوزخ میں دیکھیں گے تو حیرت سے ان سے پوچھیں گے۔ مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ وَلَمْ نَکُ نُطْعِمُ الْمِسْکِیْنَ (مدثر ۴۲ تا ۴۴) جنتی آگ میں جلنے والے گناہ گاروں سے پوچھیں گے کہ تمہیں دوزخ میں کیا چیز لے گئی۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ محتاجوں کو کھانا کھلاتے تھے۔

اس سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی اہمیت بھی معلوم ہوتی ہے اور ان کی حفاظت نہ کرنے والوں کا انجام بھی

ایک حدیث میں آنحضورؐ کا ارشاد ہے: دینے والے کا ہاتھ اونچا ہے اور لینے والے کا نیچا۔ اور دینے کی ابتدا اپنے اہل و عیال سے کرو، پہلے والدین کو دو۔ پھر بہن بھائی کو، پھر جو زیادہ قریبی رشتہ دار ہو پھر جو اس سے قریب ہو۔ (نسائی)

مذکورہ آیت میں یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آگئی کہ بے نمازوں کو دوزخ میں داخل کیا جائیگا آج اپنے معاشرے پر نگاہ ڈالی جائے تو اکثریت بے نمازوں کی نظر آئے گی۔ ترکِ نماز سے جب سیرت کمزور ہوئی تو ایسی زندگی گندگی کا ایسا ڈھیر بن گئی جس پر غلاظت پسند جراثیم پھیلانے والی مکھیاں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہجوم کرآتی ہیں اور کوئی برائی اور کوئی گناہ ایسی زندگی سے مستبعد نہیں ہوتا۔ جو خدا کا وفادار اور فرمان بردار نہ ہو اور اس کے احکام کا احترام نہ کر سکے۔ وہ خلقِ خدا کے حقوق میں بھی قابلِ اعتماد، ہمدرد و خیر خواہ اور نیک نیت ساتھی ثابت نہیں ہو سکتا۔

مسکینوں اور محتاجوں کی امداد کا مرتبۂ فضیلت

ایک حدیث سے اس کی وضاحت ملتی ہے، آنحضورؐ نے فرمایا السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ (بخاری کتاب الادب) کسی بے سہارا بیوہ اور غریب حاجت مند انسان کی اخلاقی اور مالی امداد کے لیے کوشش کرنے کا مرتبہ خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے کے برابر ہے۔" اگر کسی وقت ایسے ہی حالات پیدا ہو چکے ہوں تو ضرورت مندوں کی امداد بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے ایک شخص آنحضورؐ کے پاس آکر عرض کرتا ہے یا رسول اللہ! میں کس کے ساتھ احسان کروں۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے والدین کے ساتھ، پھر اپنے بہن بھائی کے ساتھ، پھر اپنے رشتہ داروں کے ساتھ جو ان سے قریب ہے (ابوداؤد) اس کی مزید تفصیل آگے انفاق فی سبیل اللہ کے باب میں آرہی ہے۔

غربت سے بچنے کا ایک ذریعہ کفایت شعاری بھی ہے،

فضول خرچی، اسراف و تبذیر، اقتصادی طاقت کو کمزور کرنے کا باعث ہیں۔ اسی لیے قرآن میں ان بے اعتدالیوں سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلعم کی تعلیم یہ ہے۔ آنحضورؐ فرماتے ہیں مجھے میرے رب نے نو باتوں کا حکم دیا ہے۔ ان میں ایک یہ ہے وَالْقَصْدِ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنَاءِ (مشکوٰۃ باب الریا) کہ میں فراخی و تنگی ہر حال میں اعتدال اور میانہ روی کا خیال رکھوں۔" ایک اور حدیث میں آپؐ کا ارشاد ہے: اَلاِقْتِصَادُ فِي النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيشَةِ (بیہقی) جائز اخراجات میں میانہ روی متکفل زندگی کا نصف حصہ ہے۔" اس سے اسلام کی یہ تعلیم واضح ہوتی ہے کہ مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ ملتا ہے وہ چونکہ اعتدال کے ساتھ خرچ ہوتا ہے۔ اس میں سے حق داروں کے حقوق بھی ادا ہوتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ سائل اور محروم کا حصہ بھی نکلتا ہے۔ اس کے بعد خدا کی خوشنودی اور دوسرے نیک کاموں میں بھی اس کا مال خرچ ہوتا ہے۔ نیک لوگوں کا رزق حلال تمام جائز مصارف کے لیے کفایت کرتا ہے۔ اس کے نیک عزائم ان کی اولاد کی تعلیم و تربیت اور رفاہی و سماجی کام اپنے پروگراموں کے مطابق بآسانی طے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ زندگی کا آبرومندانہ معیار اعتدال و میانہ روی کے ذریعہ برقرار رہتا ہے۔ قرآن ان کے اس رویہ کو پسند کرتا ہے وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (فرقان: ۶۷) جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچ کرتے ہیں اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ ان کے خرچ کا معیار دونوں انتہاؤں کے درمیان رہتا ہے۔"

اس کے برعکس جو لوگ اپنی کمائی عیاشیوں، فضول خرچیوں، جاہلانہ رسم و رواج اور نمود و نمائش میں ضائع کرتے ہیں وہ خود اپنے ہاتھوں اپنا معاشی مستقبل تباہ اور اپنی اقتصادی طاقت کو کھوکھلا کرتے ہیں۔ نمائشی زندگی کا بھرم بہت جلد کھل جاتا ہے۔ اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر لباس، رہائش، خوراک اور نمود و نمائش میں قرضوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اس کے بعد اخراجات کے اس منہ زور سیلاب کو روکنے کے لیے ناجائز ذرائع آمدن کے بند تلاش کرنے پڑتے ہیں۔ رزق حرام کے نتیجے میں ضمیر سیاہ ہو جاتا ہے اور ایک دن یہ عیاش اور فضول خرچ انسان ایمان و اخلاق سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ اس ذلیل انجام سے بچانے کے لیے قرآن نے اخراجات میں اقتصاد و میانہ روی کا حکم دیا ہے۔ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا (بنی اسرائیل: ۲۹) نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ ہی بالکل کھلا چھوڑ دو، کہ ملامت زدہ اور درماندہ بن کر رہ جاؤ۔" ذرائع آمدن اور اخراجات پر پابندیاں لگانے کا مقصد ہی یہ ہے کہ انسان ایک ایسی زندگی کو برقرار رکھ سکے جو خود اس کے لیے بھی فرض کی ادائیگی اور عزت و وقار کا باعث ہو اور اپنے اقربا اور معاشرے کے لیے بھی وہ خیر و احسان کا منبع بن کر رہے۔ اسی لیے انسان کو مال کمانے اور خرچ کرنے کے بارے میں جواب دہ قرار دیا گیا ہے۔ قیامت میں سوال ہوگا: من این اکتسبہ و فیما انفقتہ (ترمذی) مال کس طرح کمایا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور کن مصارف میں خرچ کیا۔

مال ضائع کرنے کی ممانعت

اقتصادی طاقت کو محفوظ رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ مال فضول کاموں میں خرچ نہ کیا جائے کیوں کہ اس کے نتائج انسان کے حق میں کبھی بہتر نہیں ہو سکتے۔ خیر خواہِ انسانیت نے اس سے مطلع فرمایا:

عن جابر قال قال رسول اللہ امسکوا علیکم اموالکم ولا تفسدوھا فانہ من اعمر عمری فھی الذی اعمر حیا ومیتا ولعقبہ (مسلم کتاب الھبات) جابر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے مال اپنے پاس رکھو۔ انہیں برباد نہ کرو۔ خبردار! کہ جس نے مدت العمر تک عطا کیا۔ وہ چیز اس شخص کی ملکیت ہو گئی جسے وہ اس طور پر دے گئی زندگی میں بھی اور مرنے پر بھی اور وہ اس کے ورثاء کا حق ہو جائے گی۔ فضول کاموں میں مال خرچ کرنے پر منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ مال تمہیں اپنی زندگی میں اور تمہارے بعد تمہارے وارثوں کے کام آئے گا۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے: وکان ینھی عن قیل وقال وکثرۃ السوال واضاعۃ المال ومنع وھات (بخاری کتاب الرقاق) آنحضور ﷺ قیل وقال کرنے بہت زیادہ غیر ضروری سوالات دریافت کرنے مال کو ضائع کرنے خود نہ دینے اور دوسروں سے مانگنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔"

عمل کی نیت کے بغیر بحث ومباحثہ یا ہٹ دھرمی اور حیلہ جوئی کے لیے علمائے سے سوالات کی کثرت ممنوع ومعیوب ہے۔ اور یہاں سوال کا مفہوم لوگوں سے مانگنا بھی ہو سکتا ہے۔ دونوں مفہوم صحیح ہیں۔ ایک میں تضییعِ اوقات ہے۔ دوسرے میں ذلتِ نفس اور رسوائی ہے۔

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ اسراف وتبذیر بھی مال ضائع کرنے کی صورتیں ہیں۔

اسراف کا معنی ہے ضرورت کی جگہ ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا، تبذیر کا معنی ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ناحق اور غلط مصارف میں خرچ کرنا (تاج العروس) ابوالعبید سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عباس سے مبذرین کا معنی پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ مبذرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ناحق مصارف میں خرچ کرتے ہیں۔"

قرآن مجید نے مبذرین کو شیطان کا بھائی کہا ہے۔ ایک حدیث میں آنحضورؐ نے فرمایا: کلوا واشربوا والبسوا وتصدقوا من غیر اسراف ولا مخیلۃ وقال ابن عباس کل ما شئت والبس ما شئت ما اخطاتک اثنتان سرف او مخیلۃ (بخاری کتاب الادب) کھاؤ پیو، پہنو اور صدقہ کرو۔ اس میں اسراف اور غرور نہیں ہونا چاہیئے۔ ابن عباس نے کہا ہے اسراف اور فخر و گھمنڈ سے بچتے ہوئے جو جی چاہے، کھاؤ، اور جو چاہے پہنو۔

پرتکلف سادگی بھی معیوب ہے

لباس، خوراک میں حیثیت سے بڑھ کر مظاہرہ کرنا بھی اسلامی مزاج کے خلاف ہے اسی طرح مصنوعی سادگی اور حیثیت سے گرا ہوا انداز لباس و خوراک بھی ممنوع ہے۔

نہٰی رسول اللہ عن ھاتین اللبستین المرتفعۃ والدون (رزین) رسول اللہؐ دونوں قسم کے لباس یعنی بہت قیمتی اور بہت گھٹیا لباس استعمال کرنے سے منع فرمایا۔

ایک اور حدیث میں ایک ایسے شخص کا واقعہ آتا ہے جس نے اپنی حیثیت سے کمتر اور ناموزون لباس پہن رکھا تھا۔

قَالَ اَتَیتُ رسولَ اللّٰہِ فِی ثوبٍ دونٍ فقَالَ اَلکَ مَالٌ قالَ نعم قَالَ مِن اَیِ المَالِ قَالَ قَد اَتَانِی اللّٰہ مِنَ الابِلِ وَالغَنَمِ وَالخَیلِ وَالرقیقِ قَالَ فاذا اتَاکَ اللّٰہُ نِعمَۃً فَلیُرَ اَثَرُ نعمۃِ علیکَ وکرامتہٗ (ابوداؤد، کتاب اللباس) میں رسول اللہ کی خدمت میں گھٹیا کپڑے پہنے ہوئے حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا۔ کیا تمہارے پاس دولت ہے؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ آپ نے پوچھا کس قسم کی۔ میں نے کہا۔ اللہ نے مجھے اونٹ بکریاں، گھوڑے اور غلام عطا کیے ہیں۔ فرمایا جب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ تمہیں کوئی نعمت عطا کرے تو چاہیئے کہ تمہاری ذات پر اس کے فضل و کرم کا اثر دیکھا جا سکے۔

ایک اور حدیث میں فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ يَرٰى أَثَرُ نِعْمَتِهٖ عَلٰى عَبْدِهٖ (مسند احمد ج ۱۰ ترمذی) اللہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے پر اس کی نعمت و بخشش کا اثر دیکھا جا سکے۔ یہ احادیث، آیت لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا کی بہترین تفسیر ہیں۔ جن سے خرچ کی آخری حدود کا پتہ چلتا ہے۔

غُربت و افلاس دُور کرنے کا چوتھا ذریعہ زکوٰۃ ہے

پچھلی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص تلاش رزق میں حتی الامکان پوری سرگرمی دکھائے تاکہ خود اپنی اور اپنے اہل و عیال کی باعزت کفالت کر سکے۔ اس سے اگر بچ جائے تو پھر فی سبیل اللہ خرچ کرے (۲) جو شخص کام نہ کر سکتا ہو۔ اس کے پاس اپنا جمع مال یا میراث میں حاصل شدہ مال بھی نہ ہو جس سے ضروریات زندگی پورا کر سکے تو اس کی کفالت خوش حال، رشتہ داروں کے ذمہ ہے، ان پر لازم ہے کہ غربت و افلاس کی پستی میں گرنے سے اپنے رشتہ داروں کو بچائیں۔ یہ ان کا ایمانی اور اخلاقی فریضہ ہے۔ مگر ہر ایک کو ایسے خوش حال رشتہ دار بھی میسر نہ ہوں۔ یا معاشرے میں محتاج، نادار اور یتیم بیوہ، ضعیف العمر پائے جاتے ہیں۔ یا مستورات، ضعیف العقل، دائم المریض، معذور افراد منتظر امداد ہیں۔ اور بعض کسی حادثہ و مصیبت کا شکار ہو گئے ہیں۔ یا طاقت کے باوجود بعض لوگ کوئی ذریعہ معاش حاصل نہیں کر پاتے۔ وہ کیا کریں؟ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو غربت کے ہاتھوں مرتے اور کس مپرسی کی حالت میں دم توڑتے برداشت نہیں کر سکتا۔ اس نے مال داروں کے مال میں زکوٰۃ کے نام سے ایک مقررہ حق رکھ دیا ہے۔ جس کا مقصد ہی صرف یہ ہے کہ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَآئِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَآئِهِمْ (بخاری مسلم) زکوٰۃ اسلام کا تیسرا اہم ستون ہے، بغیر زکوٰۃ ادا کیے کوئی شخص بھی خدا کی رحمت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (اعراف: ۱۵۶) مگر میری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اور اسے میں ان لوگوں کے حق میں لکھوں گا جو نافرمانی سے پرہیز کریں گے، زکوٰۃ دیں گے۔"

اجناس اور اموال کے علاوہ اشخاص پر بھی فطرانہ کی شکل میں زکوٰۃ واجب ہے۔ تاکہ غرباء و مساکین کی خورد و نوش کا انتظام ہو سکے اور یہ صرف اغنیاء پر ہی نہیں بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے اور خاندان کے ہر فرد پر، خواہ وہ ایک گھنٹہ کا بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا (توبہ: ۱۰۳) اے نبی! تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک کرو اور (نیکی کی راہ میں) انہیں بڑھاؤ۔"

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ مال داروں سے زکوٰۃ وصول کر کے مستحقین میں تقسیم کا انتظام کرے۔ "معاشی سرگرمیوں میں پیچھے رہ جانے والوں کے لیے اسلام قدم قدم پر دست گیری کرتا ہے۔ تاکہ زندگی کے فرائض بخوبی سرانجام دے سکیں۔ اور پھر جو لوگ پیدائشی طور پر معذور و محتاج ہوں۔ زکوٰۃ ان کا مستقل سہارا اور معقول وظیفہ ہے جس سے وہ بھی زندگی کے سانس لے سکتے ہیں۔ اسلام کے بغیر اور کسی نظام میں مستقل خیر خواہی کا انتظام نہیں ملے گا۔

زکوٰۃ ایک قرض ہے

جو مرنے کے بعد بھی واجب الادا ہے۔ علامہ ابن حزم رح کی تحقیق کے مطابق یہ تمام قرضوں سے مقدم ہے۔ اللہ کا حق، محتاج کا حق اور معاشرے کا حق ہے۔ مرنے والے نے اگر وصیت نہ بھی کی ہو تو بھی تمام قرضوں سے پہلے یہ زکوٰۃ اس کے ترکہ سے نکالی جائیگی امام زہری رح، حسن رح، عطاء، قتادہ رح، مالک رح، شافعی رح، احمد اسحاق ابو ثور ابن منذر رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں۔ ان کا استدلال یہ ہے، مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ (نساء: ۱۲) بعد اس کے کہ جو وصیت تم نے کی ہو وہ پوری کر دی جائے اور جو قرض

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تم نے چھوڑا ہو وہ ادا کر دیا جائے "

وراثت اس وقت تقسیم کی جائے گی جبکہ وصیت پوری کر دی جائے۔ اور میت کے ذمہ جو قرض ہے۔ ادا کر دیا جائے " اس حکم میں تمام قرضے شامل ہیں۔ ابن حزم زکوٰۃ کا قرض دوسرے قرضوں سے مقدم اس استدلال سے کرتے ہیں۔

ایک شخص آنحضور ؐ کی خدمت میں آ کر عرض کرتا ہے۔ میری ماں مرگئی ہے۔ جبکہ اس پر ایک ماہ کے روزے واجب تھے۔ کیا میں اس کی طرف سے یہ فرض ادا کر سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تمہاری ماں پر کوئی واجب الادا قرض ہوتا تو تم ادا کرتے؟ اس نے کہا۔ ہاں تو آپ نے فرمایا۔ اللہ کا قرض اس کا زیادہ مستحق ہے کہ ادا کیا جائے۔ (مسلم، محلی ابن حزم ج ۶۔ ص ۸۷)

موت زکوٰۃ کو ساقط نہیں کرتی

علامہ ابن تیمیہ رح کا بھی یہی خیال ہے کہ موت زکوٰۃ کو ساقط نہیں کرتی۔ وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ یغفر للشھید کل ذنب الا الدین (مسلم) شہید کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن قرض معاف نہیں ہوتا۔"

قید بھی زکوٰۃ کو ساقط نہیں کرتی

اگر مال کا کوئی مالک قید ہو جائے تو اس سے زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی۔ بلکہ اس کے گھر والوں کو اس کی طرف سے زکوٰۃ ادا کرنی چاہیئے (المغنی ابن قدامہ ج ۲ ص ۶۴۴)

زکوٰۃ خدا کا حق ہے اور مخلوق کا بھی

یہ خدا کا حق اس بنا پر ہے کہ منعم حقیقی اور محسن مطلق کا عطا کردہ مال ہے جس کا شکر ادا کرنا واجب ہے اور شکر یہ ادائیگی کی شکل خود اللہ نے مقرر کر دی ہے کہ خوشحال لوگ حاجت مندوں کی اس مال سے امداد کریں۔ اور انسانوں کا حق اس بناء پر ہے کہ انسانی برادری کے افراد عقیدہ و مسلک کی بناء پر آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ایک خوش حال بھائی کو اپنے کمزور اور شکستہ حال بھائی کی امداد کرنی چاہیئے۔ فقراء و مساکین اللہ کا کنبہ ہیں اور اغنیاء و امراء، اللہ کے خزانچی ہیں۔ مالک نے اپنے خزانچی کو حکم دیا ہے۔ میرے خزانے سے کچھ مال میرے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کنبہ کے غرباء و مساکین کو دے دو، چونکہ حصولِ مال کے لیے محنت کی وجہ سے صاحبِ مال کا زیادہ حق ہے۔ اس لیے وہ مال کے بیشتر حصہ پر قابض رہ سکتا ہے اور فقیر و محتاج کو بھی مال کی ضرورت ہے۔ اس کا صرف حق احتیاج تسلیم کیا جائے گا اور اسے اتنا ہی حصہ دلوایا جائے گا۔ یہ تشریح امام رازی نے کی ہے۔

زکوٰۃ مال کی شکریہ ادائیگی کا ثبوت ہے

انسانی برادری کے کمزور افراد کو اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے قابل بنانے کے لیے صاحبِ ثروت حضرات کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ تاکہ معذور حاجت مند، معاشی جدوجہد میں کمزور، یتیم لاوارث بیوائیں، بے وسیلہ، بے روزگار یا جو اچانک کسی حادثہ یا سوءِ اتفاق سے اپنی اقتصادی حالت کھو بیٹھیں۔ اپنی زندگی قائم رکھنے کے قابل بن سکیں۔ وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ (النور: ۳۳) اور ان غلاموں کو اللہ کے اس مال میں سے دو، جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے۔ وَأَنفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُم مُّسْتَخْلَفِينَ فِيهِ (حدید: ۷) اللہ نے جن چیزوں پر تم کو اپنا نائب بنایا ہے۔ ان میں سے (اس کی راہ میں) خرچ کرو۔

خدا کی نعمتیں کسی خاص طبقہ کی میراث نہ بننے پائیں

وحدت بنی آدم کا اسلامی تصور تقاضا کرتا ہے کہ خدا کی نعمتیں چند افراد یا کسی خاص طبقہ کی میراث نہ بن جائیں۔ تمام انسانوں کو ان سے یکساں استفادہ کا موقع ملنا چاہیئے۔ زندگی باوقار طریقہ سے قائم رکھنے کے لیے وسائل و ذرائع اختیار کرنے اور اسبابِ ترقی و خوش حالی سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا ہر ایک کو حق حاصل ہونا چاہیئے۔ الخلق کلهم عيال الله (طبرانی) آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔" اس حدیث سے ہر ایک کو بقائے زیست کے اسباب سے فائدہ اٹھانے کی آزادی کا پتہ چلتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غریب اور محتاج لوگوں کے لیے اسلام کا معاشی حل

زکوٰۃ چونکہ دین کا اہم ستون اور غریبوں کی امداد کا بہت بڑا ذریعہ ہے جس کے ذریعہ ملک و قوم سے کامیاب طریقے سے غربت کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ سب سے پہلے اس کا معنی پھر اس کے ثمرات اور آخر میں اس کے مستحقین کے بارے میں گفت گو کی جائے گی۔

زکوٰۃ کا معنی نشوونما، بالیدگی، پاکیزگی، الزکی، خیر و خوبی کے ساتھ بڑھنے والا۔ زکی المال و الزرع (مال بڑھا، کھیتی نے نشوونما پائی) زکی الرجل (آدمی آسودہ ہو گیا) (مفردات راغب)

اس لغوی معنی کی روشنی میں اللہ کی راہ میں خرچ ہونے والا مال برکت و ثواب کے لحاظ سے اللہ کے خزانے میں بڑھتا ہی رہتا ہے اور ویسے بھی زکوٰۃ ادائیگی کے بعد مال کو اللہ تعالیٰ کا تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ جس سے انسان کی جائز اور بنیادی ضروریات پوری ہوتی چلی جاتی ہیں۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (بقرہ: ۲۶۱) جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے۔ جیسا کہ ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں۔ اسی طرح اللہ جس کے عمل چاہتا ہے۔ افزونی (برکت) عطا کرتا ہے وہ فراخ دست بھی ہے اور علیم بھی۔"

اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت، کسی شخص کی حسن نیت، ایثار اور اخلاص پر اجر و ثواب کی وسعت جس قدر پھیلانا چاہے تو نہ اسے کوئی روک سکتا ہے اور نہ بندہ اس کا اندازہ کر سکتا ہے۔ بس اس کے وعدہ پر یقین کرنا ضروری ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً (البقرہ: ۲۴۵) تم میں سے کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے تاکہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا چڑھا کر واپس کرے۔"
یہ زکوٰۃ کے غیر محسوس فائدے ہیں جن کا زیادہ تر تعلق عالمِ غیب اور آخرت سے بھی ہے۔

زکوٰۃ کی فرضیت

قرآن میں زکوٰۃ کا نماز کے ساتھ ۸۲ جگہ ذکر آیا ہے۔ مکہ میں زکوٰۃ بالاجمال بیان کی گئی۔ اور مدینہ میں اس کا مفصّل بیان ہُوا۔ ۲ھ کے پہلے رمضان میں زکوٰۃ باضابطہ فرض کی گئی۔ والصحیح ان وجوب الزکوۃ بعد الهجرة فی السنة الثانیة من الهجرة و علیها الاکثرون (لمعات حاشیہ مشکوۃ) صحیح بات یہی ہے کہ ہجرت کے بعد دوسرے سال زکوٰۃ واجب ہوئی اور اسی پر علمائے امت کا اجماع ہے۔"

زکوٰۃ کے بغیر اسلام کا دعویٰ نامکمل ہے۔ آنحضور ﷺ کے بعد جب حضرت ابوبکر رضؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو قبیلہ بنی غطفان اور بنی سلیم نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا حضرت ابوبکر رضؓ نے فرمایا: واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوۃ و الزکوۃ فان الزکوۃ حق المال (بخاری، مسلم) خدا کی قسم! میں اس شخص کے خلاف ضرور لڑوں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان تفریق کی۔ کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔"
نماز نفس کا حق ہے۔ اگر کوئی صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو وہ فاسق ہے اگر اس کا انکار کرتا ہے تو کافر ہے۔

زکوٰۃ کا ایک متعیّن نصاب ہے

آنحضور ﷺ اس کی وضاحت فرماتے ہیں:۔ فھاتوا صدقة الرقة من کل اربعین درهما ولیس فی تسعین ومائة شیئ فاذا بلغت مائتین ففیها خمسة دراهم (ابوداؤد و ترمذی) چاندی کی زکوٰۃ چالیس درہم کی مالیت پر ایک درہم ہے۔ اور جب دو سو درہم ہوں تو ان پر پانچ درہم زکوٰۃ واجب ہوگی۔ ۷½ تولے سونا اور ۵۲½ تولے چاندی کا مالک صاحبِ نصاب ہے اس پر سال گزر جائے تو اس میں سے ۲½ فیصد زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔ بارانی زمینوں سے زرعی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پیداوار دس فیصد، نہری زمینوں سے زرعی پیداوار پانچ فیصد وصول کی جائے گی۔ افزائش نسل یا تجارتی غرض سے جو مویشی پالے جائیں۔ مثلاً بھیڑ بکری گائے اونٹ گھوڑے وغیرہ۔ اُن کی تفصیل سیرت النبیؐ جلد پنجم ص ۱۶۵ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اموالِ تجارت پر بھی ۲½ فیصد زکوٰۃ لاگو ہوگی۔

نظامِ زکوٰۃ خدا کی بیمہ کمپنی ہے

زکوٰۃ کا عمل دوسروں کو نشوونما دینے کا عادی بناتا ہے اور عوام کے مفاد و بہبود سے ہمدردی و دلچسپی کے ساتھ ساتھ بخل شکنی بھی سکھاتا ہے۔ نظامِ زکوٰۃ ہر شخص کو کل کی فکر سے آزاد کر دیتا ہے۔ یہ اللہ کی بیمہ کمپنی ہے۔ جس میں اپنی زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد ہر شخص اپنا اور اپنی اولاد کا بیمہ کرا دیتا ہے۔ آج اگر یہ اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی سے دوسرے ناداروں کا حصہ ادا کر رہا ہے۔ تو کل یہ خود یا اس کی اولاد میں سے خدانخواستہ کوئی کسی حادثہ و مصیبت کا شکار ہو جاتا ہے۔ تو اس کی ذمہ داری اسلامی ریاست کے شعبۂ زکوٰۃ پر ہے آج تمہاری زائد از ضرورت دولت سے معاشرے کے محتاج اور ضرورت مند فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ تو کل یہی ضرورت اگر تمہیں یا تمہارے اعزّہ و اقربا کو پیش آجائے تو تمہارا اپنا مال واپس لوٹ آئے گا۔ ورنہ قیامت کے روز ثواب کی شکل میں تو ضرور یہ مال تمہاری فلاح کا ذریعہ بنے گا۔ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ (البقرہ: ۲۷۲) جو مال خیرات میں تم خرچ کرو گے اس کا پورا اجر تمہیں دیا جائے گا۔" معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کی ادائیگی ایک لحاظ سے اپنی ہی امداد ہے۔ ضرورت سے زائد ہونے کی صورت میں یہ دولت ناداروں اور حاجت مندوں میں گردش کرتی رہتی ہے۔

عدم ادائیگی زکوٰۃ کی صورت میں خدا کے ہاں ان کی نمازیں اور دیگر عبادات بھی بے اثر ہو کر رہ جاتی ہیں۔ کیونکہ مسلم معاشرے کا معاشی نظام اس اہم جزو کے نہ ہونے کی بنا پر درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اور زندگی کے دوسرے روشن پہلو بھی تاریک ہو جاتے ہیں جب اجتماعی زندگی میں معاشی ناہمواری اور اخلاقی بگاڑ پیدا ہو جائے۔ تو پھر کوئی شخص اپنی ذاتی نیکوکاری کا صحیح فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قال اُمِرنا باقامة الصلوة و ایتاء الزکوة ومن لم یزک فلاصلوة له وفی روایة فلیس لمسلم ینفعه عمله (طبرانی) ہمیں نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جو شخص نماز پڑھے مگر زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کی نماز اللہ کے ہاں قبول نہ ہوگی۔ دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ پھر مسلمان کو کوئی دوسرا عمل فائدہ نہیں پہنچائے گا۔"

اسلامی نظام میں عبادات کا پروگرام جس ترتیب اور حکمت کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے اس میں کسی ایک کے تعطّل سے بھی خدا پرستی، نکوکاری، وفاداری اور اخلاص وایثار کی وہ روح کمزور پڑ جاتی ہے جس کے ذریعے دنیا میں اخلاقی اور معاشرتی امن واعتدال پیدا کیا جا سکتا ہے اور تمام انسانوں کو اپنے حقوق کے بارے میں سیرابی میسر آتی ہے۔

نماز اور زکوٰۃ کے خواص

نماز انسان کو خدا اور آخرت کی طرف متوجہ کرتی ہے اور زکوٰۃ اسے متاعِ دنیا کی حرص ولالچ میں الجھنے سے روکتی ہے۔ جس نے نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کی اس نے پورے دین کو سنبھال لیا۔ وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ (بینه : ۵) اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور یہی سچا دین ہے۔" اخلاقیات ومعاشیات کے یہ دو اہم ستون ہیں۔ کسی ایک کے گر جانے سے بھی تعمیرِ سیرت متوازن اور قابلِ اعتماد نہیں رہتی۔ نماز حقوق اللہ کی روح اور خدائے بے نیاز کا حق ہے۔ اس میں کمی، کوتاہی کو صرف وہی معاف کر سکتا ہے۔ زکوٰۃ حقوق العباد کا مغز ہے۔ جو شخص اس کی پابندی کرتا ہے وہ حقوق العباد کے تمام معاملات میں فرض شناس اور حق رساں ثابت ہوگا۔ غریبوں اور محتاجوں کا یہ حق بھی خود اللہ نے مقرر کیا ہے اور کمزور مخلوق کا یہ حق اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرماتا۔

خدا کا تقرّب بواسطہ نماز وزکوٰۃ

نماز انسان کے اندر احساسِ ذمہ داری پیدا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ خدا کے تقرب اور اس کے ساتھ تعلّق قائم رکھنے کا ظاہری اہم اور بنیادی ذریعہ ہے۔ أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِي (طٰہٰ ۱۴) میری یاد (تعلق قائم رکھنے) کے لیے نماز پڑھا کرو۔" اِنِّيْ مَعَكُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمْ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الصَّلٰوۃَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّکٰوۃَ (مائدہ ۵ : ۱۲) (خدا نے فرمایا) میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے۔"

خدائی تقرب ایک انسان کے لیے دنیا و مافیہا سے بڑھ کر عظیم سعادت و خوش نصیبی ہے۔ جس کے لیے ایک مسلمان کا دل ہر وقت بے چین رہتا ہے۔ اسلام یہ رہنمائی کرتا ہے کہ یہ منزل حقوق اللہ اور حقوق العباد ٹھیک طریقے سے انجام دے کر ہی طے کی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ تمام خود ساختہ طریقے من گھڑت اور گمراہی کی طرف لے جانے والے ہیں۔

قربِ الٰہی کا مطلب

یہ ہے کہ خدا کو ہر حال میں مالکِ مختار اور شہنشاہ کی حیثیت سے یاد رکھا جائے۔ امیدیں اسی سے باندھی جائیں۔ مشکلات کے حل کی درخواست اسی سے کی جائے جو اپنی تمام مخلوق کے تمام مسائل پر حاوی ہے۔ اس کے تمام اوامر و نواہی کی پابندی، عقیدۂ توحید کی طاقت سے ہی کی جا سکتی ہے۔ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (علق) سجدہ کر اور خدا کا قرب حاصل کر۔" اس کے تقرب کے درجات کا شمار نہیں۔ ہر شخص اس کے ساتھ اپنے خلوص و محبت کے زور سے یہ مدارج طے کرتا ہی رہتا ہے مسلسل قانون کی پابندی و اطاعت سے نمازی کے اندر جو اخلاقی طاقت پیدا ہوتی ہے یہی طاقت اس کی پوری زندگی پر حاوی ہوتی ہے جس کے ذریعہ زندگی کے تمام معاملات میں انسان حق شناس، خدا ترس، راست باز، دیانت دار اور اطاعت شعار بن سکتا ہے۔ یہی اخلاقی حس اسے برائیوں سے باز رکھتی ہے اور یہی طاقت اس میں نیکیوں کی تحریک و ترغیب پیدا کرتی ہے، اس سے زیادہ تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔"

تقرب کا مطلب ایسی چیز کا قصد کرنا جس سے دوسرے کے ہاں قدر و منزلت ہو۔ اللہ تعالیٰ کا کسی بندہ کے قریب ہونا بہ اعتبارِ مکان نہیں ہوتا بلکہ اس پر فضل و کرم خصوصی عنایت اور فیضِ خاص کا جاری ہونا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے: من تقرب منی شبراً تقربت منہ ذراعاً (ترمذی مسلم) جو شخص بالشت بھر میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک ذراع اس کے قریب ہوتا ہوں۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ تقربِ الٰہی حاصل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرنے کے لیے فرائض کی ادائیگی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں اور بندہ فرائض کے بعد نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔ (بخاری) اور بندے کا اللہ سے قرب مکانی یا جسمانی نہیں ہوتا۔ بلکہ روحانی ہوتا ہے اس کے بعد اس میں اخلاقِ الٰہی کا جمال، علم و حکمت، فہم و تدبر اور صبر و استغناء جیسے اخلاقِ عالیہ کو ظہور میں لے آتا ہے۔ اور ایسا انسان ہر حال میں اللہ کی مرضی کو غالب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے دین کی سربلندی اور اس کی مخلوق کی خیر خواہی کے لیے اس کی جان، مال اور اس کے اوقات وقف ہو جاتے ہیں۔ کثرتِ نوافل سے مسلمان خدا کا مرشناس بن جاتا ہے۔ اس کے ترک و اختیار کا معیار صرف اسلام کے قبضہ میں ہوتا ہے۔ مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَ أَبْغَضَ لِلّٰهِ وَ أَعْطٰى لِلّٰهِ وَ مَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ (ترمذی ابوداؤد) رسول اللہ نے فرمایا: جو اللہ کی خاطر محبت رکھے اور اللہ ہی کی خاطر دشمنی رکھے، کسی کو دے تو اسی کے نام پر دے تو اسی کے وجہ سے تو اس شخص نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔

علامہ شرقاوی اللہ کی قربت کی تشریح کرتے ہیں: مَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ بِطَاعَةٍ قَلِيْلَةٍ جَازَيْتُهٗ بِمَثُوْبَةٍ كَثِيْرَةٍ (ترغیب) یعنی جو شخص میری طرف تھوڑی طاعت کے ساتھ آتا ہے تو میں زیادہ ثواب کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، مومن کے تمام اعضاء و جوارح اللہ کی حفاظت میں ہو جاتے ہیں اور پھر ان سے اس کی مرضی کے مطابق عمل ظاہر ہوتا ہے۔ برائیوں سے اختیاری نفرت طبعی بن جاتی ہے۔

زکوٰۃ تطہیرِ اخلاق اور تزکیۂ مال کا ذریعہ ہے ہر مال دار کی کمائی میں غریبوں اور محتاجوں کا ضروری حصہ رکھا گیا ہے۔ جسے ادا کرنے کے بعد ہی صاحبِ نصاب کی کمائی پاک ہو سکتی ہے۔ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا (توبہ ۱۰۳) اے نبی! ان کے اموال میں سے (ایک مقررہ زکوٰۃ یعنی) صدقہ وصول کرو جو اُن کو پاک کر دے اور ان کا تزکیہ کرے، حدیث میں رسول اللہ کا ارشاد ہے:- إذا أديت زكوٰة مالك فقد قضيت ما عليك (ترغیب) جب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تم نے اپنے مال کی (فرض) زکوٰۃ ادا کردی تو تم اللہ کے اس مقررہ حق سے سبک دوش ہو گئے جو اس نے تم پر (کمزور و محتاج مخلوق کی امداد کے لیے فرض کیا تھا۔" مقررہ زکوٰۃ سے صاحب نصاب کا فرض تو ادا ہو گیا۔ لیکن مقام احسان کے تقاضے قدم قدم پر دامن گیر ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی حد بندی نہیں کی گئی۔ نفلی عبادت کے ذریعہ احسان کی منزلیں طے ہوتی رہتی ہیں حتّٰی کہ خدا کا تقرب نصیب ہوتا ہے۔ مزید تفصیل آگے انفاق کے باب میں آرہی ہے۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کا مال تباہی سے بچ نہیں سکتا

ایک حدیث سے اشارہ ملتا ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا: ما خالطت الزکوۃ مالا الا اھلکتہ (مشکوٰۃ) جس مال سے زکوٰۃ نکالی نہ جائے۔ اور اسی میں ملی جلی رہے تو وہ مال کو تباہ کر کے چھوڑتی ہے۔" جس مال میں غریبوں کا حق ملا جلا رہے۔ ایسے مال سے برکت دھو جاتی ہے اور ناگہانی حادثات و آفات اور مختلف امراض و مصائب کے دفاع میں کھنچنے لگتی ہے۔ سکون قلب چھن جاتا ہے۔ روحانیت پژمردہ، جوہر انسانیت زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ اخلاق پر حب قارونیت کی پرچھائیں پڑنے لگے۔ تو پھر دین و ایمان میں خیر کے پہلو اجاگر نہیں ہو سکتے اس لیے اسلام قانونی طاقت استعمال کرنے سے پہلے تنبیہات کی ترشی سے کام نکالنا چاہتا ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَانِعُ الزَّکٰوۃِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فِی النَّارِ (طبرانی) رسول اللہ صلعم نے فرمایا: زکوٰۃ روک لینے والا قیامت کے روز آگ میں ڈالا جائے گا۔"

ایک اور حدیث میں رسول اکرمؐ نے فرمایا: دوزخ میں سب سے پہلے داخل ہونے والوں میں ایک وہ شخص ہے: ذُوْ ثَرْوَۃٍ مِنْ مَالٍ لَا یُؤَدِّیْ حَقَّ اللّٰہِ فِیْ مَالِہٖ (ترغیب بحوالہ ابن حبان) جو صاحب نصاب ہونے کے باوجود اپنے مال سے اللہ کا حق ادا نہیں کرتا۔

زکوٰۃ کے ذریعہ مال ضرر رساں اثر سے محفوظ ہو جاتا ہے

بخل، امساک اور حب دنیا کے زہریلے جراثیم روحانی

www.KitaboSunnat.com

اور اخلاقی سلامتی کو خطرے میں ڈال دیتے ہیں اور زکوٰۃ کی عدم ادائیگی سے مال کا تزکیہ بھی نہیں ہوتا۔ لیکن ادائیگی زکوٰۃ سے اخلاق نشوونما پاتے ہیں اور مال کی تطہیر ہوتی ہے۔ رسول اللہ فرماتے ہیں: من ادی زکوۃ مالہ فقد ذھب عنہ شرہ (طبرانی) زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد مال کا خطرناک اور مفسد حصہ نکل گیا۔

زکوٰۃ تحفظِ مال کا ذریعہ

ایک حدیث میں رسول اللہ فرماتے ہیں: ما تلف مال فی برّ و لا بحر الا بحبس الزکوۃ (طبرانی) زکوٰۃ روک لینے کے (جرم کے) بغیر کسی کا مال خشکی و تری میں کہیں بھی ضائع نہیں ہوتا۔ خلوص و دیانت کے ساتھ پوری زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد مال اب مصفیٰ ہو گیا۔ نفس و روح پر سخی و احسان کے جذبات غالب ہو کر موذی امراض کو رفع کر دیتے ہیں۔ رسول اللہ کے طریق علاج سے تمام روحانی و اخلاقی امراض پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے: حصنوا اموالکم بالزکوۃ و داوُوا مرضاکم بالصدقۃ و استقبلوا امواج البلاء بالدعاء و التضرع (ابوداؤد بیہقی طبرانی) زکوٰۃ ادا کر کے اپنے مالوں کو ہر قسم کے خطرات و آفات سے محفوظ بنا لو اور اپنی روحانی بیماریوں کا علاج صدقات (اور بھلائیوں) سے کرو۔ آفات و مصائب کی طوفانی لہروں کا مقابلہ خدا کے سامنے دعا و زاری (بندگی) سے کرو۔"

حرام ذرائع سے حاصل شدہ مال زکوٰۃ کے ذریعہ پاک نہیں ہوتا

ناجائز ذرائع اور ظلم و زیادتی سے اگر کوئی شخص مال فراہم کر کے اس میں سے زکوٰۃ ادا کرنا چاہتا ہے تو وہ مال اس طرح پاک و طیب نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ حدیث سے واضح ہوتا ہے: قال من کسب طیبا خبثہ منع الزکوۃ و من کسب خبیثا لم تطیبہ الزکوۃ (ترغیب بحوالہ طبرانی) رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں۔ جو حلال اور جائز ذرائع سے مال کمائے تو وہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے ناپاک اور بے برکت ہو جاتا ہے اور ناجائز ذرائع سے کما کر زکوٰۃ ادا کرنے سے حلال و پاک نہیں ہو جاتا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک اور حدیث سے مزید وضاحت ملتی ہے: ومن جمع مالا حراما ثم تصدق به لم یکن له فیه اجر وکان اصره علیه (حاکم ابن حبان) رسول اللہ نے فرمایا کہ جس نے مال حرام جمع کیا اور پھر اس کے بعد اگر وہ سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالے تو بھی اس پر اسے کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا۔ بلکہ الٹا اس پر گناہ کا وبال ہوگا۔ "حرام ذرائع سے حاصل کردہ مال ہو یا زکوٰۃ، ادا نہ کیا ہوا مال، دونوں مال ناپاک ہیں اور ناپاک مال کو اللہ قبول نہیں کرتا۔ ایک حدیث سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے۔ ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا (مسلم احمد) اللہ کی ذات پاک ہے اور وہ صرف پاکیزہ مال قبول کرتا ہے۔"

اللہ کی راہ میں مال خرچ نہ کرنے سے کنز بن جاتا ہے

جس مال سے زکوٰۃ ادا نہ کی جائے۔ قرآنی اصطلاح میں اسے کنز کہا جاتا ہے۔ امام راغب کنز کی تعریف میں لکھتے ہیں:۔ جعل المال بعضه علی بعض وحفظه (مفردات) وکل مالا تودی زکاته فهو کنز (ایضاً) مختلف ذرائع سے مال جمع کرنا، پھر اسے بچا بچا کر رکھنا کنز ہے۔ اور اسلام میں یہ عمل اس قدر سنگ دلانہ اور غیر مستحسن ہے۔ کہ قرآن میں انتہائی شدید الفاظ میں اس کی مذمت کی گئی ہے۔ اسی بنا پر بخل و امساک کا یہ پر ہول انجام بتایا گیا ہے!

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ (توبہ ۳۴-۳۵) اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک سزا کی خوش خبری سنا دو۔ ایک دن آئے گا کہ اس سونے چاندی پر آگ دھکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیاں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا اور اب تم اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دراصل یہ اس خود غرضی نفس پرستی اور فسادِ قلبی کی سزا ہے جو انسان کو اللہ کے دین کے تقاضے پورا نہ کرنے اور خلقِ خدا سے مالی ہمدردی و تعاون سے گریز کی بنا پر دی جائے گی۔ سرمایہ دار اور خوش حال لوگ اگر دل کھول کر اسلام کا نظامِ عدل و مواخاۃ قائم کرنے میں کوتاہی کرنے لگیں۔ اور معذور و محتاج یا بے روزگار لوگوں کو گری پڑی حالت میں چھوڑ دیں۔ تو دنیا میں اخلاقی اور معاشی لحاظ سے جو عظیم فساد و بگاڑ پیدا ہوگا۔ اس کی تباہ کاریوں سے قومی اور سیاسی زندگی بھی بچ نہیں سکتی۔ اس عظیم قومی و اجتماعی تباہی سے بچانے کے لیے اسلام مال و دولت کو فی سبیل اللہ متحرک رکھنا چاہتا ہے۔ اور اس میں فراخ دلی کے ساتھ حصہ نہ لینے والوں کا انجام مختلف احادیث میں بھی واضح کیا گیا ہے۔ قال ما من احد لا یودی زکوۃ مالہ الا مثل لہ یوم القیامۃ شجاعا اقرع حتی یطوق بہ عنقہ (نسائی ابن ماجہ ابن خزیمہ) رسول اللہ نے فرمایا۔ جو شخص اپنے **بے زکوٰۃ مال قیامت میں ہیبت ناک سانپوں کی شکل اختیار کریگا** مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو یہی مال بہت بڑا اژدہا بن کر قیامت کے روز اس کے گلے میں لپٹ جائے گا۔ ایک دوسری حدیث میں آنحضورؐ فرماتے ہیں: ان الذی لا یودی زکوۃ مالہ یخیل الیہ مالہ یوم القیامۃ شجاعا اقرع لہ زبیبتان قال فیلزمہ او یطوقہ یقول انا کنزک انا کنزک (نسائی) جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو یہی (منحوس) مال ایک زہریلا سانپ بن کر اس کی گردن میں لپٹ جائے گا اور کہتا جائے گا میں ہوں تیرا خزانہ (جسے تو نے فی سبیل اللہ خرچ سے بچا بچا کر جمع کیا تھا۔ میں ہوں تیرا خزانہ۔" اپنی ضرورت سے زائد مال موجود ہو اور کوئی ضرورت مند اس سے سوال کرے تو اس کی حاجت برآری نہ کرنے والے کا قیامت کے روز برا انجام ہوگا۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا: لا یاتی رجل مولاہ یسئلہ من فضل عندہ فیمنعہ ایاہ الا دعی لہ یوم القیامۃ شجاع یتلمظ فضلہ الذی منع (نسائی) کوئی آدمی اپنے رفیق کے پاس آئے اور اس سے اس کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فاضل مال میں سے کچھ مانگے اور وہ اسے دینے سے انکار کر دے تو قیامت کے دن اس کے لیے ایک بڑا سانپ بلایا جائے گا۔ جو اپنے پھن نکال کر اس فاضل چیز کے پیچھے دوڑے گا۔ جسے دینے سے انکار کیا گیا تھا۔

اپنی حیثیت کے مطابق ان جائز ضروریات پر خرچ نہ کرنا بھی اسلام کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے۔ بخیل لوگ عوامی فلاح و بہبود کے کاموں میں مال خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں اور صرف بینک بیلنس بڑھانے کی سعی و فکر میں رہتے ہیں۔ ایسا مال جو نہ تو تجارت و صنعت میں لگایا جائے۔ نہ اپنے اور اہل و عیال کی ضروریات میں خرچ کیا جائے، نہ حاجت مندوں کی احتیاج پوری کرے اور نہ فی سبیل اللہ کاموں میں خرچ ہو تو ایسے مال داروں کے لیے کہیں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ، يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ (الھمزۃ) تباہی ہے ہر عیب جو نکتہ چین کے لیے جو اپنا مال جمع کرتا اور اسے گن گن کر رکھتا ہے۔ گمان کرتا ہے کہ یہ مال اسے سدا زندہ رکھے گا۔

ایک حدیث سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اپنی جائز ضروریات اور اصحاب حقوق کے حق ادا کرنے کے بعد اگر فاضل مال موجود ہو تو اس سے ضرور کوئی نہ کوئی کام لینا چاہیئے جس سے مزید اقتصادی طاقت میں اضافہ ہو اور یا اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دینا چاہیئے کہ اس کے لیے یہی بہتر ہے۔ قال رسول الله يا ابن آدم انك ان تبذل الفضل خير لك وان تمسكه شر لك ولا تلام على كفاف وابدأ بمن تعول واليد العليا خير من اليد السفلى (مسلم کتاب الزکوۃ)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اے آدم کے بیٹے تیرے لیے فاضل مال کا (خدا کی راہ میں) خرچ کر دینا ہی بہتر ہے اور اسے روک لینا برا ہے۔ اپنی ضروریات کی تکمیل کرنے کی حد تک تجھ پر کوئی ملامت نہیں۔ اور خرچ کرنے میں ابتدا ان لوگوں (پر خرچ کرنے) سے کرو جن کی پرورش تمہارے ذمہ ہو اور دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔" اور اسلامی معاشرے میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ اصحاب صفہ کے بارے میں ایک مثال کافی ہوگی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان اصحاب الصفه کانوا اناسا فقراء وان رسول الله قال مرة من کان عندہٗ طعام اثنتین فلیذهب بثالث و من عنده طعام اربعة فلیذهب بخامس بسادس اوکما قال وان ابا بکر جاء بثلاثة فانطلق النبی بعشرة (مسند احمد) اصحابِ صفّہ غریب لوگ تھے۔ ایک بار رسول اللہؐ نے فرمایا جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ اصحاب صفہ میں سے ایک تیسرے کو بھی لے جائے جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ پانچویں کو لے جائے چھٹے کو لے جائے یا جو بھی آپ نے فرمایا: ابوبکرؓ تین آدمیوں کو ساتھ لائے۔ اللہ کے نبیؐ دس آدمیوں کو ساتھ لے گئے۔" یہ ہے قائد تحریک اور اس کے ساتھیوں کا اپنا عمل، جس کے خلوص اور صداقت نے لوگوں کے دل اپنی طرف کھینچ لیے تھے۔ اور یہ ثابت کر دیا تھا کہ اللہ کا دین ضرورتمندوں اور شکستہ حال لوگوں کا کس قدر خیر خواہ و ہمدرد اور کس حد تک حامی ہے۔

صاحب حیثیت لوگوں کو آنحضورؐ کے اس حکیمانہ ارشاد پر غور کرنا چاہیئے: هل تنصرون وترزقون الا بضعفائکم (بخاری) معاشرے کے کمزور افراد کے ذریعہ تمہاری امداد کی جاتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔" پھر ایسے لوگوں کو نظر انداز کر دینا انتہائی ناشکری ہے۔ معاشرے کی بنیادی ضروریات رکی ہوئی ہوں اور وہ کھانے پینے کی اشیاء پوشاک لباس مکان، علاج یا تعلیمی ضروریات کے بارے میں اشیائے ضرورت کی کمی اور نایابی محسوس کرتے ہوں۔ تو ایسی حالت میں جو شخص گراں فروشی اور زیادہ منافع کمانے کی غرض سے روک رکھے۔ تو اس کے بارے میں آنحضورؐ نے فرمایا:

من احتکر طعاما اربعین یوما فقد برئ من الله و برئ الله منه وایما اهل عرصة اصبح فیهم امرء جائعا فقد برئت منه ذمة الله (حاکم، مسند احمد) جس شخص نے چالیس دن غلہ کو روکے رکھا وہ اللہ سے الگ ہو گیا۔ اور اللہ اس سے الگ ہو گیا اور جس بستی میں کوئی شخص فاقہ سے رات گزارنے پر مجبور ہو تو اس کی سلامتی سے اللہ بری ہے۔

ایک اور حدیث میں بھوکے پڑوسی کا حق اس طرح واضح فرمایا: یقول لیس المومن

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بِالَّذِی یَشْبَعُ وَجَارُہٗ جَائِعٌ اِلٰی جَنْبِہٖ (مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی و حاکم) رسول اللہ فرماتے ہیں کہ مومن وہ نہیں ہے جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کے پہلو میں اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔

ایسے حالات میں جبکہ عوام ضروریاتِ زندگی کے انتہائی محتاج ہوں اور اسی معاشرے میں بعض خوش حال لوگ اپنی تجوریاں بھرنے، شاندار محلات بنانے اور اپنی عیش پرست زندگی کے مطالبات پورا کرنے میں لگے ہوئے ہوں تو اسلام اس صورت حال کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ مخصوص حالات میں مصارف اسراف کی حد میں داخل نہ ہونے پائیں کیونکہ اسلام انسانی زندگی کو ایک اہم مقصد کے قیام کے لیے ضروری سمجھتا ہے۔ علامہ شاطبی لکھتے ہیں بنیادی ضرورتوں کو نظر انداز کر کے چند افراد تعیشات میں مال ضائع کرنا شروع کر دیں تو یہ اسراف ہے اور اسلام فرد کی بنیادی ضروریاتِ زندگی کو ضروری قرار دیتا ہے (الموافقات ج ۲ ص ۱۷)

ایک انصاری کا واقعہ ہے کہ آنحضور ؐ ایک بار شہر سے باہر نکلے تو ایک بلند و بالا گنبد نما مکان نظر آیا۔ آپ کو بتایا گیا۔ کہ فلاں انصاری کا ہے۔ آپ اس وقت خاموش رہے۔ ایک مجلس میں وہی شخص آ کر آپ کو سلام عرض کرتا ہے۔ لیکن آپ نے اسے جواب نہیں دیا۔ اس نے آپ کی ناراضگی محسوس کر کے اپنے دوستوں سے اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے ساری صورتِ حال کہہ دی۔ یہ سن کر وہ شخص واپس گیا اور اپنے قبہ کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا آنحضور ؐ پھر ایک دن باہر تشریف لے گئے تو وہ مکان نظر نہ آیا۔ آپ نے صورتِ حال پوچھی تو لوگوں نے اس کے مالک کا حال بیان کیا۔ اس پر رسولِ اکرم ؐ نے فرمایا: اَمَا اِنَّ کُلَّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلٰی صَاحِبِہٖ اِلَّا مَا لَا بُدَّ مِنْہُ (ابوداؤد، کتاب الادب، ابن ماجہ) آگاہ رہو کہ ہر عمارت اپنے مالک کے لیے وبال ثابت ہو گی سوائے اس کے جو انتہائی ناگزیر اور ضروری ہو" معاشرے میں حاجت مندوں اور ضرورت مندوں کی بنیادی ضروریات پوری نہ ہو رہی ہوں۔ بے کس و بے خانماں افراد کی کثیر مقدار موجود ہو یا بے روزگاری عام ہو تو ایسے حالات میں سرمایہ دار اور دولت مند حضرات کے لیے ہرگز یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے ذاتی آرام و آسائش میں اپنے تمام وسائل کھپا دیں۔ شکستہ حال اور محتاج انسانوں کی ضروریات سے غافل ہو جائیں۔ عیش کوشی اور تنعم انسان کو اسراف کی طرف لے جاتے ہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بالآخر شیطان سے رابطہ جوڑ دیتے ہیں۔ اس کے بعد انسان کا ضمیر مُردہ اور اخلاقی حس نابود ہو جاتی ہے۔ غور کیجئے کہ اسلام زکوٰۃ کے ذریعہ مال کو مسلمان بنا کر انسانی معاشرے اور سماج کی کتنی اہم خدمت سرانجام دیتا ہے اور انسان کو جُود وسخا کے کتنے بلند مقام پر پہنچاتا ہے دنیا میں اگر کچھ لوگ قانون کی گرفت سے بچ بھی گئے۔ تو مال کی محبت اور زکوٰۃ کی چوری قیامت کے روز خوفناک شکل اختیار کر کے بخیلوں کو سزا کا مزہ چکھاتی رہے گی اور مکافاتِ عمل سے پیدا شدہ غضب ناک سانپوں کی زہر سوزاں بخیلوں کی رگ رگ میں آگ لگاتی چلی جائیگی یہ سانپ اس کے اپنے ہی طرزِ عمل کی مثالی شکل بن جائیں گے۔ اگر کوئی سعادت مند اور ہوشیار انسان ان سانپوں سے محبت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ تو پھر اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے میں دریغ نہیں ہونا چاہیئے۔ سخاوت و فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ نہ صرف قومی و اجتماعی فلاح و بہبود کا ایک واضح راستہ ہے بلکہ یہ خود مالدار اور خوش حال افراد کے حق میں بھی کامیابی اور امن و سلامتی کی ضمانت ہے۔ معاشرے کا امن و سکون اور معاشی و سیاسی ترقی میں ان افراد کا کردار بڑی اہمیت رکھتا ہے، اگر معاشی و اخلاقی بگاڑ عام ہو جائے تو خود مالداروں کے لیے بھی امن و تحفظ کا مسئلہ خطرے میں پڑ سکتا ہے۔ کاروباری اور صنعتی ترقی رک جاتی ہے۔ قرآن ان اجتماعی نقصانات سے آگاہ کرتا ہے۔ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (آل عمران: ۱۸۰) وہ لوگ جو (فی سبیل اللہ) خرچ کرنے میں بُخل کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کی ہیں۔ یہ ہرگز نہ سمجھیں کہ ایسا کرنا ان کے حق میں اچھا ہوگا بلکہ یہ بات ان کے لیے بہت بُری ہے۔ قیامت کے دن وہ چیزیں جن میں یہ بخل سے کام لیتے تھے۔ طوق بنا کر انہیں پہنا دی جائیں گی۔

دل کی آمادگی کے بغیر زکوٰۃ قبول نہیں ہوگی

جبر و اکراہ کسی معاملے میں بھی اسلام میں ناپسندیدہ ہے۔ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کے بعد اپنے مال کی زکوٰۃ بھی اسی خوش دلی، رضامندی اور طبعی رغبت کے ساتھ ادا کرنی چاہیئے۔ جس خوش دلی کے ساتھ نماز ادا کی جاتی ہے۔ قانونی دباؤ سے وصول کرنے کی نوبت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہی نہ آئے۔ اسلامی تعلیمات پر جن کا دل مطمئن نہ ہو یا اسلامی احکامات کو جو لوگ اپنے لیے ایک بوجھ سمجھتے ہیں۔ قرآن میں ایسے منافقین کا کردار اس لیے سامنے لایا گیا ہے تاکہ مسلمانوں کو عبرت ہو۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا (توبہ: ۹۸) اور ان بدویوں میں ایسے ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو راہ خدا میں اگر کچھ خرچ کرتے ہیں تو اسے اپنے اوپر زبردستی کی چٹی سمجھتے ہیں۔ وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلٰوةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ إِلَّا وَهُمْ كَارِهُوْنَ (توبہ: ۵۴) ان کے دیے ہوئے مال قبول نہ ہونے کی کوئی وجہ اس کے سوا نہیں ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کفر کیا ہے۔ نماز کے لیے آتے ہیں تو کسمساتے ہوئے آتے ہیں اور راہ خدا میں (کبھی) خرچ کرتے ہیں تو بادلِ نخواستہ خرچ کرتے ہیں۔" جنت میں داخل ہونے والوں کی صفات میں ایک نمایاں صفت یہ بیان کی گئی ہے۔ اعطی الزکوۃ طیبۃ نفسہ (طبرانی) جو پوری ایمان داری اور دلی رغبت کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرتا رہا" مال و دولت کی محبت، دوسروں کی بھلائی و خیر خواہی میں خرچ کرتے وقت انسان کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے اور دولت کے بچاؤ کے لیے مختلف حیلے ایجاد کرتی رہتی ہے۔ اسلام اس محبت کو اللہ کی محبت میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اس کے بعد یہ دولت دلی خوشی اور کامل آمادگی کے ساتھ خدائی مصارف میں خرچ ہوتی ہے اور اسی پر اجر بھی مرتب ہوتا ہے اور یہی انسان کی روح و اخلاق کے تزکیہ کا سبب بن سکتی ہے۔

بدعمل اور بددیانت لوگوں کے ذریعہ اسلام کے قانون نافذ نہیں ہو سکتے

زکوٰۃ اور عشر کی مقررہ مقدار اگر دیانت دار ہاتھوں کے ذریعہ صحیح طور پر وصول ہو اور ایسے ہی باکردار اور خدا ترس انسانوں کے ذریعہ تقسیم بھی کی جائے تو معاشرے سے غربت، بے روزگاری اور معاشی ناہمواری کا بہت جلد خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اور مسلمان معاشرے کی تمام اصلاحی اور سماجی ضرورتیں بخوبی پوری ہو سکتی ہیں۔ ہمارے ملک میں کروڑوں نہیں بلکہ اربوں روپے کی زکوٰۃ سالانہ بنتی ہے۔ اگر اس کی وصولی اور تقسیم کا صحیح نظم قائم ہو تو ہمارے دینی مدارس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طلباء، بیواؤں، یتیموں اور معذور و محتاج لوگوں کی ضروریات بخوبی پوری کی جا سکتی ہیں لیکن اس کے لیے مکمل اسلامی نظام کا قیام ضروری ہے۔ کیونکہ اسلام کا کوئی ایک جزو لے کر وہ نتائج حاصل نہیں کیے جا سکتے۔ جن کی ضمانت و بشارت اسلام دیتا ہے۔ پہلے عوام میں اسلامی احکام کی تعلیم عام کرنے کی ضرورت ہے۔ جس کی بنا پر لوگوں میں اسلامی قوانین کا شعور ان کی حکمت و فلسفہ، ان کی افادیت اور ان کا احترام پیدا ہو۔ تاکہ لوگ دل کی پوری آمادگی و خوشی سے خود زکوٰۃ لے کر نکلیں، زکوٰۃ چوری کا ارتکاب بھی نہیں ہوگا۔ اور دلوں میں خود بخود معاشرے کی بہبود کا احساس پیدا ہوگا۔ طاقت کی چھڑی گھمانے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوگی۔ اگر اسلامی نظام کے اس اہم رکن (نظامِ زکوٰۃ) پر پوری توجہ دی جائے اور اس کی کامیابی کے لیے دیگر متعلقہ پہلوؤں کا بھی بغور جائزہ لیا جائے، تو معاشی ناہمواری کا مسئلہ حل کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی، لیکن اگر زکوٰۃ تقسیم کرنے والے ہاتھ دیانت دار نہ ہوں تو زکوٰۃ کا اکثر حصہ بددیانتی کے پیٹ میں چلا جائے گا۔ وصول کنندہ کا انگوٹھا ۵ روپے پر لگوایا جائے گا۔ اس کے بعد یہ ہندسہ ۵۰ سے ۵۰۰ روپے تک بڑھایا جائے گا۔ جیسا کہ اخبارات میں حالات شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ۵ روپے سے سائل زکوٰۃ کا تو کچھ نہ بنے گا۔ البتہ بددیانتی کا کام ۵۰۰ سے چل جائے گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ زکوٰۃ تقسیم کنندہ خدا ترس دیانت دار اور صاحب کردار ہوں، تاکہ زکوٰۃ معقول طریقہ پر مستحقین کی کفالت کر سکے۔

مُستحقینِ زکوٰۃ

ذرائع آمدن کے مقابلے میں مصارفِ زکوٰۃ کی اہمیت کے پیشِ نظر انہیں کسی حاکم اور کسی انسان کی خواہش پر نہیں چھوڑا گیا۔ بلکہ خود قرآن نے انہیں متعین کر دیا ہے اور ان میں رد و بدل کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِي

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (توبہ ۶۰)

یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے ہیں جو صدقات کے (انتظام کرنے) کے کام پر مامور ہوں اور ان کے لیے جن کی تالیفِ قلب مطلوب ہو۔ نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہِ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لیے ہیں۔ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا دانا ہے۔" دیگر مصارف سے قطع نظر ہمارا موضوع چونکہ فقراء مساکین اور انفاق فی سبیل اللہ سے متعلق ہے اس لیے انہیں کے بارے میں گفتگو کی جائے گی۔

فقیر اور مسکین چونکہ معاشرے میں عام ہوتے ہیں۔ یہ دونوں صاحبِ احتیاج ہوتے ہیں فقیر تو وہ ہے جو اپنی ضرورت سے کم معاش پانے کی وجہ سے امداد کا محتاج ہے (لسان العرب) مسکین کی تعریف حدیث میں یہ آتی ہے: ولکن المسکین الذی لا یجد غنی یغنیه ولا یفطن به فیتصدق علیه ولا یقوم فیسئل الناس (بخاری مسلم) مسکین وہ ہے جو اپنی حاجت بھر مال نہیں پاتا اور نہ پہچانا جاتا ہے اور نہ کھڑا ہو کر لوگوں سے مانگتا ہے۔" یہ شریف اور غریب آدمی زکوٰۃ کا زیادہ مستحق ہے۔ حضرت عمرؓ مسکین کی تعریف یہ فرماتے ہیں۔ ایسا شخص جو نہ کما سکتا ہو اور نہ کمانے کا موقع پاتا ہو۔" اس تعریف کی روشنی میں اپاہج بوڑھے، دائم المریض، بے روزگار جو عارضی طور پر کمانے سے معذور ہو گئے ہوں، اس طرح غریب بچے جو ابھی کمانے کے قابل نہیں۔ یہ سب لوگ بجا طور پر زکوٰۃ کے مستحق ہیں۔ ان کے علاوہ وہ لوگ جن کے پاس نہ اتنا مال ہو اور نہ ایسا کاروبار، جس سے وہ اپنی ضرورتیں پوری کر سکیں۔ یا دینی تعلیم کا انہماک، اور مصروفیت انہیں کوئی روزگار اختیار کرنے کی مہلت نہ دیتی ہو۔ ان کی خودداری کسی سے سوال کرنے کی اجازت بھی نہیں دیتی۔ انہیں زکوٰۃ فنڈ سے امداد ملنی چاہیئے۔ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا (بقرہ: ۲۷۳) خاص طور پر مدد کے مستحق وہ تنگ دست لوگ ہیں جو اللہ کے کام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں ایسے گھر گئے ہیں کہ اپنے ذاتی کسبِ معاش کے لیے زمین میں کوئی دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے، ان کی خودداری دیکھ کر ناواقف آدمی گمان کرتا ہے کہ یہ خوش حال ہیں۔ تم ان کے چہروں سے ان کی اندرونی حالت پہچان سکتے ہو، مگر وہ ایسے لوگ نہیں ہیں کہ لوگوں کے پیچھے پڑ کر کچھ مانگیں۔"

حالات کے مطابق تعلیم حاصل کرنے والوں کی کفالت اور امداد اس بناء پر بھی فوقیت رکھتی ہے۔ کہ وہ علم کی روشنی حاصل کرنے کے بعد نہ صرف اپنی زندگی بلکہ بے شمار دوسرے لوگوں کی زندگیاں سنوارنے کے اہل ہوں گے۔ اور علم کی اہمیت کون نہیں جانتا۔ خدا اور رسول کے احکامات، حق داروں کے حقوق، اس کے علاوہ حق و باطل اور نیک و بد کا شعور تو اسی مذہبی تعلیم ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ حق شناس اور حق رساں بنانے میں اسلامی تعلیمات بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ فقراء و مساکین ایک فرد کی حیثیت سے ہمدردی و تعاون کے محتاج ہیں۔ لیکن ایک عالمِ دین بے شمار لوگوں کی اصلاح و ہدایت کا رہنما بنتا ہے۔"

مذکورہ حدیث کی روشنی میں رسولِ اکرم ﷺ نے جن لوگوں کو مستحقِ امداد سمجھا ہے۔ ان میں اکثریت انہیں لوگوں کی ہے جو خود دار اور شریف گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ رہائشی مکان کے مالک ہیں۔ لیکن ان پر کسی وجہ سے تنگ وقت آ گیا۔ یا کسی قسم کی جسمانی اور ہنگامی معذوری نے انہیں بے بس بنا دیا ہے۔ یا محنت مزدوری سے اتنی آمدنی نہیں ہو پاتی جس سے ان کی بنیادی اور جائز ضروریات بخوبی پوری ہو سکیں۔ یہ سب نظامِ زکوٰۃ کی توجہ کے نہایت مستحق ہیں۔

امام حسن بصری رحمہ سے پوچھا گیا۔ کہ اگر کسی شخص کا مکان بھی ہو اور خادم بھی لیکن اس کے معاشی حالات غیر کفیل ہوں۔ تو کیا اسے زکوٰۃ دی جا سکتی ہے، تو آپ نے فرمایا۔ اگر اس کے اسی قسم کے حالات ہوں تو ایسے ضرورت مند کو زکوٰۃ لینے میں کوئی حرج نہیں۔
(الاموال لابی عبید القاسم بن سلام ص ۵۵۶)

امام احمد رحمہ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا۔ کہ جس کی غیر منقولہ جائیداد بھی ہے اس سے آمدنی بھی ہوتی ہے۔ دس ہزار درہم یا اس سے کم و بیش کی جائیداد ہو مگر اس کی آمدنی سے اس کی ضروریات پوری نہ ہوتی ہوں تو کیا وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے؟ آپ نے فرمایا:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زکوٰۃ میں سے کچھ رقم لے سکتا ہے (المغنی مع شرح الکبیر ج ۲ ص ۵۲۵)۔

علمائے احناف کے نزدیک بھی ایسے آدمی کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے جس کے پاس گھر میں ضرورت کی ہر چیز موجود ہو۔ لیکن پھر بھی اس کی ضروریات پوری نہ ہوتی ہوں۔ ان کا استدلال خواجہ حسن بصری رح کی مذکورہ روایت سے ہے کہ جس شخص کے پاس گھوڑا، ہتھیار، خادم، دس ہزار درہم مالیت کا مکان ہوتا تھا صحابہ کرام اسے بھی زکوٰۃ دے دیا کرتے تھے۔ اس لیے کہ یہ چیزیں تو انسان کی لازمی ضروریات ہیں۔ جن کے بغیر چارہ نہیں۔ ان کی ایسی ضروریات جن کے وہ محتاج ہوں انہیں زکوٰۃ سے امداد دی جا سکتی ہے۔ استحقاقِ زکوٰۃ کے معاملے میں ان کا ہونا، نہ ہونا برابر ہے (بدائع الصنائع للکاسانی ج ۲ ص ۴۸)

امام نووی کا قول ہے کہ اگر کسی محنت مزدوری کرنے والے کو کوئی موزوں کام نہ ملے جس سے وہ معاشی ضروریات پوری کر سکے تو اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے کیونکہ وہ عاجز ہے۔ (المجموع ج ۶ ص ۱۹۱) ایک اور مقام پر اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص محنت مزدوری کرنے کے باوجود حسبِ ضرورت و کفایت کما نہیں سکتا۔ تو وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے۔ اور زکوٰۃ صرف انہیں لوگوں کے لیے نہیں ہے جن کے پاس کچھ نہ ہو یا وہ کسی شے کے مالک نہ ہوں بلکہ اسے بھی دی جا سکتی ہے جن کے پاس اتنا مال نہ ہو جس سے اس کی تمام جائز ضرورتیں پوری ہو سکیں۔ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ کام کے قابل ہونے کے معاملے میں قابلِ لحاظ بات یہ بھی ہے کہ آدمی کو اس کے مناسب شایانِ شان کام نہ مل رہا ہو۔ کیونکہ جو کام اس کے شایانِ شان نہ ہو وہ اگر مل بھی سکتا ہو تو وہ نہ ملنے کے برابر ہے۔ (المجموع، ج ۶، ص ۱۹۰)

مثلاً ایک تعلیم یافتہ آدمی سے نہیں کہا جا سکتا۔ کہ تمہیں حمّالی اور محنت و مشقّت کا کام مل سکتا ہے لہٰذا تم بے روزگار نہیں ہو اور زکوٰۃ میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔

علامہ آلوسی رح فی سبیل اللہ کی تعریف میں لکھتے ہیں: قیل المراد طلبۃ العلم واقتصر علیہ فی الفتاوی الظہیریۃ وفسرہ فی البدائع والصنائع بجمیع القرب فیدخل فیہ کل من سعی فی طاعۃ اللہ وسبیل الخیرات (روح المعانی)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس سے طالب علم بھی مراد لیے گئے ہیں اور فتاویٰ ظہیریہ میں اس مد کو طلباء تک ہی محدود کیا گیا ہے۔ لیکن البدائع والصنائع میں اس کی تفسیر یہ کی گئی ہے۔ کہ اس میں اللہ سے قریب لانے والے سارے کام شامل ہیں۔ چنانچہ جو کوئی اطاعتِ اسلام اور بھلائی کے راستے میں دوڑ دھوپ کرے گا وہ اس میں داخل ہے۔

ان کے علاوہ ابن عربی مالکی فی سبیل اللہ کی تعریف میں لکھتے ہیں: قال مالك سبل الله كثير (احکام القرآن) امام مالک فرماتے ہیں کہ سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستے بہت سے ہیں۔ سیرت النبی ج ۵ میں سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔ اکثر فقہا نے فی سبیل اللہ سے مراد صرف جہاد لیا ہے مگر یہ تحدید صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ یہاں فی سبیل اللہ سے مراد بالاتفاق جہاد نہیں بلکہ ہر نیکی کا کام مراد ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک یہ بات مُسلّم ہے۔ کہ فی سبیل اللہ سے مراد دین کے تحت تمام علمی و عملی سرگرمیاں ہیں۔ خواہ تلوار سے، قلم سے، زبان سے یا ہاتھ پاؤں کی محنت و مشقت یا دوڑ دھوپ سے جاری ہوں۔ علمائے سلف کے نزدیک اس کا مفہوم ان مساعی تک محدود ہے جو خدا کے دین کو قائم کرنے اس کی تبلیغ و اشاعت اور اسلامی ممالک کا دفاع کرنے کے لیے کی جائیں۔ دینی تعلیم کو عام کرنے اور اس کی منصفانہ پالیسیوں سے عوام کو متعارف کرنے کے لیے مذہبی لٹریچر کی اشاعت ضروری ہے۔ کیونکہ ملحد اور غیر مسلم نظاموں نے عوام کو گمراہ کرنے کے لیے اپنے نظریات و افکار کے زہریلے پراپیگنڈے سے ذہنوں کو مسموم بنا دیا ہے، اسلام ایک جامع نظامِ حیات ہے۔ تو ہر پہلو سے اس کی اصل تعلیمات سے لوگوں کو آگاہ کرنا ضروری ہے۔ کتابوں، رسالوں اور دیگر جرائد میں اس کی خوبیوں کی پُرزور تشہیر ہونی چاہیئے۔ اور اس کی تبلیغ و تشہیر کے تمام ترقی یافتہ ذرائع استعمال میں لے آنے چاہئیں۔ جیسا کہ حدیث سے واضح ہوتا ہے: قَالَ جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ (ابوداؤد، نسائی، دارمی)۔ رسول اللہ فرماتے ہیں۔ مُشرکین (اور اعدائے اسلام) کے خلاف اپنے مال و جان اور زبان کے ساتھ جہاد کرو، اس میں مال جان زبان اور اوقات کی وہ تمام سعی و کوشش شامل ہے جو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غیر مسلموں کے اسلام دشمن عزائم اور زندگی میں پھیلائی ہوئی ان کی تمام اقتصادی، تعلیمی، نظریاتی تہذیبی اور سیاسی گمراہیوں کے خلاف تعلیمی، تبلیغی اور اصلاحی اداروں کی شکل میں سرانجام دی جارہی ہو۔ قتال کے مقابلے میں جہاد وسیع المعنی لفظ ہے۔ گرم جنگ کے موقعہ پر سامانِ جنگ اور اس کے لوازمات پر بھی زکوٰۃ کا مال خرچ ہوتا ہے۔ اور سرد جنگ کے موقعہ پر ضرورت کے مطابق امورِ خیر کی سرانجام دہی میں مطلوبہ وسائل زکوٰۃ کی مد سے اختیار کیے جاسکتے ہیں۔

غیر مستحقینِ زکوٰۃ

پیدائشی معذوری، جسمانی یا ذاتی کمزوری مثلاً صغر سنی، نسوانیت، ضعیف العقلی یا دماغی اختلال، کبرسنی، آفت رسیدگی، کسی خطرناک بیماری کی وجہ سے کام کرنے سے عجز و درماندگی یا کوئی کام کرسکتا ہو، تو شایانِ شان کمائی کا کوئی جائز اور حلال ذریعہ نہ پاتا ہو جس سے اس کی آمدنی کفایت نہ کرتی ہو۔ تو ان سب کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے ہمہ وقتی طالب بھی اسی ضمن میں آتے ہیں۔

ایک حدیث میں آنحضورؐ فرماتے ہیں، لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ (ترمذی، ابوداؤد، احمد، نسائی، ابن ماجہ) صدقہ کسی مالدار اور طاقت ور اور سلیم الاعضا شخص کے لیے جائز نہیں ہے۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر دو شخص آپؐ کے پاس آئے۔ جب کہ آپ زکوٰۃ تقسیم فرما رہے تھے۔ انہوں نے آپ سے مال کے لیے سوال کیا۔ آپؐ نے ان کی طرف نظر اٹھا کر پھر نیچے کرلی..... اس کے بعد فرمایا۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں دے سکتا ہوں (کیونکہ میں تمہارے حالات سے باخبر نہیں ہوں۔) وَلَا حَظَّ فِيهَا لِغَنِيٍّ وَلَا لِقَوِيٍّ مُكْتَسِبٍ (لیکن کسی غنی اور کام کرنے کی طاقت رکھنے والے کے لیے صدقات میں کوئی حق نہیں ہے۔ ابوداؤد، نسائی) اس حدیث میں طاقت ور اور صحیح الاعضا ہونے کی حیثیت سے زکوٰۃ ممنوع اس صورت میں ہے۔ جبکہ کوئی طاقت ور اور کام کرنے کے قابل شخص باوجود شایانِ شان کام ملنے یا اس کے مواقع میسر ہونے کے بیکاری، تن آسانی اور کاہلی کو دل پسند معمول بنالیتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی باپ اپنے بیٹے کو،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بیٹا اپنے باپ کو اور شوہر اپنی بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ اسی طرح وہ انتہائی قریبی عزیز رشتہ داروں کو جن کا نفقہ اس شخص پر واجب ہے زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ البتہ بیوی اگر صاحب نصاب اور مال دار ہو تو اپنے نادار خاوند کو زکوٰۃ دے سکتی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے۔ زینب زوجہ عبداللہ بن مسعود اور ایک اور خاتون کے جواب میں آنحضورؐ نے فرمایا: لھما اجران اجر القرابۃ واجر الصدقۃ (بخاری مسلم) ان بیویوں کے لیے اپنے خاوند کو زکوٰۃ دینے کا دوہرا اجر ہے۔ ایک قرابت کا اور دوسرا صدقے کا۔

شارح مشکوٰۃ صاحب مرعاۃ لکھتے ہیں: والظاھر عندی انہ یجوز دفع زکاتھا الی زوجھا لدخول الزوج فی عموم الاصناف المسلمین فی الزکوٰۃ ولیس فی المنع نص ولا اجماع ولا قیاس صحیح، قال الشوکانی فی الظاھر انہ یجوز صرف زکاتھا الی زوجھا.... فلعدم المانع من ذلک (مرعاۃ) ظاہر بات یہی ہے کہ بیوی کا اپنے خاوند کو زکوٰۃ دینا اس بنا پر جائز ہے کہ وہ بھی عام مسلمانوں کی قسم میں داخل ہے اور اس کی ممانعت میں کوئی صریح نص اجماع اور قیاس صحیح موجود نہیں ہے۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ بیوی کا اپنے شوہر کو زکوٰۃ دینا جائز ہے کہ اس بات سے کوئی مانع موجود نہیں ہے۔" بعض علماء نے اس سے اختلاف بھی کیا ہے لیکن نفقہ واجب کے اصول کے مطابق حدیث کے مقابلے میں کوئی دوسری رائے اہمیت نہیں رکھتی۔

غنی کی تعریف ایک شخص آنحضورؐ سے غنی کی تعریف پوچھتا ہے جس کے لیے سوال کرنا منع ہے۔ آپ نے فرمایا: قدر ما یغدیہ ویعشیہ و قال فی موضع اخر ان یکون لہ شبع یوم او لیلۃ ویوم (ابوداؤد) جس کے پاس صبح کا کھانا اور رات کا کھانا میسر ہو اور ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا جس کے پاس ایک دن کا یا ایک رات اور دن کے لیے پیٹ بھر کر کھانا موجود ہو۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے: ان المسئلۃ لا تحل لغنی ولا لذی مرۃ سوی (ترمذی) رسول اللہ نے فرمایا: غنی اور صحیح الاعضاء شخص کے لیے سوال کرنا حلال نہیں ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سوال سے بچنے کا ذریعہ، مزدوری

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: ایھا الناس ان الطمع فقر وان الایاس غنیٰ (مشکوٰۃ بحوالہ رزین) لوگو! حرص و لالچ سب سے بڑی غربت ہے اور لوگوں کی احتیاج سے بے نیازی اصل غنیٰ ہے۔" ایک اور حدیث میں ارشاد ہے: لان یاخذ احدکم حبلہ فیاتی بحزمۃ حطب علی ظھرہ فیبیعھا فیکف اللہ وجھہ خیر لہ من ان یسئل الناس اعطوہ او منعوہ (بخاری) رسول اللہ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے کر جنگل سے لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لاتا ہے اور اسے فروخت کرتا ہے۔ اسی سے اللہ اس کی ضروریات پوری کر دے گا۔ یہ عمل اس ذلت سے بہتر ہے کہ کوئی شخص عوام سے مانگتا پھرے۔ کوئی اسے دے یا نہ دے۔" ایک بار ایک انصاری آنحضورؐ سے سوال کی غرض سے حاضر ہوا۔ آپ نے اس کی حالت دیکھ کر فرمایا۔ تمہارے گھر میں کوئی سامان ہے؟ اس نے کہا۔ اونٹ کی ایک پالان ہے۔ اور ایک پیالہ۔ آپ نے فرمایا وہ میرے پاس لاؤ۔ آپ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ انہیں کون خریدتا ہے؟ ایک شخص نے ایک درہم میں اور دوسرے نے دو درہم میں خریدنے کا اظہار کیا۔ آپ نے وہ دو درہم میں نیلام کر دیے۔ اس کے بعد فرمایا۔ ایک درہم میں کھانا وغیرہ خرید لو اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑی خرید لاؤ۔ جب وہ لایا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اس میں لکڑی کا دستہ لگا کر فرمایا۔ جاؤ اس کے ذریعہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرو۔ اور پندرہ دن تک میرے سامنے نہ آؤ۔ اس شخص نے اسی کے مطابق عمل کیا۔ پھر ایک دن آیا۔ اس کے پاس دس درہم موجود تھے۔ جس کے ذریعہ اس نے کپڑے اور کھانے کا سامان خریدا۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ کہ باعزت طور پر روزی حاصل کرنا اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے روز سوال کی ذلت سے تمہارے چہرے پر سیاہی کا نشان ہو۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام محنت مزدوری کی روزی کو کس قدر اہمیت دیتا ہے اور مفت خوری اور گداگری کو کس نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ یہ پیشہ اختیار کرنا رُو سیاہی کا سبب ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اسلام جہاں غریب پروری اور حاجت برآری کی ترغیب دیتا ہے دولت مندوں کو، اسی طرح

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وہ عوام کو ذلت کی روزی سے بھی بچانا چاہتا ہے۔ آنحضورؐ نے فرمایا: من طلب الدنیا حلالا استعفافا عن المسئلۃ وسعیا علی اھلہ وتعطفا علی جارہ لقی اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ ووجھہ مثل القمر لیلۃ البدر (بیہقی) جو شخص حلال ذرائع سے روزی حاصل کرے تاکہ سوال کی ذلت سے محفوظ رہے اور اہل و عیال کی ضروریات پوری کرے اور پڑوسیوں سے لطف و احسان سے پیش آئے ایسا شخص جب قیامت کے روز اللہ کے سامنے پیش ہوگا تو اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا۔

مستحقینِ زکوٰۃ کو کس قدر دیا جائے؟

کسی فقیر یا مسکین کو چند ٹکے یا تھوڑی بہت عام طور پر ٹالنے کے لیے جو امداد دی جاتی ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر اسی طرح کا محتاج ہو جاتا ہے۔ اسلام کا مزاج مروت یہ سکھاتا ہے۔ زکوٰۃ اس مقدار میں دی جائے۔ کہ جس سے فقر و فاقہ کا خاتمہ ہو جائے۔ امام نووی "المجموع" میں فرماتے ہیں۔ فقیر و مسکین کو دیے جانے والے مال کے بارے میں ہمارے عراقی اور بکثرت خراسانی اصحاب یہ کہتے ہیں۔ کہ ان دونوں کو اتنا مال دیا جائے جو انہیں ضرورت و احتیاج سے نجات دلا کر مستغنی کر دے یعنی انہیں اتنا مال دیا جائے کہ ہمیشہ کے لیے ان کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے کافی ہو۔

ایسے تجارتی ادارے یا کارخانے بنا کر غریبوں کی ملکیت میں دیے جائیں کہ جو کام کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں وہ زندگی بھر ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔" ایک حدیث میں آنحضورؐ فرماتے ہیں: سوال کرنا صرف تین آدمیوں کے لیے جائز ہے:۔

۱۔ ایک وہ جس پر کسی دیت (قصاص قتل کی رقم کا) یا قرض کا بوجھ پڑ گیا ہو، اس کے لیے سوال کرنا جائز ہے۔ یہاں تک کہ اتنا مال حاصل کر لے کہ اس کی ضروریاتِ زندگی پوری ہو جائیں۔ یا قوتِ لایموت حاصل ہو جائے۔ دوسرا وہ جس کو کسی ناگہانی آفت نے گھیر لیا ہو اور اس کا تمام اثاثہ و مال اس آفت کی نذر ہو گیا ہو۔ اس کے لیے بھی سوال کرنا جائز ہے یہاں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تک کہ اتنا مال حاصل کرے کہ اس کی ضروریات پوری ہو جائیں یا قوتِ لایموت حاصل کر لے تیسرا وہ جس پر فاقہ کشی کی نوبت آ گئی ہو۔ اور اس کی قوم کے تین ذمہ دار باشعور انسان یہ شہادت دیں کہ اس پر واقعی فاقہ کشی کی نوبت آ گئی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اتنا مال حاصل کر لے کہ اس کی ضروریات پوری ہو جائیں یا قوتِ لایموت حاصل کر لے۔ اس کے سوا ہر قسم کا سوال حرام ہے۔ جو کوئی اس طرح مانگ کر کھاتا ہے وہ حرام کھاتا ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ مسلم)

ضرورت پوری ہونے کی حد تک سوال کی اجازت سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ اسے اتنا مال دیا جائے جس سے وہ آلاتِ دست کاری خرید سکے۔ جن کی وجہ سے کوئی صاحبِ صنعت و حرفت یا صاحبِ فن یا تاجر اور کاشت کار وغیرہ اپنی روزی کمانے کے قابل بن سکے کاشتکار کو اتنی رقم دی جائے کہ وہ زمین کا ٹکڑا خرید کر کھیتی باڑی کر سکے۔ بڑھئی، درزی، عطّار، حرّاف اور مستری کو اتنا مال دیا جائے۔ کہ وہ اپنی ضرورت کے آلات خرید کر اپنا کام چلا سکے۔ اگر کسی شخص میں کوئی علمی یا فنی کمال نہ پایا جاتا ہو۔ دائم المریض یا پیدائشی معذور ہو تو عمر بھر کے لیے اسے کافی مال دینا چاہیئے۔ جس کی مدد سے وہ کوئی جائیداد املاک یا مکان و دکان یا زمین کا ٹکڑا وغیرہ خرید کر کرائے پر دے دے، اور اس کی آمدنی سے اپنی ضروریات پوری کرتا رہے۔ بیواؤں اور یتیموں کو ماہانہ یا سالانہ اتنی رقم دینی چاہیئے۔ جس سے اطمینان و سکون کے ساتھ مسلسل ان کا گزارہ چلتا رہے۔ امام شافعی رح اور حنبلی علماء کا یہی مسلک ہے۔ (الانصاف ج ۳ ص ۳۳۸)

حضرت عمر رض کی پالیسی بھی یہی تھی۔ ان کا ارشاد ہے کہ اِذَا اَعْطَیْتُمْ فَاَغْنُوْا جب تم فقیر مسکین کو کچھ امداد دو تو اسے بے نیاز کر دو۔ (الاموال لابی عبید ص ۵۶۵) انہیں بار بار صدقہ دو۔ اگرچہ ان میں سے کسی کے پاس سو اونٹ ہو جائیں۔ (ایضاً) اسی طرح اگر کوئی شخص نکاح کرنے کا ضرورت مند ہے اور اس کے اخراجات برداشت کرنے کے قابل نہیں ہے۔ تو مالِ زکوٰۃ سے اس کی امداد بھی کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ خورد و نوش، لباس، مکان، علاج معالجہ ہی انسانی ضروریات نہیں ہیں۔ بلکہ انسان کے مزید نوعی اور جنسی تقاضے بھی ہیں، جنہیں حلال ذرائع سے بروقت پورا ہونا چاہیئے! اسلام انسان کے جنسی جذبات کو دبانے کا قائل نہیں۔ بلکہ جائز طریقہ سے ان کی تکمیل پسند کرتا ہے۔ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَ اَحْصَنُ لِلْفَرْجِ (بخاری مسلم) تم میں سے جو نکاح کی ذمہ داریاں اور اس کے اخراجات پورا کرنے کی طاقت رکھتا ہو تو اسے نکاح کر لینا چاہیئے۔ کیوں کہ یہ نگاہ کو نیچا رکھتا اور شرم گاہ کی حفاظت کرتا ہے۔" حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کوفہ کے والی زید بن عبدالرحمٰن کو لکھا کہ بیت المال کے فاضل مال میں سے ایسے لوگوں کی امداد کی جائے جنہوں نے شادی کی ہو اور ان کے پاس اخراجات کے لیے نقد نہ ہو۔ (کتاب الاموال ص ۲۵۱) چنانچہ ابو عبید نے کتاب الاموال میں یہ روایت بھی نقل کی ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عاصم کی شادی کر دی۔ اور ایک ماہ تک اسے بیت المال سے خرچ دیتے رہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک شخص کو حکم دے رکھا تھا۔ کہ وہ منادی کرتا رہے کہ کہاں ہیں مساکین کہاں ہیں، قرض دار کہاں ہیں نکاح کرنے والے کہاں ہیں۔ یتامیٰ کہاں ہیں سے ہر ایک کو غنی کر دوں (اموال ابن عُبید)

حاجت مندوں کی بھرپور امداد کرنے کا ایک واقعہ

امام ابو عبید القاسم بن سلام جو اسلام کی مالی فقہ کے ماہر اور حجت سمجھے جاتے ہیں۔ اپنی مشہور کتاب "الاموال" میں حضرت عمرؓ کے دور کا ایک عجیب واقعہ نقل کرتے ہیں۔ ایک روز حضرت عمرؓ دوپہر کے وقت کسی درخت کے سائے میں قیلولہ فرما رہے تھے کہ ایک دیہاتی عورت کسی ایسے آدمی کو تلاش کرتی ہوئی آپ کے پاس آئی جس سے بھلائی کی توقع کی جا سکے۔ کہنے لگی میں ایک مسکین عورت ہوں میرے بچے بھی ہیں۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہ کو زکوٰۃ تقسیم کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ مگر اس نے ہمیں کچھ نہیں دیا، خدا تم پر رحم کرے، ذرا میری سفارش اس کے پاس کر دو۔ آپ نے اپنے خادم یرفاء کو آواز دی اور کہا محمد بن مسلمہ کو بلا لاؤ۔ اس عورت نے کہا۔ اگر تم میرے ساتھ چلو تو میرا کام ضرور ہو جائے گا۔ آپ نے کہا۔ وہ ابھی یہ کام کر دیگا۔ یرفاء، محمد بن مسلمہ کے پاس گیا اور کہنے لگا۔ خلیفہ تمہیں بلاتے ہیں۔ ابن مسلمہ آپ کے پاس آئے اور کہا: امیر المومنین! السلام علیکم۔ یہ سن کر وہ عورت کچھ شرمندہ سی ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے ابن مسلمہ سے کہا۔ بخدا میں تم میں سے بہترین افراد کو زکوٰۃ جمع و تقسیم کے لیے منتخب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرتا رہا ہوں۔ جب خدا تعالیٰ تم سے اس عورت کے بارے میں پوچھے گا تو تم کیا جواب دو گے یہ سن کر محمد بن مسلمہ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اللہ نے نبی صلعم کو ہماری طرف مبعوث فرمایا۔ تو ہم نے ان کی تصدیق کی اور ان کا حکم مانا اور آپ نے احکام خداوندی پر پورا پورا عمل کیا اور فقراء و مساکین کو جو زکوٰۃ کے مستحق تھے انہیں زکوٰۃ دیتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے ان کی روح قبض کر لی۔ پھر اللہ نے حضرت ابوبکرؓ کو مسلمانوں کی خلافت کا موقعہ بخشا۔ آپ نے بھی زکوٰۃ کے معاملے میں سنتِ نبوی پر پورا عمل کیا۔ حتّٰی کہ انہیں اللہ نے موت دے دی۔ اب اگر میں نے تمہیں بھیجا ہے تو اس عورت کو اس سال اور پہلے سال دونوں کی زکوٰۃ دینا۔۔۔۔ پھر آپ نے اس عورت کے لیے ایک اونٹ منگوایا اور اسے کچھ آٹا اور گھی دے کر فرمایا۔ یہ لے لو اور پھر ہمیں خیبر کے مقام پر ملنا۔ کیوں کہ ہم وہاں جا رہے ہیں۔ وہ عورت خیبر کے مقام پر آپ کے پاس حاضر ہوئی تو آپ نے اس کے لیے دو اور اونٹ منگوائے اور فرمایا۔ یہ لے لو یہ اتنے عرصہ کے لیے تمہارے لیے کافی ہیں کہ محمد بن مسلمہ تمہارے ہاں آئے۔ میں نے اسے حکم دے دیا ہے کہ وہ تمہیں سالِ رواں اور سالِ گزشتہ دونوں کی زکوٰۃ کا حصہ دے دے (کتاب الاموال)۔

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے اپنی انقلاب آفرین تعلیم و تربیت سے ایسے سربراہانِ مملکت تیار کیے جنہیں اپنی ذمہ داری اور مسئولیت کا اس قدر احساس ہے، اور حاجت مندوں کے وہ کس قدر خیر خواہ و ہمدرد ہیں۔ زکوٰۃ معاشرے میں معاشی تحفظ کی عمارت کا بنیادی ستون ہے یہ ایک باقاعدہ اور مستقل اعانت ہے۔ اگر کسی مستحق کو نہ پہنچے تو اس کا یہ حق ہے کہ حاکمِ وقت کے پاس شکایت کر کے اپنا حق طلب کرے۔ نیز حضرت عمرؓ کی پالیسی سے یہ بات بھی بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ مستحق کو اتنا دو کہ جو اس کے لیے کافی ہو اور وہ مناسب و معقول معیارِ زندگی مستقل طور پر برقرار رکھ سکے۔

ہمہ وقتی طالب علموں کو بھی جو کسبِ معاش کے لیے فرصت نہیں پاتے۔ زکوٰۃ سے معقول امداد دی جائے جس سے وہ اپنی تعلیم مکمل کر سکیں اور ان کی ذاتی اور تعلیمی ضرورتیں بخوبی پوری ہو سکیں۔ احکامِ دین کی تعلیم حاصل کر کے دین و دنیا کے فرائض احسن طریقے سے سرانجام دیے جا سکتے ہیں اور مسلمان کی پہلی ضرورت ہی علم و آگہی کی روشنی حاصل کرنا ہے اس علمی ضرورت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

کو پورا کرنے والے اولین توجہ کے مستحق ہیں۔

اسلامی بیت المال کو تقویت دینے والے ذرائع :-

○ سرکاری خزانہ کوئی معذور یا بے روزگار ہو جائے یا کسی ایسی بیماری کا شکار ہو جائے جس کی وجہ سے وہ کسبِ معاش سے عاجز ہو تو ایسے محتاج و ضرورت مند افراد کی ضروریات کے لیے سرکاری خزانہ موجود ہو گا۔

○ زکوٰۃ ـــــ مسلمانوں کے جمع شدہ سرمایہ، زیورات، اموالِ تجارت اور مویشیوں پر سالانہ فریضہ۔

○ عُشر ـــــ مسلمانوں کی زرعی اراضی پر مال گزاری۔

○ وقف ـــــ مسلمانوں کی وقف کردہ منقولہ و غیر منقولہ جائداد اور اس کی آمدنی۔

○ عشور ـــــ اموالِ تجارت کی درآمد پر محصول کی آمدنی۔

○ جزیہ ـــــ غیر مسلموں پر سالانہ ٹیکس۔

○ خراج ـــــ غیر مسلموں کی زرعی اراضی پر مال گزاری۔

○ کراء الارض ـــــ سرکاری اراضی کی آمدنی۔

○ خُمس ـــــ معدنیات، دفینوں اور مالِ غنیمت سے حاصل شدہ سامان اور آمدنی۔

○ فے ـــــ جنگی دشمنوں کا چھوڑا ہوا مال اور زمین۔

○ اموالِ فاضلہ ـــــ متفرق آمدنی۔ لاوارث کی جائیداد اور متروکہ دولت ہنگامی حالت میں دولت مندوں سے حاصل کردہ رقومات۔

○ مالی سزائیں ـــــ جُرمانے کی شکل میں حاصل شدہ آمدنی۔

اگر ان ذرائع یا ان میں سے بعض کے ذریعے حاصل شدہ آمدنی سے حاجت مندوں کی ضروریات پوری نہ ہو سکیں۔ اشاعت یا حفاظتِ دین کے سلسلے میں مزید مالی امداد کی ضرورت محسوس ہو تو اسلامی حکومت مال داروں سے بصورتِ ٹیکس یا ہنگامی امداد کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صورت میں مزید وصول کر سکتی ہے۔ ان تمام صورتوں پر غور کرنے سے واضح ہو گا کہ اسلامی نظام میں معاشی ناہمواری دور کرنے اور ناداروں کی امداد کے لیے کس قدر معقول انتظام ہے۔ معاشرے کے تمام افراد کو اگر ضرورت کے مطابق اپنے حقوق ٹھیک وصول ہوتے رہیں تو یہ ایک مثالی معاشرہ ثابت ہوتا ہے۔ جو کہ تمام لادینی نظاموں کو چیلنج کر سکتا ہے۔

غربت اور معاشی تنگی کے خطرات

گزشتہ صفحات میں معاشرے کے خوش حال افراد اور حکومت کے تعاون سے غربت دور کرنے کے اسلامی، اخلاقی اور قانونی وسائل پر تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔ اسلام نہ بے لگام سرمایہ داری کا حامی ہے اور نہ محروم از اخلاق ناداری کو پسند کرتا ہے۔ وہ دونوں کو ایمان و اخلاق کی حدود کا پابند اور ان کے غلط رجحانات کی اصلاح چاہتا ہے۔ مشیتِ الٰہی کے تحت رزق کی جو بھی صورت پیش آئے۔ اسی حال کے اندر ہر انسان اپنی تخلیقی ذمہ داریوں کو نباہنے کا مکلف ہے۔ اس میں جو شخص بھی کوتاہی کرے گا۔ عنداللہ جواب دہ ہو گا۔ خوش حال طبقہ جب محروم الوسائل اور کمزور لوگوں کے حقوق ادا کرتا نظر نہ آئے۔ تو اس حال میں محض صبر و شکر اور قناعت و توکل کے وعظ و تلقین سے نہ غریبوں کا پیٹ بھر سکتا ہے اور نہ انہیں ذہنی طور پر مطمئن کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ معاشی تفاوت سے پیدا ہونے والے اضطراب پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ اسلام کے تمام معاشی عوامل پر توجہ دے کر افراد و معاشرے کے حقوق میں عادلانہ توازن قائم کیا جائے۔ معاشی بدحالی اور غربت اس لیے بھی انتہائی قابلِ اصلاح ہے کہ معدے کی آواز ضمیر کی آواز سے طاقتور ہے۔ اس کے دباؤ سے انسان کے عقیدہ و ایمان اخلاق و کردار اور اس کے فکر و نظر میں بے اعتدالیوں اور بدنمائیوں کے زلزلے پیدا ہو سکتے ہیں، فکر و عقائد کے تزلزل سے دینی اور دنیوی معاملات میں غیر شریفانہ اخلاق اور ضمیر فروشانہ رویہ پیدا ہوتا ہے۔ ایسے مذبذب شخص کو اپنے دین میں معاشی مشکلات کا حل سمجھ میں نہیں آتا۔ مادہ پرستانہ نظاموں کی معاشی خوش حالی کے سرابوں سے جو لوگ اپنی امیدیں وابستہ کر لیں پھر ان کے لیے خدا اور اس کے دینی نظام میں کوئی کشش نہیں رہ جاتی۔ وہ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ خدا کی رزاقی ہم پر ختم ہو گئی ہے۔ آئندہ نسلوں کے راشن کارڈ کون جاری کرے گا۔ اسی فکر اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ذہن کے لوگ زمانۂ جاہلیت میں معاشی تنگ حالی کے خطرے سے بچنے کے لیے اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے۔ قرآن نے اس غلط اندیشی اور درندگی سے سختی کے ساتھ روکا۔ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ (انعام: ۱۵۱) اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے، ہم ہی رزق دیتے ہیں تم کو اور ان کو۔" وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ (بنی اسرائیل: ۳۱) اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو۔ ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔" معاشی تنگی کے ڈر سے افزائشِ نسل کو روکنے کی ہر طرح کی کوششیں ہدایتِ الٰہی سے رُوگردانی کا نتیجہ ہیں۔ افزائشِ نسل کے لیے تعمیری ذرائع اختیار کرنے کے بجائے نسل کشی کے منصوبے کسی قوم کی ہلاکت کا پیش خیمہ ہیں۔ مغربی ممالک اس کے تلخ تجربوں سے اب تک تلخ کام اور اپنی اس حماقت پر نادم ہیں لیکن دیگر ممالک ان کی حماقتوں کو آسمانی وحی سمجھ کر خود اپنی تباہی کو دعوت دے رہے ہیں۔ کثرتِ افراد کے خطرہ سے آج کا ترقی یافتہ انسان بھی اسبابِ معاش کے بارے میں اسی قدیم جاہلانہ سوچ کا شکار ہے۔ اس کے اعداد و شمار کا پیدا کردہ فلسفۂ قلتِ اسباب اسے اپنے خدا سے بدظن کر چکا ہے اور مالتھس کی دہلیز پر خاندانی منصوبہ بندی کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا نظر آتا ہے۔ قرآن واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی پوری مخلوق کی منصوبہ بندی اول دن سے کر چکا ہے۔ جتنے افراد کو وہ دنیا میں لانا چاہے گا ان کے اسبابِ زیست کا انتظام بھی وہ کر چکا ہے۔ قیامت تک یہاں جو بھی پیدا ہوگا۔ اس کی زمین پر پھیلے ہوئے اسبابِ زندگی سے اپنی سعی و کوشش کے مطابق اپنی روزی حاصل کر سکے گا۔

آئندہ آنے والوں کی روزی کے بارے میں تم کیوں ہلکان ہوئے جاتے ہو آخر تمہیں بھی تو ہم ہی روزی پہنچا رہے ہیں۔ تم جب دنیا میں آئے تھے تو کس کی ضمانت سے آئے تھے اور تم کب اپنی روزی پلے باندھ کر آئے تھے۔ تمہاری طرح آئندہ آنے والوں کو بھی ان کی روزی ہم ہی مہیا کرنے والے ہیں۔ مذکورہ آیات میں یہی حقیقت ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ انسان کو خدائی اختیارات اپنے ہاتھ میں لینے کی ناکام سعی نہ کرنی چاہیئے۔ رزق رسانی کے تمام تر اختیارات اس نے اپنے ہاتھ میں لے رکھے ہیں اور وہ بڑے وسیع خزانوں کا مالک ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی کے ذریعہ جو لوگ اپنی آئندہ آنے والی اولاد کو لعنت سمجھ کر روکنا چاہتے ہیں اور اپنی زندگی کا معیار بلند

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رکھنے کے لیے کثرتِ افراد سے بچنا چاہتے ہیں۔ تو یہ معیارِ انسانیت نہیں بلکہ معیارِ حیوانیت ہے کہ حیوان بھی اپنا پیٹ بھرنے کے لیے دوسروں کو سینگ مارتا نظر آتا ہے عالمِ اسباب میں معاشی مسائل کا حل سوچئے۔ قومی خودکشی کی منصوبہ بندی کسی خدا پرست قوم کا شیوہ نہیں ہے۔ اپنی کمائی میں جو لوگ اپنی آئندہ اولاد کی شرکت گوارا نہیں کرتے۔ ان سے یہ توقع نہیں رکھی جا سکتی۔ کہ وہ اپنے بوڑھے ماں باپ بہن بھائی دوست یار اور خلقِ خدا کے معذور کمزور اور محتاج لوگوں کی خدمت کریں گے۔ منصوبہ بندی کا تصور ہی لذت پرستی، خودغرضی، سنگ دلی، بداخلاقی، اور بخل و شقاوت کی پیداوار ہے۔ ایثار و قربانی جیسے مقدس اور پاکیزہ جذبات مادہ پرست اور عیش پسند ذہنیت سے پیدا نہیں ہوتے۔ یہ تصور تو خدا کی رزاقی اور اس کے علم و حکمت پر ایمان ہی متزلزل کر دیتا ہے۔ کسی معاشی خطرے کے پیشِ نظر اپنی اولاد کو قتل کرنا یا اس کی پیدائش کو روکنے کی کوشش کرنا اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔ اور شرک سے کم خطرناک نہیں ہے۔ آنحضورؐ اس بہت بڑے گناہ کی تشریح ان الفاظ میں فرماتے ہیں: ان تقتل ولدك خشية ان يطعم معك (بخاری مسلم ترمذی نسائی) وہ عظیم گناہ یہ ہے کہ تو اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھانے میں شریک ہو جائے گا۔ اسلام کثرتِ افراد کے لیے رزق و معاش کی تلاش کو ایک مقدس فریضہ اور جہاد فی سبیل اللہ کے برابر عمل قرار دیتا ہے۔ اور افزائشِ رزق کے لیے زیادہ سے زیادہ ذرائع و وسائل اختیار کرنے پر زور دیتا ہے۔ وہ تعمیرِ انسانیت کا علمبردار ہے۔ تخریبی منصوبہ سازی غیر اسلامی تہذیب کا خاصّہ ہے۔ اختیارِ اسباب کی اہمیت ایک حدیث سے واضح ہوتی ہے۔ وان كان خرج يسعى على ولده صغارا فهو فى سبيل الله وان كان خرج يسعى على ابوين شيخين كبيرين فهو فى سبيل الله وان كان خرج يسعى على نفسه يعفها فهو فى سبيل الله (ترغیب ج ۳ بحوالہ طبرانی) رسول اللہ فرماتے ہیں اگر کوئی شخص اپنے چھوٹے بچوں کی کفالت کے لیے تلاشِ معاش کے سلسلہ میں نکلتا ہے تو یہ عمل بھی فی سبیل اللہ ہے۔ اگر کوئی اپنے بوڑھے والدین کی خدمت کے لیے معاشی دوڑ دھوپ کرتا ہے تو یہ بھی فی سبیل اللہ ہے۔ اگر کوئی اپنی ذاتی جائز ضروریات پوری کرنے اور ذلت و غربت سے بچنے کے لیے معاش

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی تلاش میں نکلنا ہے تو یہ بھی فی سبیل اللہ ہے۔" غربت و تنگدستی اگر لعنت ہے تو اسلام نے اس سے بچنے کے لیے سعی وعمل کی راہ پیش کی ہے۔ یہ اگر عقائد و اخلاق کو بگاڑنے کا سبب بن سکتی ہے تو اسلام اس کے خلاف جہاد کے لیے محنت و مشقت کو لازم قرار دیتا ہے۔ معاشی سعی و عمل سے جی چرانا نہ صرف غربت و ذلت کو دعوت دینا ہے بلکہ خدا کی ناراضگی مول لینا ہے۔ سب سے بڑی طاقت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ کسی بات کے غیر محسوس اور خطرناک نتائج سے صرف اسی کی پناہ انسان کو بچا سکتی ہے۔ آنحضورؐ ایسی حالت سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں: اللھم انی اعوذ بك من الفقر والقلة والذلة (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) "اے اللہ! میں فقر و فاقہ، قلت مال اور ذلت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔" غربت و تنگ دستی اس لحاظ سے بھی خطرناک ہے کہ کبھی کفر اور فقر اکٹھے چل پڑتے ہیں۔ پھر اس کے بعد اپنے دین و ملت اور ملک و قوم کے مفاد کے خلاف انسان اپنے ضمیر و ایمان کو باطل کی دہلیز پر رکھ دیتا ہے۔ غدر و فریب کی تاریخ میں ایسے لوگ نمایاں کردار ادا کرتے نظر آتے ہیں۔ انہیں باطنی اور اخلاقی خطرات سے بچانے کے لیے آنحضورؐ نے دعاؤں کی تلقین فرمائی: اللھم انی اعوذ بك من الکفر والفقر "اے اللہ! میں کفر اور غربت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔" اللھم انی اعوذ بك من فتنة النار ومن شر الغنیٰ والفقر (ترمذی، ابوداؤد) "خدایا! میں تیری پناہ مانگتا ہوں آگ کے فتنے سے اور مالداری اور مفلسی کے شر سے۔" اَللّٰھُمَّ انی اعوذُ بكَ منَ الجُوعِ فانهُ بِئْسَ الضجیع (ابوداؤد) "خدایا! میں تیری پناہ مانگتا ہوں بھوک سے کیونکہ وہ بدترین چیز ہے جس کے ساتھ رات گزاری جائے۔" غیر صابر اور غیر شاکر قلب سے بھی پناہ مانگنی چاہیئے۔ اللھمّ انی اعوذ بك من علم لا ینفع ومن قلب لا یخشعُ ومن نفس لا یشبع ومن دعوة لا یستجاب (مسلم) "خدایا! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو غیر مفید ہو، اس دل سے جو تیرا خوف نہ کرے۔ اس نفس سے جو کبھی سیر نہ ہو اور اس دعا سے جو قبول نہ کی جائے۔" ان دعاؤں سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ مادی تدابیر اور اسباب بھی اللہ کی مرضی کے خلاف مؤثر ثابت نہیں ہو سکتے۔ اس لیے کسی کام کے لیے مادی ذرائع و اسباب اختیار کرنے کے بعد بھی دل و زبان سے رجوع الی اللہ اور تعلق باللہ کا سہارا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اختیار کرنا بہتر ہے اور جہاں بہ ظاہری اسباب کارگر نظر نہ آتے ہوں اور کسی چیز سے مادی یا اخلاقی اور روحانی خوف محسوس ہو۔ تو اس کے شر سے بچنے کے لیے صرف خدا ہی کی پناہ طلب کرنی چاہیے۔ یہ خدا پرستوں کا رویہ ہے۔ مادہ پرست تو ہمیشہ مادی وسائل و ذرائع کی طرف رجوع کرتے ہیں مومن مادی اور ظاہری وسائل اختیار کرنے کے بعد ان کے مؤثر اور نتیجہ خیز ہونے کا اعتماد و یقین صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر کرتا ہے۔ دعا اور رجوع الی اللہ کی اہمیت یا اس کی افادی حیثیت سے مادہ پرستوں کے بغیر اور کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ دعا اور عمل دونوں مل کر مومن کی دلی تسکین کا سامان بنتے ہیں۔ خدا پر یقین رکھنے والوں کو وہ کسی حال میں مایوس نہیں کرتا۔ دعا روح کی ٹھنڈک ہے اور عمل آسودگی و راحت کی بشارت ؛

غریبوں اور کمزوروں کی امداد اسلامی ریاست کا اہم منشور

حضرت ابوبکرؓ نے تخت خلافت سنبھالنے کے بعد اپنے پہلے خطبہ میں اعلان فرمایا: الضعیف منکم قوی حتی اریح علته انشاء الله (بدایہ و النہایہ ج ۵ ص ۲۴۸) تم میں سے جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے جب کہ خدا کی مدد سے اس کی شکایت دور نہ کر دوں۔ حضرت عمرؓ نے بھی اسی طرح اپنی ذمہ داریوں کا اعلان فرمایا: ولا یدع فقیرا فی لایته الا اعطاہ ولا مدیونا الا قضی عنه دینه ولا ضعیفا الا اعانه ولا مظلوما الا نصرہ ولا ظالما الا منعه عن الظلم ولا عاریا الا کساہ کسوۃ لا شرع شرعة الاسلام ان کی مملکت میں کوئی ایسا محتاج نہ چھوڑا جائیگا جس کی حاجت روائی نہ کی جائے۔ کوئی مقروض ایسا نہ ہوگا جس کا قرض ادا نہ کیا جائے۔ کوئی کمزور ایسا نہ ہوگا جس کی مدد نہ کی جائے۔ کوئی مظلوم ایسا نہ ہوگا جس کی حمایت نہ کی جائے کوئی ظالم ایسا نہ ہوگا جسے ظلم سے باز نہ رکھا جائے۔ کوئی ننگا نہ ہوگا جسے تن ڈھانپنے کے لیے کپڑا نہ دیا جائے۔" تاریخ اسلامی کے یہی وہ روشن مینار ہیں جن کی رہنمائی میں اقتدار و حکومت عوام کے لیے حقیقی خوش حالی اور پائیدار امن و سلامتی کی ضمانت ثابت ہو سکتے ہیں۔ اسلامی نظام میں دنیا و آخرت کے تمام مسائل حل کرنے کی پوری صلاحیت موجود ہے۔ صرف پختہ عزم اور سچے ایمان کے ساتھ اس کی آزمائش ضروری ہے ؛

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اِنفاق فِی سبِیلِ اللہ کی اہمیت

مقررہ زکوٰۃ کے علاوہ فیاضی کی ترغیب

زکوٰۃ کے علاوہ مال داروں پہ مزید ذمہ داری کی حدود، حاجت مندوں کی ضروریات اور اجتماعی امور کے مالی تقاضوں سے متعین ہوتی ہیں۔

اصول یہ ہے کہ مزید انفاق کی ذمہ داری کا تعلق ذاتی مال و املاک کے صرف اسی حصہ سے ہے جو فرد کی اپنی ضروریات سے فاضل ہو۔ اپنی ضروریات کی تکمیل نظر انداز کر کے اہلِ حاجت کی حاجت روائی کے لیے فرد، مکلّف نہیں ہے۔ یہ اصول اس حدیث سے واضح ہوتا ہے قَالَ رسولُ اللہِ یاابنِ آدمَ انک ان تبذل الفضلَ خیرٌ لک وان تمسکہ شر لَکَ وَلَا تلامُ علی کفافٍ وَابْدَأ بِمَنْ تَعُولُ (مسلم کتاب الزکوٰۃ)
رسول اللہ نے فرمایا: اے آدم کے بیٹے! تیرے لیے فاضل مال کا (خدا کی راہ میں) خرچ کر دینا بہتر ہے اور اسے (حاجت مندوں کے ہوتے ہوئے) روک لینا برا ہے۔ اپنی ضروریات کی تکمیل کی حد تک تجھ پر کوئی ملامت نہیں۔ اور خرچ کرنے میں ابتدا ان لوگوں (پر خرچ کرنے) سے کر جن کی پرورش تمہارے ذمہ ہے۔" نیز اس سے پہلے اصحابِ صفہ سے متعلق ایک حدیث ذکر کی جا چکی ہے۔

قرآن اپنے ماننے والوں کے اخلاقیات میں فیاضی و سخاوت ہمدردی و اخوت اور ایثار و قربانی کی روح نہ صرف ہر دم رواں دواں رکھنا چاہتا ہے بلکہ ان کے اخلاق و احسان کو مقامِ کمال تک پہنچانا چاہتا ہے۔ ایسا شخص کسی فوری ضرورت یا کسی مصیبت زدہ و حاجت مند انسان کی بے چارگی دیکھ کر یہ نہیں سوچتا۔ کہ میں ایک بار متعینہ زکوٰۃ ادا کر کے اب دین کے مالی مطالبات سے سبک دوش ہو گیا ہوں۔ دین کی تبلیغ و اشاعت اور اسلامی نظام کے

02497

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قیام کے سلسلہ میں ضروری تقاضے موجود ہوں۔ لادینی نظام فکر و نظر اور تعلیم و تہذیب کے میدان میں اسلام کے خلاف نبرد آزما ہو تو ایسی حالت میں مرد مومن اپنی تجوریوں کے منہ کھول دیتا ہے معاشی جدوجہد میں کمزور اور معذور و محتاج انسانوں کی دست گیری و کفالت میں فراخ دلانہ طور پر پیش پیش رہتا ہے۔ کیونکہ اس کے کریمانہ اخلاق میں اول روز سے یہ مسلّمہ حقیقت ہے۔ وَفِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ط (ذاریات: ۱۹) اور ان کے مالوں میں حق تھا سائل اور محروم کے لیے۔ حدیث میں ایسے فراخ دل اور بلند اخلاق معاشرے کی جو تعریف کی گئی ہے اس سے بھی یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اسلام میں جذبۂ احسان کی حد بندی نہیں کی جا سکتی۔ ہر وقت ہر ضرورت مند اس کی موجِ احسان سے فیض یاب ہو رہا ہے۔ ان فی المال حقا سوی الزکوۃ (ترمذی) (مال داروں کے) مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی (رضا کارانہ طور پر) حق ہے۔" ایک اور حدیث میں ارشاد ہے: ان فی اموالکم حقا سوی الزکوٰۃ (مسند دارمی) رسول اللہ فرماتے ہیں کہ تمہارے اموال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔" جس معاشرے میں فرائض کے بعد بھی رضا کارانہ طور پر اپنے مال میں حاجت مندوں اور دینی تقاضوں کا حق تکمیل تسلیم کیا جائے۔ تو وہاں غربت و افلاس کے جراثیم پنپنے کی نہ فضا قائم رہ سکتی ہے اور نہ معاشی بے اطمینانی کا دھواں کہیں سے اٹھتا نظر آ سکتا ہے۔

مال کی محبّت تمام برائیوں کی جڑ ہے

بے قید سرمایہ داری انسان کی اخلاقی بلندیوں پر پہنچنے کی راہ میں ہمیشہ حائل رہی ہے۔ تنگ دلی، حرص، بخل اور ضمیر فروشی و بزدلی، مال کی محبت سے پیدا ہونے والی کیفیت کا نام ہے۔ پھر اس کے بعد انسان کے سامنے متاعِ دنیا کے حصول اور زیادہ سے زیادہ جلبِ زر کے بغیر اور کوئی مقدس اور بلند نصب العین نہیں ہوتا۔ حبِّ دنیا کا جنون اسے قانون و اخلاق کی پابندیوں سے آزاد کر دیتا ہے۔ آنحضورؐ کا یہ ارشاد اسی حقیقت کی ترجمانی کرتا ہے۔ حبُّ الدُّنیا رَاْسُ کُلِّ خطیئۃٍ (مشکوٰۃ) ہر برائی کی جڑ دنیا کی محبت ہے۔ دراصل متاعِ دنیا ایک فانی اور ناپائیدار چیز ہے۔ فانی کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

محبت و ترجیح انسان کو ان لافانی نعمتوں سے غافل کر دیتی ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے ایمان و عمل صالح کے بدلے میں مخصوص کر رکھی ہیں۔ ابتدائی صفحات میں ہم ذکر کر آئے ہیں، کہ یہ اسباب بھری دنیا انسان کو اس لیے دی گئی ہے کہ یہ اس امتحانی دور میں اپنی زندگی کو برقرار رکھ سکے اور اپنے خالق اور اس کی مخلوق کے حقوق امن و اعتدال کے ساتھ ٹھیک ادا کر سکے اور اس طرح بھلائی کے کاموں میں جو مال خرچ ہو گا وہ خدائی بنک میں جمع ہو گا، دین حق کی سربلندی اور دکھی انسانیت کی خدمت و امداد میں خرچ ہونے والا سرمایہ کسی شخص کے نیک بخت اور دانشمند ہونے کی دلیل ہے۔ اس کے برعکس جو سرمایہ انسان کے نفس و ہوس کے ہیجان خیز تقاضے پورا کرنے اور دنیوی لذائذ سمیٹنے میں صرف ہوتا ہے۔ یہی اس کا ناجائز مصرف ہے۔ یہی حبِّ دنیا ہے جس سے ہر قسم کا ظلم و زیادتی اور ہر قسم کے گناہ اور دوسروں کی حقوق تلفی کا عظیم فساد سر اٹھاتا ہے۔ جس نے دنیا کو حصولِ لذائذ کا میدانِ جنگ بنا رکھا ہے، اسلام اس کا علاج جذبۂ قناعت سے کرتا ہے۔ آنحضور صلعم نے فرمایا: قد افلح من اسلم ورزق کفافاً وقنعہ اللہ بما اتاہ (مسلم) وہ شخص کامیاب ہوا جو اسلام لایا اور اسے رزقِ کفاف دیا گیا اور اللہ کے عطا کردہ رزق پر مطمئن رہا۔ صبر و قناعت کا شیوہ انسان کو روزی کے لیے ناجائز ذرائع سے محفوظ رکھتا ہے۔ پھر اس کی آمدنی سے اس کی ضروریات بھی پوری ہوتی رہتی ہیں۔

انفاق فی سبیل اللہ کی تاکید کس لیے؟

دنیوی مال و اسباب کی محبت سے جب انسانی روح بوجھل ہوتی ہے تو اسلام کا مزاجِ انفاق اس بوجھ کو ہلکا کر دیتا ہے۔ قرآن متاعِ دنیا کی حیثیت واضح کرتا ہے۔ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝ (بقرہ ۲: ۳۶) اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانہ اور معاش مقرر کر دیا گیا ہے۔ وَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ (رعد ۱۳: ۲۶) حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں ایک متاعِ قلیل کے سوا کچھ نہیں۔ قرآن نے معاشی اسباب کو متاع کہہ کر یہ ثابت کر دیا۔ کہ یہ چند روزہ زندگی کا عارضی سامان ہے۔ بذاتِ خود زندگی کا نصب العین نہیں ہے جس کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیے انسان ساری تگ و دو مخصوص کر دے۔ اسلام نے انسانی زندگی کو خدا پرستی کی راہ پر ڈالا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کا معاشی نقطۂ نظر بھی تبدیل کر دیا۔

دنیا پرست آخرت پر چونکہ یقین نہیں رکھتے اس لیے وہ صرف متاعِ دنیا کے لیے جیتے ہیں اور اسی کے لیے مرتے ہیں۔ وہ ہر بات کو مادی میزان میں تولنے کے عادی ہیں جس پلڑے میں ان کی مطلوبہ چیز ہو گی اسی کی طرف جھکتے ہیں۔ ان کے خرچ کرنے کا معیار دنیوی ترقی و خوش حالی اور دنیوی عیش و راحت کا حصول ہے۔

لیکن اس کے برعکس قرآن ایمان والوں کی یہ شان بیان کرتا ہے: وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (بقرہ: ۳) اور جو رزق (سامانِ زیست) ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ (بقرہ: ۲۷۲) اور خیرات میں جو مال تم خرچ کرتے ہو وہ تمہارے اپنے لیے بھلا ہے۔ آخر تم اسی لیے تو خرچ کرتے ہو کہ اللہ کی رضا حاصل ہو۔" آیت مذکورہ میں جس خرچ کی تعریف کی گئی ہے وہ فی سبیل اللہ کے مصارف میں فراخدلی سے خرچ کرنے کے متعلق ہے۔ دنیا میں اللہ کا دین غالب کرنے کے لیے اپنا وقت، مال، ذہنی و جسمانی توانائیاں اور اپنی جان تک بھی قربان کر دینا۔ پھر خدا کی مخلوق سے محض خدا کی رضامندی کے لیے اخلاق و احسان کے ساتھ پیش آنا اسلامی رویۂ بندگی ہے۔ خداوند تعالیٰ نے جسے اپنی پسندیدگی کی سند عطا کی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ انسان کے اندر مادہ پرستانہ اخلاقیات کے خلاف خدا پرستانہ جذبات و اوصاف اور منصفانہ کردار و اخلاق پیدا کرنا چاہتا ہے۔ زکوٰۃ صدقات اور اللہ کو قرضِ حسنہ دینے کی بار بار ترغیب سے یہی مقصود ہے۔ خدا کا سچا ایمان انسان کی عملی زندگی کے ایک ایک گوشے میں جذبۂ انفاق و ایثار اور ذوقِ اخلاص و وفا اس طرح پھیلا دیتا ہے کہ کسی وقت بھی اس کی روانی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ جو شعبۂ زندگی اس کے حیات آفرین اثرات سے محروم رہا وہ لازماً مفلوج ہو گیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انفاق کے فوائد و فضائل بیان کرنے سے قبل اس کے معنی و مفہوم کی تشریح ضروری ہے۔

اِنفاق کا جامع مفہوم، لغوی تشریح کی روشنی میں

انفاق کا مادہ نَفَقَ ہے جب یہ سَمِعَ کے وزن پر آتا ہے۔ تو اس کا معنی ہوتا ہے ختم ہو جانا۔ نَفِقَ الشَّیْءُ وہ چیز ختم ہو گئی۔ نَفَقٌ اس کا مصدر ہو گا۔ جب یہ باب نَصَرَ کے وزن پر آئے تو اس کا معنی ہو گا مال کا خوب زوروں پر فروخت ہونا۔ نَفَقَ الْقَوْمُ اس قوم کی دکان خوب چمکی۔ نَفَاقٌ اس کا مصدر ہو گا۔ نَفَقَةٌ خرچ کی جانے والی چیز۔ نان و نفقہ عام محاورہ ہے۔ نَافِقَاءُ اور نُفَقَةٌ گوہ کا بھٹ جس کے دو منہ ہوتے ہیں ایک دہانے سے داخل ہوتی ہے جب شکاری اس طرف متوجہ ہوتا ہے تو دوسرے دہانے سے نکل جاتی ہے۔ نَفَقٌ اس کوچے کو بھی کہتے ہیں۔ جس کے دونوں دہانے آنے اور جانے کے لیے کھلے ہوں۔ اس سرنگ کو بھی نَفَقٌ کہتے ہیں جس کے دونوں منہ کھلے ہوں۔ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ (انعام: ۳۵) تم میں اگر طاقت ہو تو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈ نکالو۔

نفاق اور منافقت اس دورخی کا نام ہے جبکہ ایک شخص دل میں تو کافرانہ عقیدہ رکھتا ہو لیکن بظاہر زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتا ہے (لغات القرآن)

اب اس لغوی تحقیق کے بعد اس کے تمام معانی کی نسبت سے اِنفاق کا ایک جامع مفہوم یہ واضح ہوتا ہے کہ مومن کے ایک ہاتھ میں اس کی محنت و عمل کا ماحصل آتا ہے اور انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعے اس کے دوسرے ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور جو شخص دین و ملت اور خلقِ خدا کے مفاد میں فراخ دلی سے خرچ کرتا ہے تو یہی وہ کامیاب اور زوروں کی تجارت ہے جو خدا کی راہ میں خوب ترقی کرتی ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ معاشرے کی معاشی اور اقتصادی حالت کو سنبھالا ملتا ہے۔ محتاج و معذور افراد زندگی کا سانس لینے کے قابل بنتے ہیں۔ دوسروں پر خرچ کرنے کے عمل سے روح کو جو بالیدگی و شگفتگی حاصل ہوتی ہے تنگ دلوں اور مادہ پرستوں کے تصور میں بھی نہیں آ سکتی، اللہ کی راہ میں خرچ کردہ مال ثواب و برکت کے لحاظ سے قیامت تک بڑھتا ہی رہتا ہے۔ جبکہ دنیوی اخراجات میں مال گھٹتا اور سمٹتا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہی رہتا ہے۔ اسی سعادت کے حصول کے لیے قرآن میں بار بار انفاق کی ترغیب ملتی ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کے بنیادی مقاصد

پہلا مقصد خود انسان کے اپنے نفس کی اصلاح و تزکیہ ہے۔ اللہ کی رضا کے لیے اللہ کے پسندیدہ کاموں میں مال خرچ کرنے میں جہاں حُبِّ مال کے نظریہ فاسد پر ضرب لگتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی انسان کے قلب و باطن کی رمال کے لالچ سے) تطہیر ہوتی ہے۔ ریا و نمائش کی آلائش سے بچ کر دینی اور ملّی مقاصد میں مال خرچ کرنے سے اس کی روحانیت اور نفسیات پر بھی نہایت پاکیزہ اور گہرا اثر پڑتا ہے۔ اس اہم افادی پہلو کا انکشاف قرآن کے اس حکم سے ہوتا ہے۔ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا (توبہ: ۱۰۳) تم ان کے اموال سے صدقہ لے کر انہیں پاک کرو۔ اور نیکی کی راہ میں انہیں بڑھاؤ" مال و دولت کی بے جا محبت اور لالچ سے ذہن ہلکا ہو جانے کے بعد انسان کا دل نیکی و تقویٰ کے لیے تیار ہو جاتا ہے قرآن و سنت کی روشنی میں وہ اپنے مقصدِ زندگی کی تکمیل اور اپنے نظریہ و مسلک کی تبلیغ و توسیع کے لیے پوری دلچسپی اور لگن کے ساتھ کام کرتا ہے۔ پھر اس راہ میں پیش آنے والی کوئی روکاوٹ اس کے سیل عزم و ہمت کے سامنے ٹھہر نہیں سکتی۔ لیکن تزکیۂ نفس کے لیے اولین شرط یہ ہے کہ انسان جو کچھ خدا کی راہ میں اور خدا کی مخلوق سے ہمدردی و تعاون کی بنا پر خرچ کرے پوری رغبت اور خوش دلی کے ساتھ اور محض اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے کرے۔ قانونی دباؤ یا کسی سیاسی اور دنیوی مصلحت کے تحت ساری دولت بھی خرچ کر ڈالے تو یہ انفاق فی سبیل اللہ نہ ہوگا۔ بلکہ یہ انفاق فی سبیل الدنیا ہوگا۔ اس بنا پر اس کے لیے اجر و ثواب کی توقع بھی عبث ہوگی۔ دنیوی مصلحتوں یا سیاسی دباؤ کے تحت تو منافقین بھی خرچ کرتے رہتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اس انفاق کو ان کے منہ پر دے مارا نیکی و تقویٰ کے لیے ایک خاص پاکیزہ ذہنی اور طبعی رجحان بنانے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے لیے انفاق فی سبیل اللہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس کی مداومت یا اس کے پیہم عمل سے مادہ پرستانہ اور خود غرضانہ جذبات دب جاتے ہیں اور اس کے ذریعہ حُبِّ دنیا کا سانپ جب مر جائے تو پھر زندگی کے ہر پہلو سے اخلاقِ عالیہ کا کمال رُونما ہونے لگتا ہے۔ اگر راہِ خدا میں خرچ کا مطالبہ کرنے سے اس کے دل پہ دَورہ پڑ جائے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ابھی تک اس کا دل حبِّ دنیا کی زلفوں میں اٹکا ہُوا ہے اور اپنے مقدس اور حقیقی نصب العین کے مقابلے میں گھٹیا مقاصد اور عیش پسند زندگی کی اہمیت اس پہ غالب ہے، گویا انسانیت کے مقامِ بلند سے گر کر آدمی حیوانیت کی سطح پہ پہنچ گیا ہے۔

انفاق ایمان کی کسوٹی ہے

جس پہ پرکھا جاتا ہے کہ خدا پر ایمان لانے والا شخص اپنے عقیدہ و نصب العین سے کتنی دلچسپی رکھتا ہے۔ اپنے نظریہ و مسلک کے فروغ و اشاعت اور اسلام کی ترقی و استحکام سے اسے کس قدر لگن ہے۔ دینی نظام کے قیام میں اس کے مال و دولت کا کیا کردار ہے؟ بھلائیوں کے فروغ اور اخلاقی ذمہ داریوں کے نباہنے میں اس کے مال کا کتنا حصہ ہے؟ اللہ کے دیے ہوئے مال میں وہ اس کے مالکانہ اختیار و تصرف کو تسلیم کرتا ہے یا نہیں؟ معذوروں اور حاجتمندوں کے ساتھ اس کی ہمدردی و خیر خواہی کا کیا معیار ہے؟ اپنی کمائی سے اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرنے کے اجر و ثواب پر یقین رکھتا ہے یا نہیں۔ اسی قسم کے حالات میں جو شخص اپنے مالی صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کا عملی ثبوت پیش کرتا ہے۔ اس کی فلاح و کامیابی کی ضمانت قرآن پیش کرتا ہے۔ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (التغابن ۱۶)

"اور جو اپنے دل کی تنگی سے محفوظ رہ گئے بس وہی فلاح پانے والے ہیں"

شُحّ کا معنی

اس کی تشریح کرتے ہوئے مفردات میں امام راغب لکھتے ہیں حرص کے ساتھ ایسی تنگ دلی و بخل جو انسان کی عادت اور طبیعت میں رچ بس جائے۔ ایسی تنگ ظرفی و کم حوصلگی جو بخل ایسی بری صفت کے ساتھ عادت ثانیہ بن جائے۔ ایسا شخص اپنے حق پر قانع نہیں ہوتا اور دوسروں کے حقوق تسلیم کرنے اور ادا کرنے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے کتراتا ہے۔ اس بدترین اور ذلیل صفت کی مساوا نگیزیوں کے بارے میں آنحضورؐ نے حدیث میں آگاہ فرمایا ہے: اتقوا الشح فان الشح اهلك من قبلكم حملهم على ان سفكوا دماءهم واستحلوا محارمهم (بخاری، مسلم، احمد، بیہقی) شحّ سے بچو، کیونکہ اسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا۔ اسی نے ایک دوسرے کے خون بہانے اور دوسروں کی حرمتوں کو اپنے لیے حلال کرنے پر اکسایا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے: امرهم بالظلم فظلموا وامرهم بالفجور ففجروا وامرهم بالقطيعة فقطعوا (احمد، نسائی، ابوداؤد) صفت شح نے ان کو ظلم پر آمادہ کیا اور انہوں نے ظلم کیا۔ اس نے فسق و فجور کا حکم دیا۔ اور انہوں نے فجور کیا۔ اس نے قطع رحمی کے لیے کہا۔ اور انہوں نے قطع رحمی کی۔ ایک اور حدیث میں آنحضورؐ کا ارشاد ہے: "ایمان اور شحّ نفس کسی کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔" (حاکم، نسائی، بیہقی)۔ شحّ نفس کی اصلاح کے لیے انفاق فی سبیل کا عمل نہایت مؤثر ہے۔ اس کے بغیر عمل صالح کا پیکر بے روح اور بے فیض ہے۔ خدا کے ہاں جس کی نہ کوئی اہمیت ہے اور نہ خلق خدا میں اس کی کوئی وقعت و مقبولیت۔

اس پر مزید گفت گو آئندہ بخل کے عنوان کے تحت آرہی ہے۔

تکمیلِ ایمان اور تعمیرِ سیرت کیلئے انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت

ایک جامع حدیث اس پر روشنی ڈالتی ہے: قال رسول الله من احب لله واَبْغَضَ لله واعطى لله ومنع لله فقد استكمل الايمان (ابوداؤد، ترمذی، مسند احمد) رسول اللہ نے فرمایا: جو اللہ کی خاطر محبت رکھے اور اللہ ہی کی خاطر دشمنی رکھے۔ وہ خرچ کرے تو اللہ کی رضا کے لیے اور کسی جگہ خرچ نہ کرے تو اسی (کی ناراضگی سے بچنے) کی خاطر، تو اس شخص نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔ نیک لوگوں سے اللہ کے دین کے لیے اور اسلامی رشتہ کے استحکام کے لیے دوستانہ اور برادرانہ تعلقات قائم کرنا، ایمانی محبت اور دینی رغبت کی علامت ہے اور برے لوگوں سے ان کی برائی کی وجہ سے میل جول نہ رکھنا ایمانی غیرت کا ثبوت ہے۔ لیکن اللہ کی راہ میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مال خرچ کرنا اور ناجائز رسوم اور خلافِ شرع امور میں مال ضائع کرنے سے بچانا تکمیلِ ایمان کا حصہ ہے۔ کیونکہ ایمان پختہ نہ ہو تو مال فضولیات میں اڑایا جاتا ہے۔ اللہ کے دین سے جس قدر قلبی لگاؤ ہوگا۔ اس کے مفادات اور اس کے مطالبات کے مطابق اتنی ہی فراخ دلی سے اپنی متاعِ زندگی خرچ کی جائے گی۔ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کی قدر و قیمت کا احساس رکھتے ہوئے انہیں فضول خرچیوں اور عیاشیوں میں ضائع نہیں کیا جا سکتا۔ ایمان جب انسان کے ظاہر و باطن میں رچ بس جائے تو پھر معیارِ ترک و اختیار پر دینی تقاضوں کی گرفت مضبوط تر ہو جاتی ہے اس کے احکام کی دلی رغبت کے ساتھ اطاعت و فرماں برداری اور اس کی ممنوعات سے نفرت و کراہت طبیعتِ ثانیہ بن جاتی ہے۔ اس کے جذبات و عواطف اس کے میلانات اس کی پسند و ناپسند اس کی زندگی کی توانائیاں اور اس کا معیار رد و قبول رضائے الٰہی کے تابع ہو جاتا ہے۔

اگر دل میں ایمان راسخ نہ ہو تو اس کی خواہشات و جذبات اور اس کی پسند و ناپسند کی کیفیت اس کے برعکس ہوگی۔ تکمیلِ ایمان کے لیے انفاق فی سبیل اللہ کی کتنی اہمیت ہے اس حدیث سے بخوبی واضح ہوتا ہے۔ اصلاحِ نفس کا یہ نسخہ اکسیر ہے۔

انفاق کا دوسرا فائدہ

انفاق، تقربِ الٰہی کا ذریعہ ویسے تو تمام عبادات اور فرائض و نوافل خدا کی تقرب کا ذریعہ ہیں۔ لیکن موضوع کی مناسبت سے ہم صرف انفاق کے بارے میں گفت گو کریں گے۔ انسان کی فطرت میں خدا تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کی تمنا و طلب روزِ اول سے موجود ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب اور اپنے رسول کے ذریعہ ان وسائل کی رہنمائی کر دی ہے۔ جس کے ذریعہ انسان کا دل بیتاب سامانِ تسکین و قرار پا کر اپنی فطری اور ازلی مراد پا سکتا ہے۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی آواز سے اس کی روح ابتدا ہی سے مانوس ہے۔ اسی لیے تحت الشعور میں انسان اس کے انس و محبت کا مزا آشنا اور اس کے قرب و رضا کا والہانہ مشتاق ہے۔ انسانی مذاہب نے بھی اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی پیاس کو تو ضرور محسوس کیا لیکن وہ اس کی تسکین و قرار کے سرچشمہ کی نشان دہی و رہنمائی نہ کر سکے۔ قرآن و سنت کی رہنمائی کے بغیر آخرت پر رہنمائی اور کہاں سے حاصل ہو سکتی ہے قرآن اس بارے میں رہنمائی کرتا ہے۔ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ (توبہ، ۹۹)

اور انہیں بدویوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے ہاں تقرب کا اور رسول کی طرف سے رحمت کی دعائیں لینے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ ہاں وہ ضرور ان کے لیے تقرب کا ذریعہ ہے اور اللہ ضرور ان کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔"

اس آیت میں یہ واضح کیا گیا ہے۔ کہ خدا کا شرفِ تقرب، اس پر اور قیامت کے روز پر ایمان لانے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ آخرت کے بغیر محض اللہ پر ایمان بے معنی ہے۔ اور اس آیت میں یہ حقیقت بھی واضح کی گئی ہے۔ کہ انفاق فی سبیل اللہ کو ایمان کے نتیجہ کی حیثیت سے اللہ کا شرفِ تقرب حاصل کرنے میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔

ایک حدیث قدسی میں خدائی تقرب حاصل کرنے کا جو راستہ بتایا گیا ہے وہ فرائض نوافل کی وفادارانہ ادائیگی سے ہو کر گزرتا ہے۔ وما تقرب الی عبدی بشیی احب الی مما افترضت علیہ وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ (بخاری) میرا بندہ میرا تقرب کسی اور عمل سے جو مجھے پسند ہے اتنا حاصل نہیں کرتا جتنا کہ اس عمل سے جو میں نے اس پر فرض کیا ہے (فرائض کے بعد) میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔"

حدیث کا مفہوم واضح ہے کہ خدا سے محبت و تقرب کا تعلق اس کی وفادارانہ بندگی و اطاعت اور اس کے فرائض و احکام کی مخلصانہ بجا آوری کے بعد مسلسل رویۂ احسان اپنانے سے ہے۔ اس کی رضا و خوشنودی کے لیے ہر عمل اس کے تقرب کا ذریعہ ہے۔ فرض نماز

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

روزہ کے بعد بکثرت نوافل کا التزام اور فرض زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد دینی اور سماجی کاموں کے لیے ہمیشہ کھلا ہاتھ رکھنا اور نفلی صدقات وخیرات کا رضا کارانہ معمول، اللہ کی محبوبیت حاصل کرنے کے صاف سیدھے اور فطری راستے ہیں، جن پر چل کر خدا کی محبوبیت کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ ان ذرائع میں بھی انفاق فی سبیل اللہ کی روح بولتی نظر آئے گی۔

ترکِ نماز خدا سے دُوری کا سبب

خدا کے ساتھ بندے کا اولین ظاہری اور عملی رابطہ نماز کے ذریعہ قائم ہوتا ہے۔ جو انسان کو خدا پرستی کی راہ پر ثابت قدم رکھتا ہے اور اخلاق و معاملات کا ہر گوشہ احکامِ الٰہی کی پابندی میں سرشار نظر آتا ہے۔ دنیا کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی محبت انسان کے فکر و عمل پر غالب ہوتی ہے۔ نماز اس کی حاکمیت تسلیم کرنے کا عملی مظاہرہ ہے۔ لیکن جب یہ عملی رابطہ ٹوٹ جائے، تو پھر خواہشاتِ نفس کی بندگی حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں ہی سے ڈوبتی ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ نفسانی خواہشات انسان کو بدعملی اور حقوق تلفی پر بھی ابھارتی ہے۔ اور ظلم و ناانصافی کے ساتھ ساتھ حرص و لالچ اور تنگ دلی و بخل میں بھی مقامِ انتہا تک پہنچا دیتی ہیں۔ اور اخلاق و معاملات کا ہر شعبہ جب اس کی لپیٹ میں آ جائے۔ تو پھر ایک روز اخلاقی انحطاط اور سیاسی زوال ان کا سفینۂ قسمت الٹ کر رکھ دیتا ہے۔ قرآن اس تاریخی حقیقت سے پردہ اُٹھاتا ہے۔ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (مریم ۱۹: ۵۹) پھر ان کے بعد وہ ناخلف لوگ ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کی۔ پس قریب ہے کہ وہ گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں۔" آیت سے واضح ہوتا ہے کہ ترکِ نماز یا اس سے غفلت و کوتاہی سابقہ قوموں کی گمراہی و تباہی کی طرف پہلا قدم تھا۔ خدا سے رابطہ ٹوٹ جانے کے بعد ان کی باگ ڈور جب ان کی نفسانی خواہشات کے ہاتھ آ گئی۔ تو پھر ان کی اخلاقی طاقت کا دیوالہ نکل گیا۔ ان کے لیے امن و سلامتی کی زمین تنگ اور ان کی عزت و وقار کا تخت الٹ گیا۔ جس قوم میں ترکِ نماز عام معمول بن جائے۔ تو بداخلاقی، بے حیائی، بددیانتی و بے غیرتی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کی زندگی کے تمام شعبوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ قرآن اس پر گواہ ہے کہ دنیا میں کوئی قوم اخلاقیات سے محروم ہو کر امن و سکون کی زندگی حاصل نہیں کر سکتی۔ حتیٰ کہ اس کے قومی تشخص اور اس کی اجتماعی قوت کی جڑ کٹ جاتی ہے۔

نماز کے بعد انفاق فی سبیل اللہ بھی تعلق باللہ کی عملی تصدیق ہے۔ جس میں نیکی و مروت کی روح جھلمل کرتی نظر آتی ہے۔ خیر القرون میں صحابہ کرام رضی میں بہت ہی کم صاحب ثروت لوگ تھے۔ لیکن مخالفین اسلام کے خلاف جب بھی جہاد کا وقت آتا۔ آنحضورؐ عام چندے کی اپیل فرماتے تھے۔ صاحب نصاب لوگ تو حسب حیثیت مالی امداد کرتے تھے لیکن غریب لوگ بھی انفاق فی سبیل اللہ کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔

صدقہ اخلاص کی اہمیت

جنگ تبوک کی تیاری کے لیے رسول اللہ نے جب چندے کا اعلان فرمایا۔ تو ایک غریب صحابی رات بھر ایک یہودی کے ہاں مزدوری کر کے تھوڑے چھوہارے حاصل کر سکا۔ ان میں سے کچھ تو اس نے اپنے اہل و عیال کے لیے چھوڑے اور باقی نصف آنحضورؐ کی خدمت میں بطور چندہ پیش کر دیے آپ نے ان کے خلوص و محبت اور جذبۂ شوق کے پیش نظر خوش ہو کر حکم دیا۔ کہ ان چھوہاروں کو چندے کے تمام قیمتی سامان پر بکھیر دو (رحمۃ للعالمین ج ۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کا حکم دیا تو ہم بازاروں میں جا کر بوجھ ڈھوتے تھے۔ اور اس کے ذریعہ جو مزدوری ملتی تھی اسے لا کر صدقہ میں دے دیتے تھے۔ (بخاری مسلم) اسی طرح تمام صحابہ کرام کی اولوالعزمی، ایثار پسندی اور ان کی بے نظیر قربانیوں نے دین حق کے استحکام کے لیے فداکاری اور اخلاص شعاری کا حق ادا کر دیا۔ مالک حقیقی کا رمز شناس اور اس کا مشتاق رضا کسی حد پر یہ حساب نہیں لگاتا۔ کہ فرائض سے سبک دوش ہونے کے بعد اجتماعی زندگی کے مختلف مراحل میں نیکی و مروت اور بھلائی و احسان کے سلسلے میں میرے ذمہ مزید کوئی اخلاقی واجبات یا مقام سبقت الی الخیر باقی نہیں رہا۔ اس مقصد کے لیے کسی قانونی طاقت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس خیر پسندی یا رجحان مسابقت کے لیے سلجھے ہوئے اسلامی ذوق

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بے غرض و پاکیزہ جذبات اور خالص دینی احساسات کی تحریک کام آتی ہے۔ جو ایک اسلامی معاشرے کے رگ و جان میں ہر دم بیدار رہتی ہے۔ دعوی حق پرستی تصدیق چاہتا ہے جس کے جواب میں ایک مسلمان کمال رضامندی اور خوشی کے ساتھ یہ وفادارانہ اعلان کرتا ہے۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ (الانعام: ۱۶۲) میرے تمام مراسم بندگی، میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کیلئے ہے۔

ہر حال میں انفاق فی سبیل اللہ کرنے والوں کو بشارت

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ (آل عمران: ۱۳۴) جو ہر حال میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں خواہ بدحال ہوں یا خوش حال۔" اہل سخاوت کا زکوٰۃ کے علاوہ یہ فراخدلانہ رویہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کی تحسین فرمائی۔ دل پہ اگر حُبِّ دنیا کا زنگ غالب نہ ہو تو اللہ کے راستوں میں خرچ کرنے والا اپنے ذوقِ ایمان کے مطابق کبھی یہ حساب نہیں لگاتا۔ کہ مسابقت الی الخیر کے تقاضے پورے ہو چکے بلکہ معاشرے کی نشوونما میں اس کا جذبۂ خیر اور اس کا عزیز مال ہر دم متحرک رہتا ہے۔ مرد صالح کا مال صالح امور خیر میں ہر دم جلوہ گر نظر آتا ہے۔ اگر کسی اقتدار کا مزاج صالح ہو تو اس کی ساری طاقت اور اس کی تمام ثروت و دولت فراوانی کے ساتھ بھلائی کے کاموں اور توحید و سنت کی تبلیغ و اشاعت میں گردش کرتی نظر آتی ہے۔ عوام کی سہولت اور حاجت مندوں کی کفالت کے لیے اس کے خزانوں کا منہ ہر وقت کھلا ہوتا ہے ایسے صالح اقتدار کے زیر سایہ معاشی ناہمواری یا غربت و بے روزگاری کے مسائل سر اٹھاتے نظر نہیں آتے۔ سعودی حکومت اس حقیقت کی ایک روشن مثال ہے۔ کاش کہ دوسرے اسلامی ممالک صیہونی طاقتوں کی ناپاک سازشوں کا شکار ہو کر آپس میں ایک دوسرے کو کاٹنے کے بجائے سعودی حکومت کے نقش قدم پر چل کر اسلام دشمن طاقتوں کا متحدہ مقابلہ کرتے اور اپنے اقتدار کے بجائے اسلامی اقتدار قائم رکھنے کی تدابیر اختیار کرتے، خود بھی محفوظ رہتے اور اسلامی نظام کو بھی توسیع کا موقع ملتا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انفاق فی سبیل اللہ کا تیسرا فائدہ

حقوق العباد کی حفاظت

اس مادی دنیا میں ہر انسان کو بقائے حیات کے سلسلہ میں بیشتر انسانوں سے واسطہ پڑتا ہے اور اسی تعلق کی اصلاح و درستگی اس کی تمدنی اور اجتماعی و معاشرتی زندگی کو نشو و نما دیتی ہے، اسلام اس کی یہ راہ نمائی کرتا ہے کہ وہ تمدنی زندگی میں انسانی برادری کے ساتھ کیسا رویہ اختیار کرے اگر باہم لوگوں میں اسلامی اخلاق کی روح زندہ و تابندہ رہے اور ایک دوسرے کے حقوق و آداب کا احترام کیا جائے تو یہ دنیا امن و خوش حالی کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ چنانچہ اس مادی دنیا میں باہم انسانوں کے تعلقات ٹھوس اور مستحکم بنیادوں پر قائم رکھنے کے سلسلہ میں انفاق و احسان کا جذبہ و عمل اور محتاج و معذور افراد کے ساتھ ہمدردی و تعاون کا مظاہرہ نہایت مؤثر اور اہم حیثیت رکھتا ہے۔ اسلام جذبۂ انفاق کو ایسی اہم سمت موڑ دیتا ہے جس سے عالم انسانیت کے باہمی تعلقات کے تمام کھیت سیراب ہو سکتے ہیں اور جس کے ذریعے معاشرے کا ایک ایک رگ و ریشہ تازہ بہ تازہ خون حاصل کر سکتا ہے۔ والدین، اہل و عیال، یتیم، مسکین، معذور و محتاج، قریبی رشتہ دار، مہمان، مسافر اور دیگر مختلف حیثیتوں کے حاجت مند لوگ، یہ سب انسانی معاشرے کو شاداب و پررونق بنانے کی مختلف رگیں ہیں، اگر کسی رگ میں تعاون و خیر خواہی کا تازہ خون نہ پہنچے تو معاشرے کا اتنا حصہ مفلوج اور ویران ہو جائے گا جس سے پورے معاشرے کا وجود ڈولنے لگتا ہے۔ خوش دلی و باہم اتحاد و اعتماد کی صحت بھی مرجھانے لگتی ہے۔ شیطان، باطل نظاموں کے پُرفریب وعدوں اور نعروں کے ذریعہ معاشیات کے نام پر خدا و ایمان اور دین و اخلاق سے دور بھگا لے جاتا ہے اور جب روٹی مکان کے نام پر ضمیر و ایمان سے انسان دست بردار ہو جاتا ہے تو اس کے بعد وہ ایک دوسرے کی چیر پھاڑ کرنے کے لیے درندوں کا کام سنبھال لیتا ہے۔ پھر یہ دنیا درندوں اور بھیڑیوں کی شکارگاہ بن جاتی ہے۔ اس خوں خواری سے راستہ پر جانے سے صرف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلامی تعلیمات اور اسلامی اخلاق ہی انسان کو روک سکتے ہیں۔ مادی تعلیمات کے ذریعہ جاہلیتِ اولیٰ کی منزلیں طے ہو رہی ہیں اور تہذیبِ مغرب کا غلام یہ سمجھتا ہے کہ ہم اسلام سے جان چھڑا کر ترقی کے آسمان پر پرواز کر رہے ہیں۔

والدین کا حق اور ان کے ساتھ حُسنِ سلوک

اسلامی معاشرت میں خاندان کو مرکزی حیثیت حاصل ہے

کسی انسان پر اپنی ذات کے بعد جن اہلِ حاجت کی حاجت روائی کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ اس کے اہلِ خاندان ہیں۔ الاقرب فالاقرب کے اصول پر حقوق اللہ کے بعد مخلوق میں سب سے اہم اور اولین حقوق والدین کے ہیں جن کی نگرانی و حفاظت ایمان کا ضروری تقاضا ہے۔ اس کے بعد درجہ بدرجہ تمام نادار قریبی رشتہ دار صلہ رحمی اور حسنِ سلوک کے مستحق ہیں۔ پھر اس کے بعد لاوارث اور معاشی دوڑ میں پیچھے رہ جانے والے کمزور، محتاج اور معذور لوگ بھی بہتر سلوک کے مستحق ہیں۔

قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ (ترجمہ) لوگ پوچھتے ہیں ہم کیا خرچ کریں۔ جواب دو کہ جو مال بھی تم خرچ کرو اپنے والدین پر، رشتہ داروں پر، یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرو اور جو بھلائی بھی تم کرو گے اللہ اس سے باخبر ہے۔"

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (بنی اسرائیل: ۲۳) تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اس کی اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔"

اللہ کے بعد انسانوں میں سب سے اولین حق والدین کا ہے۔ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ (لقمان: ۱۴) اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے۔

یعنی والدین سے حسنِ سلوک کی اخلاقی سفارش نہیں بلکہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ اولاد کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بہرحال ان کا فرماں بردار، خدمت گزار اور ادب شناس ہونا چاہیئے۔ نادار والدین کی کفالت اور ان کے ساتھ معروف برتاؤ ان کی قدر شناسی اور ان کے ادب واحترام کا پہلا تقاضا ہے۔ والدین بوڑھے ہوجائیں اور والد کسبِ معاش سے معذور ہو جائے تو اولاد پر ماں باپ کا نفقہ واجب ہے۔ والدین اگر مشرک بھی ہوں جب بھی وہ حسنِ سلوک کے مستحق ہیں۔

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ بیان کرتی ہیں کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر میری رضاعی ماں میرے پاس آئی۔ وهي مشركة في عهد قريش قلت يا رسول الله ان امي قدمت علي وهي راغبة افاصلها قال نعم صليها (بخاری مسلم)

اور ابھی وہ اسلام نہیں لائی تھی اور شرک کی حالت پر تھی تو میں نے نبی ؐ سے پوچھا کہ میری ماں میرے پاس آتی ہے اور وہ چاہتی ہے کہ میں اسے کچھ دوں۔ تو کیا میں اسے کچھ دے سکتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ تم اس کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرو۔"

ایک اور حدیث میں ماں کے ساتھ حسنِ سلوک کو تین بار مؤکد فرمایا گیا۔ قال رجل یا رسول الله من احق بحسن صحابتي قال امك قال ثم من قال امك قال ثم من قال امك قال ثم من قال ابوك، وفي رواية قال امك ثم امك ثم امك ثم اباك ثم ادناك ثم ادناك (بخاری مسلم)

ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کہ اے اللہ کے رسول! میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ نے فرمایا۔ تیری ماں۔ اس نے کہا پھر کون؟ آپ نے فرمایا۔ تیری ماں۔ اس نے کہا۔ پھر کون؟ آپ نے فرمایا تیری ماں۔ اس نے کہا پھر کون؟ تو آپ نے فرمایا۔ پھر تیرا باپ۔ پھر درجہ بدرجہ جو تیرے قریبی لوگ ہوں۔

شریعت کے خلاف کسی امر میں ماں باپ کی بات نہیں مانی جائیگی

ووصينا الانسان بوالديه حملته امه وهنا على وهن وفصاله في عامين ان اشكر لي ولوالديك الي المصير ۝ وان جاهداك على ان تشرك بي ما ليس لك به علم فلا تطعهما وصاحبهما في

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا (لقمان: ۱۴، ۱۵) ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال تک اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے۔ (اسی لیے ہم نے اس کو نصیحت کی کہ میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجا لا۔ میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے لیکن اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی ایسے کو شریک کرے، جسے تو نہیں جانتا۔ تو ان کی بات ہرگز نہ مان۔ دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ۔"

سورۂ عنکبوت میں بھی یہی حکم دُہرایا گیا ہے۔ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (عنکبوت ۸) ہم نے انسان کو ہدایت کی ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے ..... جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے مخلوقات میں سب سے مقدم حق ماں باپ کا ہے۔ ماں کا حق باپ کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ ہے۔ قرآن اس کی وجہ یہ بیان کرتا ہے کہ ماں کو اس کے جنم دینے اور اس کی پرورش کے لیے بہت زیادہ مشقت اُٹھانی پڑتی ہے۔ احادیث میں بہ تکرار ماں سے حُسنِ سلوک اور اس کی خدمت کی تاکید کی گئی ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے: إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ (بخاری) بے شک اللہ نے تم پر اپنی ماؤں کی نافرمانی حرام ٹھہرائی ہے۔" رضاعی ماں کا بھی یہی حکم ہے۔ لیکن والدین کی فرماں برداری مشروط ہے۔ جب تک وہ کوئی خلافِ شرع بات کہیں ان کی اطاعت کی جائے گی، ان کی خدمت اور ادب و احترام اپنی جگہ ملحوظ رہے گا۔ لیکن۔ اگر وہ خدا اور رسول کے حکم کے خلاف کسی بات کے منوانے کے لیے زور ڈالیں۔ شرک و بدعت پر مجبور کریں۔ تو حقوق مقرر کرنے اور حق داروں کا ادب و احترام سکھانے والے مالک نے ہی یہ حکم دیا ہے کہ ایسے امور میں ان کی ہرگز اطاعت نہ کی جائے۔ ایسی حالت میں ان کی نافرمانی عین خدا کی اطاعت ہے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے ۱۸ سال کی عمر میں جب اسلام قبول کیا تو ان کی ماں حمنہ بنتِ سفیان نے اس کے خلاف بھوک ہڑتال کا اعلان کر دیا۔ کہ جب تک تو محمدؐ کا انکار نہیں کرے گا۔ نہ تو میں کھاؤں گی نہ پیوں گی۔ نہ سایہ میں بیٹھوں گی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ماں کا حق ادا کرنا تو اللہ کا حکم ہے تو میری بات نہ مانے گا۔ تو اللہ کی نافرمانی کرے گا۔ حضرت سعد رضؓ سخت پریشانی کے عالم میں آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام صورتِ حال عرض کر دی۔ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ (مسلم ترمذی ابوداؤد نسائی) قرآن نے تاکید کر دی ہے کہ ان کی اطاعت صرف جائز امور میں ہی کی جائے گی۔ توحید و سنت کے خلاف ان کی نافرمانی اللہ کو پسند ہے۔ اس کے باپ دادا کے مذہب کی اہمیت بھی ختم کر دی گئی کیونکہ اس کی بنیاد جہالت پر ہے۔ اور اولاد کے لیے ان کی تقلید بھی حرام قرار دی گئی جبکہ اس کے پاس قرآن و حدیث کا علم ہے۔ قرآن کی روشنی میں آنحضورؐ نے مخلوق کی اطاعت اور عدمِ اطاعت کے بارے میں یہ اصول بیان فرمایا: لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ (مسلم) جب خالق کی نافرمانی لازم آتی ہو تو کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائیگی اس صورت میں ماں باپ کی اطاعت جب حرام کر دی گئی۔ تو اس کے بعد کتاب و سنت کے مقابلے میں کسی پیشوا، امام، استاد، کسی سیاست دان یا کسی حیثیت کے انسان کا قول یا حکم ہرگز قابلِ عمل نہ ہوگا۔ کیونکہ خدا اور رسول نے اس سے منع کر دیا ہے۔ ان لوگوں کی اطاعت صرف معروف میں کی جائے گی۔ اگر کوئی لیڈر یا حکمران ایسا حکم دے یا ایسا قانون جاری کرے جو شریعت سے ٹکراتا ہو تو ایسی حالت میں آنحضورؐ کا واضح حکم ہے۔ فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ (بخاری مسلم) جب ایسی بات کا حکم دیا جائے جس میں خدا کی نافرمانی ہو تو اس وقت ان کی بات نہ سننا ہے نہ ماننا۔ کتاب و سنت کی روشنی میں یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی۔ کہ اسلامی نظام کے مقابلے میں مسلمان کے لیے کوئی انسانی یا الادینی نظام قابلِ قبول اور لائقِ عمل نہیں ہے۔ رسول اللہ کی تہذیب و سنت کے خلاف ہر تہذیب رد کر دینے کے قابل ہے۔

بعض گناہ صلہ رحمی سے معاف ہو جاتے ہیں

آنحضورؐ کے پاس ایک شخص نے آکر عرض کیا۔ کہ میں ایک بڑے گناہ کا مرتکب ہوا ہوں۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپ نے پوچھا۔ کیا تیری ماں (زندہ) ہے عرض کیا۔ نہیں۔ آپ نے پوچھا۔ تیری خالہ زندہ ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کر (ترمذی)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک اور شخص نے ایک بار آنحضورؐ سے پوچھا۔ (زندگی میں تو میں اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرتا رہا۔) کیا والدین کے مرنے کے بعد بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کی کوئی صورت ہے؟ نَعَمْ اَلصَّلٰوۃُ عَلَیْھِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَھُمَا وَاِنْفَاذُ عَھْدِھِمَا مِنْ بَعْدِھِمَا وَصِلَۃُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِھِمَا وَاِکْرَامُ صَدِیْقِھِمَا (ابوداؤد، ابن ماجہ) آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ ان کے لیے دعا مانگی جائے اور ان کے لیے استغفار کیا جائے اور دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد ان کے وعدوں کو پورا کیا جائے! اور ان کے متعلقہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے اور ان کے دوستوں کا احترام کیا جائے۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے: اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ صِلَۃَ الرَّجُلِ اَھْلَ وُدِّ اَبِیْہِ بَعْدَ اَنْ یُّوَلِّیَ (مسلم) رسول اللہ نے فرمایا: سب سے بہترین نیکی آدمی کا اپنے باپ کے دوستوں سے احسان و سلوک کرنا ہے باپ کے مرنے کے بعد۔

مومن والدین کی ناراضگی میں خدا کی ناراضگی

ایک حدیث میں رسول اللہ نے فرمایا رِضَی الرَّبِّ فِیْ رِضَی الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدِ (ترمذی) اللہ کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔" ظاہر بات ہے کہ مومن صالح والد، اولاد کی تربیت و اصلاح کے لیے کسی ناجائز بات ہی پر ناراض ہوتا ہے۔ فرماں بردار اولاد کا حق ہے والدین کا ادب و احترام کرنا اور ان کی عزت و احترام ہی کا تقاضا ہے کہ اللہ کے پسندیدہ امور میں والدین کے تعاون کے لیے ان کی خلوص و ادب کے ساتھ اطاعت کیجائے

ایک اور حدیث میں والد کے حقوق اس انداز میں ذہن نشین کرائے گئے۔ حضرت ابودرداء راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے۔ فرماتے تھے۔ اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ فَاِنْ شِئْتَ فَاَضِعْ ذٰلِکَ الْبَابَ اَوِ احْفَظْہُ (ترمذی ابن ماجہ) کہ والد جنت کا وسطی دروازہ ہے اگر تو چاہے تو اس دروازے کی (ان کے حقوق بجا لا کر) حفاظت بھی کر سکتا ہے اور (ان کی حقوق پامالی کر کے) ضائع بھی کر سکتا ہے۔"

ایک اور شخص نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! مَا حَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِھِمَا قَالَ ھُمَا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جَنَّتُكَ وَنَارُكَ (ابن ماجہ) اولاد پر والدین کے کیا حقوق ہیں۔ آپ نے فرمایا: والدین تیری جنت بھی ہیں اور دوزخ بھی۔" بخاری و مسلم کی ایک طویل حدیث میں غار میں پھنسے ہوئے تین آدمیوں کا ذکر آتا ہے۔ تینوں نے اپنی زندگی کے پُرخلوص اعمال کے واسطہ سے اللہ سے دعا کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعائیں قبول کرتے ہوئے غار کے دہانے سے رکاوٹ ہٹا کر انہیں نجات دی تھی۔ ان میں ایک وہ شخص تھا جس نے اپنے ضعیف العمر ماں باپ کی خلوص اور ہمدردی کے ساتھ خدمت کا حق ادا کر دیا تھا۔

ماں باپ کے نافرمان کو جنت میں داخلہ نہیں ملے گا

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنَّانٌ وَلَا عَاقٌّ وَلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ (نسائی و ادبی) رسول اللہ نے فرمایا: احسان جتانے والا، اور ماں باپ کا نافرمان اور شرابی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

ایک اور حدیث میں آنحضورؐ فرماتے ہیں: كُلُّ الذُّنُوبِ يَغْفِرُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْهَا مَا شَاءَ إِلَّا عُقُوقَ الْوَالِدَيْنِ فَإِنَّهُ يُعَجِّلُ لِصَاحِبِهِ فِي الْحَيٰوةِ قَبْلَ الْمَمَاتِ (بیہقی) والدین کی نافرمانی کے علاوہ خدا تعالیٰ جو گناہ چاہے گا معاف کر دے گا اور والدین کی نافرمانی کی سزا انسان کو موت سے پہلے دنیا ہی میں مل جاتی ہے۔

ماں باپ کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ الْكَبَائِرُ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ (بخاری) رسول اللہ صلعم نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہیں۔

ایک اور حدیث میں والدین کے احترام اور ان کی رضامندی کی آخری حد و واضح کی گئی ہیں۔ عن معاذٍ قَالَ اَوْصَانِي رَسُولُ اللّٰهِ بِعَشْرِ كَلِمَاتٍ قَالَ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ وَإِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَيْكَ وَإِنْ اَمَرَاكَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ (مسند احمد) معاذؓ روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ نے دس باتوں کی وصیت کرتے ہوئے فرمایا: کہ خدا کے ساتھ شرک نہ کرنا اگرچہ تجھے قتل کیا جائے یا آگ میں جلایا جائے اور ماں باپ کی حکم عدولی نہ کرنا۔ اگرچہ وہ تجھے اپنی بیوی اور مال سے دستبردار

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہونے کے لیے حکم دیں۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں ماں باپ کی نافرمانی، گستاخی، بے ادبی اور ناقدری کا تو کوئی مسلمان تصور بھی نہیں کر سکتا حتیٰ کہ ان کے دوستوں اور ہم جولیوں کی عزت اور خدمت کی بھی وصیت کی گئی ہے۔ جس معاشرے میں والدین کی خدمت گزاری کے دوران ان کے خلاف اُف تک کرنے کی اجازت نہ ہو اس معاشرے میں والدین کبھی گوشۂ کس مپرسی میں نہیں ڈالے جا سکتے۔ ان سے قطع رحمی کی اجازت نہیں ہے۔ ان کی مزاحمت اور مخالفت بدترین گناہ ہے۔ اسلام نے ان کے ساتھ احسان ومروت کا سلوک کرنے کے لیے اختلافِ مذہب کا امتیاز بھی روا نہیں رکھا۔ ان کا عقیدہ ومذہب کچھ بھی ہو۔ اسلام کا معیارِ اخلاق اور اس کا کمال احسان ہر حال میں ان کے حسنِ سلوک کا حکم دیتا ہے اسلامی معاشرے میں والدین کو بڑھاپے، ناداری، بیماری یا کسی بھی ہنگامی حالت اور پیش آمدہ مصیبت میں اولاد کی طرف سے لاتعلقی، بے رحمی، بے مروتی اور بے وفائی اور نافرمانی کا کوئی خطرہ لاحق نہیں ہو سکتا۔ اور یہ نعمت اسلامی معاشرے کے بغیر اور کہیں نہیں مل سکتی۔ مغربی ممالک میں بڑھاپے، بے روزگاری یا کسی معذوری وبیماری کی حالت میں اولاد کی طرف سے والدین کو جس صورتِ حال سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ انسانیت اس حیوانیت، سنگدلی اور بے رحمی پر خون کے آنسو تو بہا سکتی ہے لیکن اس پر فخر نہیں کر سکتی۔

ماں باپ کے حقوق واحترام کے سلسلے میں قدرے تفصیل میں جانا پڑا۔ اس لیے کہ آجکل معاشرہ مغربی نظامِ تعلیم اور مغربی تہذیب کی دل فریبیوں میں اس حد تک مدغم ہو چکا ہے کہ اب اس کے لیے اسلامی اقدار اور اسلامی اخلاق وتمدن ناقابلِ قبول اور قصۂ پارینہ بن چکا ہے۔

سکولوں اور کالجوں سے فارغ ہونے والی نئی نسل تو اپنے استادوں اور اپنے والدین کی حقوق شناسی اور ان کے ادب واحترام سے بھی فارغ الذہن ہوتی چلی جا رہی ہے۔ آج سے برسوں پہلے اکبر الٰہ آبادی نے اس صورتِ حال کے خلاف صدائے احتجاج

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بلند کی تھی۔ جبکہ آج اُس سے بھی بدرجہا صورتِ حال بگڑ چکی ہے۔ ؎

ہم ایسی سب کتابیں قابلِ ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کے بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

والدین ہی بچپن میں اپنی اولاد کی کفالت اور پرورش کرتے ہیں۔ ماں اپنی آسائش و راحت تج کر اولاد کی پرورش کرتی ہے اور باپ ہزار مشقت اٹھا کر اپنے خونِ پسینہ کی کمائی سے اولاد کی نشوونما کرتا اور ان کے تعلیمی اخراجات برداشت کرتا ہے۔ اور اولاد جس طرح ماں کی راحت چھینتی اور باپ کی اقتصادی و مالی حالت کو چوستی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے والدین کے دل میں جذبۂ رحمت و شفقت پیدا نہ کیا ہوتا۔ تو والدین اپنی اولاد کے سب سے بڑے دشمن ہوتے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی ناشکری و بدبختی نہیں کہ اپنے خونِ جگر سے پال پوس کر جنہوں نے انسان کو دنیا میں پروان چڑھایا۔ ناداری، بڑھاپے، بیماری یا معذوری کی حالت میں انہیں نظر انداز کر دیا جائے۔ ضعیفی میں جو اولاد کام نہ آئے، تو ایسی اولاد اس دنیا میں ہی حالات کی سنگینی سے سینہ چاک ہو کر رہتی ہے۔

استاد بھی روحانی باپ ہوتا ہے۔ اس کی عزت و احترام بھی اسی طرح واجب ہے جس طرح کہ نسبی باپ کی، اگر ضرورت مند ہوں تو ان کے ساتھ صلہ رحمی کا ثواب بھی اسی طرح ہے جیسا کہ والدین کا؟ افسوس کہ مغربی تعلیم و تہذیب نے والدین اور استاد، دونوں کے احترام سے دل و دماغ کو ہلکا کر دیا ہے! اور روز بروز اس تعلیم کی پیدا کردہ نا ہنجاریوں میں اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔

قریبی رشتہ داروں سے حُسنِ سلوک

اسلامی اخلاق کی وسعت و گہرائی کا اندازہ اس کی بنیادی تعلیم سے لگایا جا سکتا ہے۔ اس کی بنیادی تعلیم یہ ہے: إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ (نحل: ۹۰) "اللہ عدل و احسان اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔" اس آیت میں عدل و احسان دو لفظ استعمال ہوئے ہیں۔ امام راغب کی تشریح کے مطابق، احسان انعام سے اعم ہے۔ اور احسان عدل سے بڑھ کر ایک بلند تر اخلاقی صفت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے، کیونکہ دوسرے کا حق پورا ادا کر دینا اور اپنا حق پورا وصول کرنا تو عدل ہے۔ لیکن احسان یہ ہے کہ دوسروں کو ان کے حق سے زائد دیا جائے اور اپنے حق سے کم پر قناعت کر لی جائے۔ اس لیے احسان کا درجہ عدل سے بڑھ کر ہے۔ اور انسان پر عدل و انصاف سے کام لینا تو فرض اور واجب ہے مگر احسان مندوب ہے۔ (مفردات امام راغب) فرائض ادا کرنے کے بعد نوافل کا التزام بھی احسان کی صفت میں داخل ہے متعین زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد رضا کارانہ طور پر فی سبیل اللہ کے مصارف میں خرچ کرتے رہنا، اور معذور و محتاج لوگوں کی حتی الامکان دست گیری و ہم دردی کرتے رہنا شیوۂ احسان ہے کسی فعل کو حسن و خوبی اور کمال محبت و رغبت کے ساتھ ادا کرنا بھی احسان ہے جیسا کہ حدیث جبرئیل میں احسان کی تعریف میں آنحضورؐ نے فرمایا۔ ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یرایک (بخاری مسلم) اپنے رب کی عبادت اس طرح کر، جیسا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ کیفیت پیدا نہیں کر سکتا تو پھر اس طرح عبادت کر، جیسا کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔" مالک الملک کو کمال توجہ کے ساتھ حاضر و ناظر سمجھ کر جو عبادت بھی ادا کی جائے گی، خواہ وہ بدنی ہو یا مالی۔ اس میں کمال خلوص محویت اور انہماک کے ساتھ اس کے آداب و شرائط کا پورا پورا لحاظ رکھا جاتا ہے اور ایسی ہی عبادت انسان کے ایمان و اخلاق میں نکھار پیدا کرتی ہے مطلوب کی رضا و خوشنودی میں انسان اپنے نفس کی رغبت اور ضرورت کو قربان کر دیتا ہے۔

صحابۂ کرام کی مقدس زندگیاں کمال احسان کا بہترین نمونہ ہیں۔ احسان کی وسعت تشریح کے مزید تقاضے بھی رکھتی ہے لیکن یہاں اس سے زیادہ تفصیل کا موقعہ نہیں ہے۔ اعزا و اقربا بھی چونکہ کسی نازک وقت میں کام آنے والی طاقت ہے اس لیے ایسے افراد کی حاجت روائی بھی اسلامی اخلاق میں لازم کر دی گئی ہے۔

قرآن کا اعلان ہے کہ انسان کی فلاح و کامیابی کا راستہ خلق خدا کے ساتھ ہمدردی اور ان کے ساتھ شفقت و احسان کی منزل سے ہو کر گزرتا ہے۔ کوئی شخص اپنی ضرورت سے زائد مال رکھتے ہوئے ان مصارف میں خرچ کیے بغیر خدا کے ہاں سرخ روئی حاصل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرسکتا۔ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (روم: ۳۸)
پس رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین و مسافر کو اس کا حق۔ یہ رویہ بہتر ہے، اُن لوگوں کے لیے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔"

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ (بنی اسرائیل ۲۶)
رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین و مسافر کو اس کا حق۔"

ایک شخص نے آنحضورؐ سے پوچھا: معاشرتی تعلقات میں میرے حُسنِ سلوک اور اچھے برتاؤ کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے۔ آپ نے فرمایا: امك ثم امك ثم امك ثم اباك ثم الاقرب فالاقرب (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)
تین بار آپ نے ماں کے بارے میں تاکید فرمائی۔ کہ وہ تیرے حُسنِ سلوک کی سب سے زیادہ مستحق ہے۔ پھر تمہارا والد پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ قریبی تعلق دار۔"

نیکی کا تصور محض بدنی عبادت سے مکمل نہیں ہوتا

زکوٰۃ کے علاوہ بھی فقراء و مساکین اور مستحق قریبی رشتہ داروں کی بنیادی ضروریات کی کفالت کے لیے ہاتھ کھلا رکھنا نیکی اور تقویٰ کے ضروری عناصر میں شامل ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ (بقرہ: ۱۷۷) نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کردہ کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے۔ اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال قریبی رشتہ داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔"

اگر کوئی شخص والدین، قرابت داروں، مسکینوں، ہمسائیوں اور اپنے زیر کفالت یا ماتحت ملازموں اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش نہیں آتا اور ان کی زندگی کی ضروریات کا کما حقہٗ خیال نہیں رکھتا۔ ذاتی طور پر وہ کتنا ہی زاہد اور عبادت گزار ہو، لیکن ان حق داروں کے ساتھ بدسلوکی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ جس پر عنداللہ اس سے مؤاخذہ ہوگا۔ مسلم معاشرے کے ہر فرد کی بنیادی ضروریات حسب کفایت مہیا کی جانی چاہئیں۔

قرآن مجید اس کی بار بار تاکید کرتا ہے۔ جو لوگ مالی استطاعت رکھتے ہوں یہ فرض ادا کیے بغیر ان کی نیکی مکمل اور مقبول نہیں ہو سکتی۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (نساء: ۳۶) ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔ قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے اور اُن لونڈی غلاموں سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں۔"

دوسروں کی ضروریات پورا کرنے کے لیے صحابہ کرام کے اندر یہ احساس اس حد تک غالب تھا۔ کہ اس کے لیے وہ اپنی محبوب ترین چیزوں کا ایثار سب سے بڑی سعادت و کامیابی سمجھتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت طلحہ رضؓ تمام انصار میں سب سے زیادہ مال دار تھے۔ بیرحا نامی ان کا ایک باغ تھا جو انہیں اپنے تمام مال اور جائیداد میں سب سے زیادہ پسند تھا۔ آنحضورؐ بھی اکثر اس باغ میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور اس کے کنوئیں کا میٹھا پانی نوش فرمایا کرتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران: ۹۲) جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز کو خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے۔" تو حضرت ابوطلحہ رضؓ نے حاضر ہو کر آپ سے عرض کیا۔ یارسول اللہ! خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز کو خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے اور میرا سب سے زیادہ عزیز مال تو بیرحا باغ ہے۔ لہٰذا میں اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کو اس اُمید میں کہ جو بھلائی اور ذخیرۂ آخرت خدا کے پاس ہے وہی میرے لیے جمع رہے، خدا کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ یا رسول اللہ اب آپ کو پورا اختیار ہے جس طرح مناسب سمجھیں، اس کو تقسیم فرما دیں۔ آپ خوش ہو کر فرمانے لگے۔ بہت خوب! یہ بہت ہی نفع بخش مال ہے اس سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچے گا۔ پھر فرمایا۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اس باغ کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔ حضرت ابو طلحہ رض نے عرض کیا۔ بہت اچھا۔ اور پھر اسے اپنے رشتہ داروں اور چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ (بخاری مسلم)

اسلام ایک مکمل نظامِ رحمت و شفقت ہے وہ اپنے ماننے والوں کو یہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ نسبی فکری یا زمانی و مکانی کسی لحاظ سے بھی تمہارا اگر کسی کے ساتھ مستقل یا عارضی رشتہ و تعلق یا سلسلۂ رفاقت قائم ہے تو تمہارا رویہ اس کے ساتھ ہر حال میں عدل و احسان کی بنیادوں پر قائم رہنا چاہیئے۔ دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضروریات پر ترجیح دینا کمال درجہ کا احسان ہے۔ آنحضور ص کی اخلاقی تعلیم کا معیارِ سخاوت یہ ہے: ابدا بنفسك فتصدق عليها فان فضل شيئ فلاهلك فان فضل عن اهلك شيئ فلذى قرابتك فان فضل عن ذا القرابتك شيى فهكذا وهكذا يقول فبين يديك وعن يمينك وعن شمائلك (مسلم) جائز ضروریات پوری کرنے کے لیے ابتدا سب سے پہلے اپنی ذات سے کرنی چاہیئے۔ اس سے زائد بچے تو اپنے اہل و عیال پر خرچ کر۔ اس کے بعد اگر کچھ بچ رہے تو قریبی رشتہ داروں پر خرچ کر۔ اس کے بعد اگر کچھ بچے تو پھر ادھر ادھر، یعنی اپنے سامنے اور دائیں بائیں خرچ کر۔"

اخراجات میں ایک معقول ترتیب صرف اور اس کی حدود بھی واضح کر دی گئیں۔ یہ زکوٰۃ سے زائد رضاکارانہ طور پر اخراجات کے مصارف ہیں جو صاحبِ ثروت حضرات کی توجہ کے مستحق ہیں۔

نسبی رشتہ داروں کے ساتھ مالی تعاون پر دُہرا اجر ملے گا

ایک حدیث میں آنحضرت صلعم نے فرمایا: الصدقة على المسكين صدقة وعلى ذات الرحم ثنتان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صدقہ وصلۃ (ترمذی نسائی ابن ماجہ) مسکین پر تو ایک صدقہ (کا ثواب) ہے اور غریب قریبی رشتہ دار کے ساتھ بھلائی کرنے پر دوہرا ثواب ملتا ہے۔ ایک غریب ہونے کی بناء پر تعاون کا دوسرا رشتہ داری اور صلہ رحمی کا حق ادا کرنے کا۔"

آنحضرت ؐ نے ایک اور حدیث میں رشتہ داروں کی کفالت اور ان کی خبر گیری کے بارے میں اس انداز میں تاکید فرمائی:۔ یا امۃ محمد والذی بعثنی بالحق لا یقبل اللہ صدقۃ من رجل ولہ قرابتہ محتاجون الی صلتہ ویصرفھا الی غیرھم (طبرانی) اے امّت محمدؐ، اس ذات کی قسم! جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے اس شخص کا صدقہ خدا قبول نہیں کرتا۔ جس کے اپنے رشتے دار تو اس کی صلہ رحمی اور امداد کے محتاج ہوں اور وہ اپنے صدقات و خیرات دوسروں میں بانٹتا پھرے۔

فراخ دلی کے ساتھ محتاجوں اور غریب رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور مالی تعاون کے بارے میں آنحضور ؐ ترقی مال اور اس کے بابرکت ہونے کی بشارت سناتے ہیں:۔ وما فتح رجل باب عطیۃ یرید بھا صلۃ الا زاد اللہ بھا کثرۃ (مسند احمد) جس شخص نے حاجت مندوں اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور تعاون کے لیے عطیات اور داد و سخاوت کا دروازہ کھولا۔ اللہ تعالیٰ اس کے مال میں مزید افزونی عطا کرے گا۔"

ایک اور حدیث میں صلۂ رحمی کو فراخیٔ رزق کا سبب بتایا گیا۔ قال رسول اللہ من احب ان یبسط فی رزقہ و ینسأ لہ فی اثرہ فلیصل رحمہ (بخاری مسلم) جو شخص چاہے کہ اس کی روزی میں فراخی و وسعت اور اس کی موت میں تاخیر کی جائے اسے چاہیئے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا سلوک کرے۔" موت تو معین وقت پر ہی آتی ہے۔ لیکن یہاں مراد یہ ہے کہ اسے امور خیر کی زیادہ سے زیادہ توفیق دی جائے گی۔ یہاں تک کہ وہ اپنی مقررہ زندگی میں معمول سے زیادہ نیکیاں فراہم کر سکے گا۔ مثلاً سو سال کی نیکیاں پچاس سال میں اُمّ المومنین حضرت صفیہ رضؓ اپنے یہودی رشتہ داروں کو ہزاروں مالیت کے صدقات سے صلۂ رحمی کا حق ادا فرماتی تھیں (سیرت النبیؐ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بحوالہ بخاری ج ۴)

اولاد کے حقوق

ان رجلا اتی النبیؐ فقال یا رسول اللہ ان لی مالاً وولداً وان والدی یحتاج مالی قال انت و مالک لوالدک ان اولادکم من اطیب کسبکم فکلوا من کسب اولادکم (ابوداؤد، کتاب البیوع) ایک آدمی نبی ؐ کے پاس آیا اور اس نے کہا۔ یا رسول اللہ! میرے پاس کچھ مال ہے اور میری اولاد بھی ہے اور میرے باپ کو میرے مال کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تو اور تیرا مال تیرے باپ کے لیے ہے۔ تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ ترین کمائی میں داخل ہے۔ لہٰذا تم اپنی اولاد کی کمائی میں سے کھا سکتے ہو۔"

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے: قال رسول اللہ ان من اطیب ما اکل الرجل من کسبہٖ وولدہٗ من کسبہٖ (ابوداؤد) رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کہ آدمی کے لیے سب سے عمدہ خوراک اپنی کمائی کر کے کھانا ہے اور اس کا بیٹا اس کی کمائی میں داخل ہے۔

اپنی اولاد کو مفلس چھوڑ جانا بہتر نہیں

حضرت سعد بن ابی وقاص وصیت کے بارے میں آنحضور ؐ سے عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ اوصی بمالی کلہ قال لا قلت فالثلث والثلث کثیر انک ان تدع ورثتک اغنیاء خیر من ان تدعھم عالۃ یتکففون الناس (بخاری، کتاب الوصایا) اے اللہ کے رسول ؐ! میں اپنے سارے مال کے سلسلہ میں وصیت کر جاؤں؟ آپ نے فرمایا نہیں میں نے عرض کیا۔ پھر نصف مال کی حد تک۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں۔ میں نے عرض کیا۔ پھر ایک تہائی مال کی، آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ ایک تہائی کی حد تک اور ایک تہائی بھی بہت ہے تو اپنے ورثاء کو مال دار چھوڑ جائے۔ تو یہ بات اس سے بہتر ہے کہ انہیں محتاج چھوڑ کے کہ تیرے بعد وہ لوگوں سے مانگتے پھریں۔ ورثاء کے لیے ترکہ چھوڑ کر مرنا اسلام میں اچھی بات ہے۔ بہ نسبت ان خرابیوں اور ذلتوں کے، کہ وہ اپنا سارا مال خرچ کر جائے اور اس کی بیوی، اولاد یا قریبی ورثاء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

محتاج ہو کر ذلت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جائیں۔"

اس خیال سے اپنے متعلقین کی آئندہ ضروریات یا دینی اور رفاہی مقاصد کے لیے مال جمع کرنا جائز ہے۔ خواہ غیر منقولہ جائیداد کی شکل میں ہو یا نقد صورت میں، آنحضورؐ کے عمل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ عن عمر ان النبی ؐ کان یبیع نخل بنی النضیر ویحبس لاھلہ قوت سنتھم (بخاری کتاب النفقات) حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ بنو نضیر کے کھجور کے درختوں کے پھل فروخت کر کے اپنے گھر والوں کے لیے سال بھر کی خوراک محفوظ کر لیتے تھے۔" جب حضرت کعب بن مالک کی توبہ قبول ہوئی تو آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقۃ الی اللہ ورسولہ قال امسک علیک بعض مالک فھو خیر لک قلت فانی امسک سھمی الذی بخیبر (بخاری، کتاب الزکوٰۃ) میں نے توبہ کرتے وقت یہ بھی طے کیا تھا۔ کہ میں اپنے سارے مال سے اللہ اور اس کے رسول کے لیے صدقہ کے طور پر دست بردار ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اپنے مال کا ایک حصہ اپنے پاس روک لو۔ کیونکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ میں نے کہا مجھے خیبر میں جو حصہ ملا ہے اسے میں روک لیتا ہوں۔" مال جمع کرنا اس صورت میں مذموم ہے جبکہ شرعی مصارف سے روک کر اور حق داروں کے حقوق دبا کر بخل و امساک کا مظاہرہ کیا جائے اسلام کی اس پالیسی سے واضح ہوتا ہے کہ وہ کسی رُو سے بھی فقر و فاقہ اور افلاس و غربت کو داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ اسی لیے انفرادی ملکیت اور ذاتی تصرفات کا حق تسلیم کیا گیا ہے کہ ہر شخص اپنی اختیاری زندگی میں باوقار ذرائع معاش حاصل کرنے کے لیے سعی و جہد میں کوتاہی نہ کرے۔ اپنی، اپنے اہل و عیال، والدین، قریبی رشتہ دار اور معاشرے کے معذور افراد کی کفالت یا امداد و تعاون بھی اسی حالت میں ہو سکتا ہے جبکہ فرد کو ذرائع معاش اختیار کرنے کی آزادی حاصل ہو۔

والدین کو اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت اور ان کی نشوونما کے لیے اسلام ان کی ذمہ داری یاد دلاتا ہے۔ آنحضورؐ فرماتے ہیں و انفق علی عیالک من طولک (مسند احمد)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنی اولاد پر اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرتے رہو۔" اس سے اقتصادی طاقت محفوظ رہتی ہے اور کم آمدن سے ضروریات بھی پوری ہو سکتی ہیں۔

خوش حال ہونے کے بعد اپنے اور زیر ماتحت افراد کے حقوق

قال رسول اللہ اذا اعطی اللہ احدکم خیرا فلیبدء بنفسہ و اھل بیتہ (مشکوٰۃ بحوالہ مسلم) رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی شخص کو مال دے تو اسے اپنی ذاتی ضروریات اور گھر والوں کے لوازمات پر خرچ کرنا چاہیئے۔

نعیم بن عبداللہ غوری نے آٹھ سو درہم میں ایک غلام کو خرید لیا۔ اور یہ درہم آنحضورؐ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپ نے یہ درہم واپس اس شخص کو دے دیئے جس کا وہ غلام تھا۔ اور پھر فرمایا۔ تو اس رقم کو سب سے پہلے اپنی ذات پر خرچ کر۔ پھر اس میں سے خیرات کر۔ پھر جو کچھ بچے۔ گھر والوں پر خرچ کر۔ اس سے بچ رہے تو قرابت داروں پر خرچ کر۔ پھر جو باقی بچے تو اس طرح اور اس طرح دائیں بائیں خرچ کر (مسلم) اس میں وہ جملہ متعلقین آ گئے، جن کا نفقہ اس کے ذمہ ہوتا ہے۔ اور حق داروں کے حقوق و واجبات ادا کرنے کی تلقین بھی کی گئی، تاکہ کوئی شخص مالی فراغت حاصل کرنے کے بعد اسے فضول کاموں اور عیاشیوں میں ضائع نہ کرنے لگے بلکہ اسے یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جو مال و دولت عطا کیا ہے اس میں تمہارے قریبی حق داروں کے حقوق بھی ہیں آپ نے فرمایا حق و انصاف کا تقاضا ہے کہ انہیں ادا کیا جائے؛ ایک مسلمان کا وجود خود اپنے لیے اور دوسروں کے لیے سراسر خیر و خوبی کا پیکر ہے۔

پڑوسیوں کے حقوق

حضرت معاذ بن جبل رضؓ راوی ہیں کہ ہم نے دریافت کیا یا رسول اللہ! پڑوسی کا کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اگر وہ تم سے قرض مانگے، تو اسے قرض دو تم سے مدد چاہے تو اس کی مدد کرو۔ ضرورت مند ہو تو اسے کچھ دو۔ بیمار پڑ جائے تو اس کی بیمار پرسی کرو، فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جاؤ۔ اس کے فائدہ سے تمہیں بھی خوشی ہو اور تم اسے مبارک باد دو۔ اس پر کوئی مصیبت آ جائے تو تمہیں بھی غم ہو اور تم اس کی تعزیت کرو۔ اسے اپنی ہانڈی کی خوشبو سے پریشان نہ کرو۔ مگر یہ کہ اس پکوان سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کے لیے بھی حصہ نکالو۔ اپنی عمارت اس کے مقابلے میں اتنی اونچی نہ اٹھاؤ کہ اس کے گھر میں جھانک سکو۔ نہ اپنی عمارت سے اس کی ہوا روکو۔ مگر جبکہ تم نے اس کی اجازت حاصل کر لی ہو۔ اگر تم نے پھل خریدا ہو تو اس میں سے اس کو بھی تحفہ بھیجو، ورنہ چھپا کر لاؤ۔ آخر میں آپ نے فرمایا: لن یودی حق الجار الا القلیل من رحم اللہ (الجامع الاحکام القرآن ج ۵: ص ۱۸۸) پڑوسی کا حق بس تھوڑے ہی لوگ ادا کر سکیں گے جن پر اللہ نے رحم فرمایا ہو۔"

عن ابن عباس قال سمعت رسول اللہ یقول لیس المومن بالذی یشبع وجارہ جائع الی جنبہ (مشکوۃ بحوالہ بیہقی وحاکم) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ وہ مومن نہیں ہے، جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کے پہلو میں اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔"

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے: وایما اھل عرصۃ اصبح فیھم امرؤ جائعا فقد برئت منہ ذمۃ اللہ (حاکم، مسند احمد) اور جس بستی میں کوئی شخص فاقہ سے رات گزارنے پر مجبور ہو جائے۔ اس کی سلامتی سے اللہ بری الذمہ ہے۔"

کئی سفر کے پڑوسی ہوتے ہیں اور کئی رہائش کے۔ اسلام اپنے اخلاق حسنہ کی رعنائیاں ہر مقام پر قائم رکھنا چاہتا ہے۔ ایک مسلمان اپنے قرب و جوار اور عزیز و اقارب میں رہتے ہوئے ان کی بنیادی حاجات و ضروریات سے لاتعلق اور بے خبر زندگی نہیں گزار سکتا۔ قرآن و حدیث میں انسان کے جذبۂ خیر خواہی کو مختلف انداز میں فلاحِ انسانیت کے لیے ابھارا گیا ہے۔ تاکہ اس کی فیض آفرین بہار سدا قائم رہے۔"

یتیموں کے ساتھ حسنِ سلوک کی جزا

قرآن میں مساکین و فقراء کے ساتھ یتامیٰ کے ساتھ بھی صلہ رحمی کا بار بار ذکر آیا ہے مشیتِ ایزدی سے بچپن میں جن کے والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اسلام ان کی سرپرستی و کفالت کی ذمہ داری ان کے ورثاء اور معاشرے کے خوش حال افراد پر ڈالتا ہے۔ ایک حدیث

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں رسول اللہ نے فرمایا: اَنَا وَکَافِلُ الْیَتِیْمِ لَہٗ وَلِغَیْرِہٖ فِی الْجَنَّۃِ ھٰکَذَا وَ اَشَارَ بِالسَّبَّابَۃِ وَالْوُسْطٰی (بخاری) آنحضورؐ نے دو انگلیوں کے اشارے سے فرمایا۔ کہ میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا شخص جنت میں اس طرح قریب ہوں گے۔" کمزور مخلوق پر رحم کرنے والوں کے لیے یہ کتنی بڑی سعادت ہے؟

مہمان اور مسافر سے حُسنِ سلوک صاحبِ استطاعت کے اخلاق میں یہ بات لازم کر دی گئی ہے کہ وہ مہمان ہونے والے مسافر کے لیے کم از کم ایک دن اور ایک رات اور آخری حد تین دن تک قیام و طعام کی ذمہ داری برداشت کرے۔ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ جَائِزَتُہٗ یَوْمٌ وَلَیْلَۃٌ وَالضِّیَافَۃُ ثَلٰثَۃُ اَیَّامٍ فَمَا کَانَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَھُوَ صَدَقَۃٌ (بخاری مسلم) رسول اکرمؐ نے فرمایا: جو شخص بھی خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔ اس کا حق ایک دن اور ایک رات ہے۔ مہمانی کی مدت تین دن ہے۔ اس کے بعد جو خدمت کی جائے وہ صدقہ ہے۔"

اتنی مدت خوش دلی کے ساتھ ضیافت کا حق ادا کرنا میزبان کا اخلاقی فریضہ ہے، اگر کوئی میزبان تین دن سے زائد کسی مسافر مہمان کی خدمت کرتا ہے تو یہ صدقہ (بھلائی) ہے۔ اگر کوئی شخص بے مہری دکھائے اور مہمان کا واجب الادا حق ادا نہ کرے۔ تو جبراً بھی وصول کیا جا سکتا ہے۔ عن عقبۃ ابن عامر قال قلت للنبی ﷺ انک تبعثنا فننزل بقوم فلا یقروننا فما ترٰی فقال لنا رسول اللہ ان نزلتم بقوم فامروا لکم مما ینبغی للضیف فاقبلوا فان لم یفعلوا فخذوا منھم حق الضیف الذی ینبغی لھم (بخاری مسلم ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ) عقبہ بن عامر روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلعم سے عرض کیا۔ کہ آپ ہمیں (باہر علاقوں میں) بھیجتے ہیں تو گاہے ہم ایسے لوگوں کے یہاں ٹھہر جاتے ہیں جو ہماری میزبانی نہیں کرتے۔ آپ نے ہم سے کہا جب تم کسی آبادی میں جا کر ٹھہرو اور وہاں کے لوگ تمہارے لیے کچھ مہیا نہ کریں جو مہمان کو ملنا چاہیئے تو اسے قبول کر لو۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان سے مہمان کا وہ حق وصول کر لو جو انہیں ادا کرنا چاہیئے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قرآن مالی مصارف میں ابن سبیل (مسافر) کو بھی شمار کرتا ہے۔

مالداروں کی کمائی میں اجنبی مسافروں کا بھی حق ہے۔ ضرورت کے وقت یہ حق انہیں بلا تکلف خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا چاہیئے۔

مسافر اگرچہ اپنے گھر میں غنی ہو لیکن اگر دورانِ سفر کسی وجہ سے امداد کا محتاج ہو جائے خواہ وہ کسی نظریہ و مسلک کا ہو تو زکوٰۃ کی مد سے اس کی امداد کی جائے گی۔

سائل کا حق قرآن میں اس کا واضح حکم ملتا ہے :۔ فِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (ذاریات : ۱۹) ان کے اموال میں سائل اور محتاج کا ایک حق ہے۔"

ہر مالک کے مال میں دوسرے افراد کی طرح سائل کا بھی حق ہے۔ اگر وہ اپنے حق سے محروم ہونے پر حق طلب کرے۔ تو اسے ڈانٹ ڈپٹ نہ کی جائے۔ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (ضحیٰ : ۱۰) سائل کو مت جھڑکو۔" حدیث میں ارشاد ہے : ومن سالکم باللہ فاعطوہ (بیہقی نسائی) رسول اللہ نے فرمایا، جو شخص تم سے اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرے اسے دو، ایک اور حدیث میں ہے :۔ ردوا السائل ولو بظلف محرق (بیہقی) سائل کو کچھ دے کر واپس کرو خواہ جھلسا ہوا کھر ہی کیوں نہ ہو۔"

بہترین مصارف قال رسول اللہ افضل دینار ینفقہ الرجل دینار ینفقہ علی عیالہ و دینار ینفقہ علی دابتہ فی سبیل اللہ و دینار ینفقہ علی اصحابہ فی سبیل اللہ (مسلم) رسول اکرم نے فرمایا : بہترین (اور باعثِ ثواب) وہ رقم ہے۔ جو ایک شخص اپنے اہل و عیال کی ضروریات کے لیے خرچ کرتا ہے۔ اور وہ رقم جو فی سبیل اللہ جہاد کے لیے اپنی سواری پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار جہاد فی سبیل اللہ کرنے والوں کی ضروریات کے لیے خرچ کرتا ہے" امورِ خیر کی تکمیل و توسیع کے لیے تمام مساعی جہاد میں شامل ہیں اور جس مد میں اہمیت اور موقع و محل کے لحاظ سے زیادہ ضرورت ہو، زکوٰۃ و صدقات خرچ کیے جا سکتے ہیں۔ صالح مال کی علامت یہ ہے کہ وہ صالح اور جائز مصارف میں خرچ ہوتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پچھلی بحث کا خُلاصہ

دنیا میں انسانی زندگی اور اسے قائم رکھنے کے تمام لوازمات صرف اللہ تعالےٰ کے عطا کردہ ہیں۔ اس میں کسی فرشتہ یا کسی انسان کی بخشش و عنایت کا ذرہ برابر کوئی حصہ نہیں ہے۔ کُلُوا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ (انعام: ۱۴۲) کھاؤ ان چیزوں میں سے جو اللہ نے تمہیں بخشی ہیں" جب تمام چیزیں اسی کی بخشی ہوئی ہیں، کسی کے پاس کم ہوں یا زیادہ، تو پھر ان کے استعمال اور خرچ میں صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی ہونی چاہیئے۔ اور ان کے لیے شکریہ بھی اسی کا ادا کرنا چاہیئے۔ وہ قیام زندگی کے لیے سعی و طلب کو فرض قرار دیتا ہے۔ اور رزق حلال کے حصول کے لیے مطلوبہ علم و فہم اور فنی مشق و مہارت کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اسلامی حدود کے اندر ہر پیشہ و ہنر اختیار کیا جا سکتا ہے جس کی مدد سے انسان اپنی اخلاقی زندگی کے فرائض بطریق احسن سرانجام دے سکے۔ جس طرح حصولِ مال اور ذرائع معاش کے معاملے میں وہ شرعی احکام کا پابند ہے اسی طرح وہ دولت کے صرف و استعمال کے بارے میں بھی خدائی حدود کا پابند ہے۔ اگر کسی علمی یا فنی قابلیت کے ذریعے یا حسنِ اتفاق سے زیادہ دولت میسر آگئی ہے تو اسے اپنے آپ پر حد کے اندر رہ کر اور جائز ضروریات کے لیے خرچ کرے۔ اپنا معیارِ زندگی بلند کرنے یا عیاشیوں اور فضول خرچیوں میں اس حد تک نہ بڑھ جائے کہ لوگوں سے غیر ضروری چیزوں کے لیے قرض مانگتا پھرے یا اپنی معاشی حالت کو فضولیات میں تباہ کر کے اپنے آپ کو فقراء و مساکین کی سطح پر پہنچا دے یا اس بے حسی، سنگ دلی اور خود غرضی کے ساتھ زندگی بسر کرے کہ اپنی ساری کمائی تو رئیسانہ شان کے ساتھ اپنے عیش و آرام اور ٹھاٹھ باٹھ پر لٹا دے اور اسی کے پڑوس اور محلے میں اس کے قریبی رشتہ دار، عزیز دوست اور ہمسائے فقر و غربت اور ضیق و عسرت کی تلخ گھڑیاں گزار رہے ہوں۔ اور اس کے قریبی معاشرے میں سینکڑوں غریب، محتاج، معذور، بیمار اور بے روزگار یتیم اور بیوائیں، بقائے زندگی یا روٹی کپڑے، علاج اور امداد کے حاجتمند موجود ہوں۔ نہ اتنا بخیل ہو کہ اپنے معاشی وسائل کے مطابق اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات پر بھی خرچ نہ کرے یا دین اور معاشرے کی اہم ضرورتیں پورا کرنے سے گریز کرے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلام زندگی کے اخراجات میں کفایت شعاری اور اعتدال کی تعلیم بھی دیتا ہے۔
وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ ط
(بنی اسرائیل: ۲۹) نہ اپنے ہاتھ کو گردن سے باندھے رکھو اور نہ اس کو بالکل ہی کھول دے۔"
مومن افراط و تفریط کی روش سے محتاط زندگی کا نمونہ ہوتا ہے۔ وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ط (الفرقان: ۶۷) اللہ کے نیک بندے وہ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں۔ اور نہ بخل برتتے ہیں بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل رہتے ہیں۔" یہ طرز معاش انہیں افلاس و غربت اور دوسروں کی محتاجی سے محفوظ رکھتی ہے۔ مَا عَالَ مُقْتَصِدٌ" اعتدال سے خرچ کرنے والا کبھی فقیر نہیں ہو سکتا۔

اس کے ساتھ اسلام اپنی اخلاقی تعلیم کے ذریعہ اخوت، ہمدردی، فیاضی اور احسان و مروت کے جذبات ابھار کر یہ تسلیم کرانا چاہتا ہے کہ ہر صاحب استطاعت شخص کے مال پر اپنی ذات اور اپنے بال بچوں کے حقوق کے ساتھ ساتھ اس کے اولین حق دار والدین اس کے رشتہ داروں اور معاشرے کے غریب معذور اور محتاج افراد کے حقوق بھی لازم قرار دیئے گئے ہیں۔ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ (ذاریات: ۱۹) اور ان کے مالوں میں سائل اور نادار کا حق ہے۔"

پھر اس کے بعد قرآن کا حکم یہ ہے:۔ وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ط (بنی اسرائیل: ۲۶) اور اپنے رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین و مسافر کو۔" یعنی اپنے حق داروں کی مالی امداد و خیرات کے طور پر نہیں بلکہ ان کا حق تسلیم کرتے ہوئے سرانجام دینی چاہیئے۔

تمہاری کمائی میں صرف آزمائش کے لیے دوسروں کا حق رکھ دیا گیا ہے۔ تاکہ اس طرح تمہاری آزمائش کی جائے۔ کہ تم ان کا حق مالک کے حکم کے مطابق ادا کرتے ہو یا نہیں؟ قرآن کا یہ دعویٰ ہے کہ تمہاری سرخ روئی و کامرانی اور فلاح و نجات کی منزل اقربا پروری اور غربا نوازی سے ہو کر گزرتی ہے۔ فَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ (روم: ۳۸)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پس رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین و مسافر کو اس کا حق، یہ طریقہ بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہوں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔" اس آیت میں اللہ کی خوشنودی کے لیے حقوق العباد ادا کرنے والوں کو فلاح کی بشارت دی گئی ہے۔ اس کے بغیر حصولِ فلاح میں کامیابی نہیں ہوگی۔

ہم دردی، رحم و شفقت، ایثار و قربانی اور حق شناسی کے اعلیٰ اوصاف ادائے حقوق کے احساسات سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس احساس کو اُبھارنے کے لیے انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا گیا ہے۔ تاکہ انسان کے اندر ایک ایسی اخلاقی روح اجاگر ہو جس کے ذریعہ وہ دنیا میں سب سے بڑھ کر فیاض، شفیق، ہمدرد، فراخ دل اور ہم درد خلق ہستی کی صورت میں امتیازی حیثیت اختیار کر سکے۔ راہِ خدا کا مطلب یہ ہرگز نہیں۔ کہ وہ انسان کے مال کا محتاج ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مال ایسے کاموں میں خرچ کرو۔ جن کا فائدہ پوری انسانیت کو حاصل ہوتا ہے اور ان میں عظیم کام یہ ہے کہ دنیا میں توحید کا نظام قائم ہو۔ مشرکانہ عقائد اور مبتدعانہ رسوم کا خاتمہ ہو۔ زندگی کے تمام شعبوں میں دینی نظام کی فرماں روائی تسلیم کی جائے اور اپنی جماعت کے شکستہ حال معذور، پس ماندہ اور محتاج لوگوں کو زندگی کی جدوجہد میں کھڑا کرنے کی کوشش کی جائے۔ دولت کے تالاب سے زکوٰۃ و صدقات کی نہریں نکالی جائیں۔ تاکہ جن لوگوں کے معاشی کھیت اجڑے پچڑے ہوں وہ بھی شاداب بن سکیں۔ ناجائز منافع خوری کی نالیوں سے کالی دولت کی جھیل وسیع تر ہو کر اپنے گرد و پیش کی زمین کی تمام رس چوس نہ لے۔ پھر اس مُردار خور جھیل کی وسعت کے بعد انسانیت کے پنپنے اور محروم الوسائل یا کم نصیب افراد کے سنبھلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ انفاق فی سبیل اللہ کا عمل معاشرے کی ایک ایک کمزور رگ تک دولت کو پھیلا کر معاشرے کی اجتماعی زندگی کو توانا و صحت مند بناتا ہے۔ بُخل قارونیت اور اخلاقی جذام سے ایسی جماعت محفوظ ہو جاتی ہے۔ جس میں دولت چند شخصیات کے بجائے جماعت کی بھلائی کے کاموں میں گردش کرتی نظر آتی ہے۔ اور جہاں دولت پر بُخل کے قفل لگ جائیں۔ قرآن کہتا ہے ایسے معاشرے کے لیے تباہی و ذلت مقدر ہے

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ (آل عمران: ۱۸۰) جو لوگ اللہ کے دیے ہوئے فضل میں بخل کرتے ہیں وہ یہ گمان نہ کریں کہ یہ فعل ان کے لیے اچھا ہے بلکہ دراصل یہ ان کے لیے بُرا ہے۔" کیونکہ اس سے سرمایہ داری کا ناگ پیدا ہوتا ہے۔ سرخ سفید سیاہ کسی رنگ کا بھی ہو وہ انسانیت کے لیے پیغامِ ہلاکت ہے۔ اس کی کنڈلی جس قدر پھیلتی جائے گی معاشی ناہمواری، اقتصادی بدحالی، غریب آزاری کے منحوس آثار میں خدا بیزاری اور دنیا پرستی ترقی پذیر ہوگی۔ نفس و ہوس کے ڈھیر سے بداخلاقی کی وبا جب پھوٹ نکلے۔ تہذیب و شرافت حق و انصاف اور اخلاقی اقدار کی عظمت ایسے زہریلی فضا میں دم توڑ دیتی ہے۔ قرآن کا دعویٰ ہے کہ زر پرستی، دولتِ دنیا کی حرص و ہوس اور خوش حالی پر فخر و تکبر انسان کی گمراہی اور خدا فراموشی اور آخر کار اس کی تباہی کا اہم سبب ہے۔ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ (الھمزۃ ۱-۲) بڑی خرابی ہے ہر اس شخص کے لیے جو عیب چین اور بدگو ہے جس نے مال جمع کیا اور گن گن کر رکھا۔"

معاشی اور اخلاقی صحت کا اہم رکن انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ اصلاحِ نفس کے لیے یہ ہر شریعت کا لازمی جزو رہا ہے۔ قرآن میں کئی مقامات پر نماز اور زکوٰۃ کا ایک ساتھ ذکر آیا ہے۔ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ ۝ (انبیاء: ۷۳) اور ان کو (یعنی ابراہیم، لوط، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کو) ہم نے پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے لوگوں کی رہ نمائی کرتے تھے اور ان کی طرف ہم نے نیک کاموں کا اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم بھیجا اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔"

اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق صاحبِ نصاب لوگوں کے مال میں آنحضورؐ نے انفاق کی کم سے کم ایک حد مقرر کر کے اس کی تحصیل و تقسیم کا انتظام اسلامی ریاست کے فرائض میں شامل کر دیا۔ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا (توبہ ۱۰۳) (اے نبی) ان کے اموال میں سے ایک صدقہ وصول کر کے انہیں پاک کر دو۔" اور آنحضورؐ نے بقدرِ نصاب یا اس سے زائد ملکیتوں پر اموال کے بارے میں شرح مقرر فرما دی۔ احادیث

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وفقہ میں جن کی پوری تفصیل ملتی ہے۔ مذکورہ آیت میں فرض زکوٰۃ کو وصول کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر اسلامی حکومت موجود نہ ہو تو صاحبِ نصاب خود اپنی زکوٰۃ نکال کر تقسیم کریگا۔

رضا کارانہ صدقات

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ فیاضی اور رحم دلی مسلمان کے خمیرِ فطرت کا ایک اہم عنصر ہے۔ صاحبِ نصاب اگر فرض زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد بھی بھلائی کے کاموں میں فراخدلی کے ساتھ اپنا مال خرچ کرتا ہے تو کم حیثیت کے لوگ بھی اپنی استطاعت کے مطابق دلی رغبت کے ساتھ دینی اور جماعتی کاموں میں اپنی قربانیاں پیش کرتے رہتے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں ایسے اخراجات کو انفاق فی سبیل اللہ اور صدقہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اب صدقہ کا مفہوم بیان کیا جاتا ہے۔

صدقہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو خدا کی راہ میں دی جائے۔

صدقہ کا معنی اور مقصد؟ (تاج العروس) امام راغب اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ ہر وہ چیز جو انسان اپنے مال سے قربِ الٰہی حاصل کرنے کے لیے خرچ کرتا ہے۔ خواہ یہ اس پر واجب ہو یا غیر واجب۔ واجب کی مثال قرآن کی یہ آیت ہے۔ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً" (توبہ: ۱۰۳) ان کے مال میں سے زکوٰۃ وصول کرو۔" رضا کارانہ طور پر غیر واجب خیرات کرنے والوں کو مُصدّق کہا جاتا ہے۔ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ (حدید: ۱۸) مردوں اور عورتوں میں سے جو لوگ صدقات دینے والے ہیں۔" کبھی معاف کر دینے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ط (بقرۃ: ۲۸۰) اور جو صدقہ کر دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔" اور اس حدیث سے بھی یہی معنی ثابت ہوتے ہیں۔ ما اکلت العافیۃ فھو صدقۃ ط (مشکوٰۃ بحوالہ دارمی) یعنی کھیتی سے جو چند پرند اور ضرورت مند انسان کھا جائیں۔ وہ بھی صدقہ ہے۔" کبھی عورتوں کے مہر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً" (نساء: ۴) اور عورتوں کے مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کرو، صَدَّقَ تَصَدُّقَ کا معنی صدقہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دینے اور اپنے مال سے دوسروں کی ضرورت پورا کرنے کے ہیں۔ إِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ط (یوسف : ۸۸) اللہ خیرات کرنے والوں کو جزا دیتا ہے۔" صدق اس کا مادہ ہے، اور صداقت، سچی دوستی اور اصل حقیقت کے لیے محاورہ ہے، سچے دل اور خلوص نیت کے ساتھ صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے ہر قسم کی قولی، مالی اور عملی قربانی جس میں ریا و نمائش اور احسان شماری نہ ہو۔"

عام لوگوں میں صدقہ حقیر معنوں میں تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن اسلام میں یہ صدق و اخلاص کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ جو انتہائی پاکیزہ مقاصد اور بھلائی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے حدیث میں آتا ہے۔ كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَنَعْتَهٗ إِلٰى غَنِيٍّ أَوْ فَقِيْرٍ فَهُوَ صَدَقَةٌ" ط — (زاد المعاد ج ۳ - ص ۵۷) ہر غنی اور محتاج کے ساتھ جو تو بہتر سلوک کرے وہ صدقہ ہے۔" اس حدیث سے صدقہ کی جامع عمومی افادیت اور اس کی اصل اہمیت بخوبی واضح ہوتی ہے اور بھلائی کا کوئی قول و عمل اس (صدقہ) سے باہر نہیں ہے۔" صدقہ دراصل ایک مسلمان کی قلبی اور باطنی کیفیت اور اس کے اندرونی جذبات و رجحانات کی محسوس شکل ہے۔ خواہ یہ مادی شکل میں ہو یا غیر حسی صورت میں۔ قولی جیسے دعوت الی الخیر اور غلبۂ دین کے لیے ہر ممکن جدوجہد اور اس کے لیے ایثارِ وقت وغیرہ۔ یا مال و اسباب کے ذریعہ بھلائیوں کے فروغ اور خلقِ خدا کی ضروریات کی تکمیل کا عمل، یہ کسی انسان کی باطنی نیک نیتی اور خیر خواہی کا واضح ثبوت ہے۔ حدیث میں آتا ہے : والصلوة نور والصدقة برهان (مسلم۔ ترمذی) نماز ایک نور ہے (جو رضائے الٰہی کی راہیں روشن کرتا ہے۔ اور صدقہ ایک روشن دلیل ہے۔ (کسی انسان کے ایمان، صدق عمل اور اس کی فلاح و نجات کی)

صدقہ اور انفاق کے قبول ہونے کا معیار

یہ ہے کہ دینی یا سماجی کاموں میں مال و جان کے ذریعہ جو کچھ بھی خرچ کیا جائے وہ محض اللہ کی خوشنودی و رضامندی کے لیے خرچ کیا جائے۔ محتاجوں، معذوروں اور حاجت مندوں سے جو تعاون بھی کیا جائے۔ اس میں کسی ذاتی مفاد اور خود غرضی کی آمیزش نہ ہو۔ لوگوں سے اپنی فیاضی و سخاوت کی دادِ تحسین حاصل کرنے کا تصور بھی نہ آنے پائے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ریاکاری و نمائش کا ہر عمل شرک ہے اور شرک سے اللہ کی ذات سخت بیزار ہے۔ من صلی یرائی فقد اشرك ومن صام یرائی فقد اشرك ومن تصدق یرائی فقد اشرك (مشکوٰۃ بحوالہ احمد، ص ۴۵۵) جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی تو اس نے شرک کیا۔ اور جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا تو اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کا صدقہ کیا، تو اس نے شرک کیا۔"

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (نساء: ۳۸) اور اللہ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا، جو اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور اللہ اور یوم آخر پر ایمان نہیں رکھتے۔" جو اللہ کی رضا کے لیے کام کریں وہ قیامت کے روز اللہ سے اجر و ثواب کی امید بھی رکھتے ہیں اور جن کا ان دونوں پر یقین و ایمان نہ ہو تو ان کوتاہ نظر لوگوں کی امیدیں انسانوں سے وابستہ ہوتی ہیں اور وہ دنیا میں اپنے انفاق کا معاوضہ لوگوں سے وصول کر لیتے ہیں۔

صدقہ و انفاق کے قبول ہونے کی دوسری شرط یہ ہے کہ احسان شماری سے دوسروں کی عزتِ نفس کو مجروح نہ کیا جائے۔ احسان جتا کر حق داروں کو اذیت نہ پہنچائی جائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (بقرہ: ۲۶۴) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنے صدقات احسان جتا کر اور اذیت دے کر اس شخص کی طرح ضائع نہ کرو جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔" جو لوگ اس انداز سے صدقات و خیرات کرتے ہیں وہ عند اللہ مقبول نہیں ہیں۔ ان کی مقبولیت کا صرف یہ معیار ہے کہ: اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (بقرہ: ۲۶۲) جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ پھر اپنے خرچ کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ اذیت دیتے ہیں انہی کے لیے اجر ہے ان کے رب کے پاس اور ان کے لیے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کسی خوف اور غم کا موقع نہیں ہے۔"

تیسری شرط صدقات مقبول ہونے کی یہ ہے کہ چھانٹ کر دی مال اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جائے، جب کہ اس آیت سے واضح ہے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران: ۹۲) جب تک تم ان چیزوں میں سے جو تمہیں عزیز ہیں راہ خدا میں خرچ نہ کرو گے، کبھی نیکی حاصل نہ کر سکو گے۔"

احسان جتانے سے صدقات و احسانات کا اجر ضائع ہو جاتا ہے

اللہ تعالیٰ اس عمل کو سخت ناپسند کرتا ہے کہ اس کے فیضانِ کرم سے خود سیراب ہونے والا کسی محروم الوسائل اور محتاج شخص کو اس کا جائز حق ادا کرنے کے بعد اس پر احسان بھی جتائے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى (بقرہ: ۲۶۴) اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر ضائع نہ کرو۔"

صدقہ اور سود میں ایک امتیازی فرق

ربوٰ کا معنی یہ ہے کہ جو تمہارا کسی پر واجب ہے اس سے زائد وصول کرو۔ پوری بیرحمی اور خود غرضی کے ساتھ۔ صدقہ یہ ہے کہ جو کچھ تم پر واجب ہے (معاشرے کی بھلائی کے لیے) اس سے زیادہ دو (صدقات نافلہ کے طور پر) پوری للّٰہیت اور شفقت کے ساتھ۔ ربوٰ میں اصل سے جو زائد وصول کیا جاتا ہے اسے اللہ بے برکت اور انسان کے لیے وبال کا موجب بنا دیتا ہے۔ اور اس مالِ حرام کا پوری زندگی پر منحوس اثر پڑتا ہے۔ نیکی کی توفیق و رغبت ختم ہو جاتی ہے اور زیادہ تر دولت خدا کا غضب بھڑکانے والے کاموں میں صرف ہوتی ہے۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے دولت بڑھتی ہے

یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ (بقرہ ۲۷۶) اللہ سود کا مٹھ مار دیتا ہے اور صدقات (انفاق فی سبیل اللہ) کو نشوونما اور برکت) دیتا ہے وَمَاۤ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَا۟ فِیْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَاۤ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۝

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(روم: ۳۹) اور یہ جو تم سود دیتے ہو تاکہ لوگوں کے اموال میں اضافہ ہو تو اللہ کے نزدیک وہ ہرگز نہیں بڑھتا اور جو زکوٰۃ تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے ارادے سے دیتے ہو اسی کے دینے والے دراصل اپنا مال بڑھاتے ہیں۔"

اس کے برعکس سود کے ذریعہ جو حاصل ہوتا ہے اس کے باعث انسان خدا کے غضب کا مستحق بنتا ہے اور خلق خدا کے ساتھ سنگ دلانہ اور خود غرضانہ رویہ کی بنا پر وہ عوام میں بھی مردود اور نامقبول ہو کر رہتا ہے۔ پھر اس سود خوری کے بدلے میں اس کی جو شامت آنے والی ہے۔ دنیا و آخرت میں اس کا تصور بھی لرزہ خیز ہے۔

ایک حدیث میں آنحضورؐ کا ارشاد ہے: ان الربٰوا ان کثر فان عاقبتہٗ تصیر الی قل (بیہقی ابن ماجہ احمد) سود اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہو مگر انجام کار وہ کمی کی طرف پلٹتا ہے۔"

لیکن انفاق فی سبیل اللہ اور صدقات و خیرات کے ذریعہ جو دینی اور سماجی کام سرانجام پاتے ہیں اور معذور و محتاج افراد اس چشمۂ فیض سے نشوونما حاصل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ عمل چشمۂ ثواب میں بدل جاتا ہے اور اس نیکی و بھلائی کا اجر پہاڑ کے برابر بن جاتا ہے۔ ایک حدیث میں آنحضورؐ کے ارشاد سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے:-

من تصدق بعدل تمرۃ من کسب طیب ولا یقبل الا الطیب فان یقبلہا بیمینہ ثم یربیہا لصاحبہ کما یربی احدکم فلوہ حتی تکون مثل الجبل (بخاری مسلم) جس شخص نے اپنی جائز اور حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور خدا پاکیزہ مال کے بغیر کوئی صدقہ اور خیرات قبول نہیں کرتا۔ اس صدقہ کو خدا قبولیت کے ساتھ اپنے دائیں ہاتھ میں لے لیتا ہے پھر اسے نشوونما دیتا رہتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے اونٹ کے بچے کو پالتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔" ابن خزیمہ کی روایت میں اس حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں: فتصدقوا۔ پس تم صدقات دیتے رہا کرو۔" جو مال خلق خدا کی ضروریات و کفالت اور محتاج و معذور افراد کو سہارا دینے کے لیے خرچ کیا جائے وہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مال عند اللہ اجر و ثواب کی صورت میں بڑھتا رہتا ہے، ایک سائل آنحضورؐ سے صدقات کے فضائل کے بارے میں دریافت کرتا ہے: یا رسول اللہ ما الصدقۃ قال اضعاف مضاعفۃ و عند اللہ المزید ثم قرأ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً (مسند احمد طبرانی) صدقہ کی حقیقت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: دوگنا چوگنا اور اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ہے۔ پس کون شخص ہے جو اللہ کو قرض حسن دے تاکہ وہ کئی گنا بڑھا چڑھا کر اسے بدلہ دے۔ اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَھُمْ وَ لَھُمْ اَجْرٌ کَرِیْمٌ مردوں اور عورتوں میں سے جو لوگ صدقات دینے والے ہیں۔ اور جنہوں نے اللہ کو قرض حسن دیا ان کو یقیناً کئی گنا بڑھا کر دیا جائے گا اور ان کے لیے بہترین اجر ہے۔ (الحدید ۱۸)

قرض حسن کا معنی قرض اس مال کو کہتے ہیں جو کسی کو اس کی ضرورت پورا کرنے کے لیے دیا جائے۔ اس شرط پر کہ وہ واپس مل جائے گا (مفردات) کسی کو کوئی چیز دینا یا کوئی کام کرنا اس امید پر کہ اس کا بہتر بدلہ ملے گا (تاج العروس) قرض حسن اس صورت میں ہے کہ اللہ کی راہ میں جو مال خرچ کیا جائے وہ کسی نفسانی غرض دنیوی مفاد اور نمود و نمائش کے لیے نہ خرچ کیا جائے، محض نیکی اور بھلائی کا معیار بلند کرنے کے لیے خرچ کرے نہ کہ اپنی شخصیت کو نمایاں کر کے شہرت حاصل کرنے کے لیے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تو بے نیاز ہے۔ اسے کسی دنیوی مال و اسباب کی حاجت نہیں۔ البتہ دنیا میں دینی نظام قائم کرنے اور توحید و سنّت کا معیار بلند کرنے کے لیے انسانوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی رضامندی سے خدا کے پسندیدہ کاموں میں مال خرچ کریں۔ اس پر وہ ضمانت دیتا ہے کہ اس کے ثواب میں بے حساب اضافہ کر کے بندے کو اجر و انعام کی شکل میں واپس کرے گا۔!

مسلمان اسی امید پر اللہ کی راہ میں فراخدلی و رغبت کے ساتھ خرچ کرتا ہے کہ دنیا و آخرت دونوں میں اسے بہتر اور مفید بدلہ ملے گا۔ انفاق فی سبیل اللہ سے متاع دنیا کی محبت مغلوب ہو کر رضائے الٰہی کی طلب ابھرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے امیدیں وابستہ ہوتی ہیں کہ اس کے دین کی سربلندی کے لیے جدوجہد میں اپنا مال، اوقات، اپنی محنتیں اور قابلیتیں اس امید پر صرف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے۔ اور اس کی رضا و خوشنودی کے لیے اس کی محتاج و معذور اور مصیبت زدہ مخلوق سے جذبۂ ہمدردی کے تحت اس لیے مالی تعاون کرتا ہے کہ ان بھلائیوں کا نہ صرف پورا اجر اور لازوال انعام ملے گا بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل و کرم سے اس سے کئی گنا زائد معاوضہ عنایت فرمائے گا۔ اس کے وعدوں پر مکمل اعتماد اور بھروسہ ضروری ہے۔ اور ایسا یقین صرف شعوری ایمان اور دینی تعلیم سے حاصل ہو سکتا ہے۔" إِنْ تُقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ" (تغابن: ۱۷) اگر تم اللہ کو قرض حسن دو تو وہ تمہیں کئی گنا بڑھا کر دے گا اور تمہارے قصوروں سے درگزر فرمائے گا۔ اللہ بڑا قدردان اور بردبار ہے۔"

حُسنِ نیت، اخلاص اور دلی رغبت کے ساتھ محض خدا کی رضا کے لیے بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے کا مطلب خدا کو قرض حسن دینا ہے جسے اللہ تعالیٰ سات سو گنا بڑھا کر عنایت کرے گا۔ علامہ بیضاوی مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً" (بقرہ: ۲۴۵) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ای اقراضا حسنا مقرونا بالاخلاص وطیب النفس ۔ ۔ ۔ ۔ وقیل القرض الحسن بالمجاھدۃ والانفاق فی سبیل اللہ ط (ترغیب ج ا ص ۵۲۴) وہ قرض حسن جو اخلاص اور خوش دلی کے ساتھ دیا جائے۔ یہ معنی بھی ہیں کہ قرض حسن یہ ہے کہ اللہ کے دین کی سربلندی کی جدوجہد اور اللہ کے راستے میں خرچ کیا جائے۔" بقول امام مالک رحمہ اللہ کے راستے بہت سے ہیں۔ بندگانِ خدا کی ضروریات پورے کرنے میں جو خرچ ہو یہ سب قرض حسن ہے۔"

اللہ کی راہ میں اپنا عزیز ترین مال صدقہ کرنے کی مثال اس سلسلے میں حضرت ابو طلحہ رضؓ کی ایک بے نظیر مثال حدیث میں ملتی ہے۔ جب آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ط نازل ہوئی تو ابو طلحہ رضؓ نے آنحضور ؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب تک تم اپنے عزیز مال سے راہِ خدا میں خرچ نہ کرو گے نیکی نہیں پا سکو گے" اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مجھے اپنے مال میں بیرحاء باغ نہایت ہی عزیز ہے۔ میں اسے اللہ کی راہ میں صدقہ دیتا ہوں اس کے ذریعہ میں اللہ کے ہاں نیکی اور ذخیرۂ آخرت کی امید کرتا ہوں۔ جہاں اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھائے آپ اسے خرچ کردیں۔ آنحضورؐ نے فرمایا۔ بہت خوب! یہ مال بڑا نفع بخش ہے۔ وانی اری ان تجعلھا فی الاقربین فقال ابوطلحۃ افعل یارسول اللہ فقسمھا ابوطلحۃ فی اقاربہ وبنی عمہ (بخاری مسلم ترمذی نسائی) پھر آپ نے فرمایا۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اسے اپنے قرابت داروں میں تقسیم کردو۔ انہوں نے کہا۔ یارسول اللہ! میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ پھر ابوطلحہ نے اپنے رشتہ داروں اور اپنے چچا کے لڑکوں میں یہ باغ تقسیم کردیا۔

حضرت ابودحداحؓ کی مثال

حدیث میں آتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ وَلَہٗ اَجْرٌ کَرِیْمٌ (الحدید: ۱۱) تو حضرت ابودحداح انصاری رضؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض چاہتا ہے؟ آپ نے جواب دیا۔ ہاں اے ابودحداح انہوں نے کہا۔ ذرا اپنا ہاتھ مجھے دکھائیے۔ آپ نے اپنا ہاتھ ان کی طرف بڑھا دیا۔ انہوں نے آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ میں نے اپنے رب کو اپنا باغ قرض دے دیا۔ رسول اکرمؐ سے یہ بات کرکے وہ سیدھے اپنے گھر پہنچے۔ اور بیوی کو پکار کر کہا۔ دحداح کی ماں! نکل آؤ۔ میں نے یہ باغ اپنے رب کو قرض دے دیا ہے۔ وہ بولیں۔ تم نے نفع کا سودا کیا دحداح کے باپ! اور اسی وقت اپنا سامان اور اپنے بچے لے کر باغ سے نکل گئیں (ابن ابی حاتم) اس باغ میں بروایت عبداللہ بن مسعود کھجور کے چھ سو بڑے عمدہ کھجور کے درخت تھے اور ان کی رہائش اور ان کے بال بچے بھی اسی باغ میں مقیم تھے! یہ اللہ تعالیٰ پر اس سچے اور کامل ایمان کا مظاہرہ ہے جس کی عمدہ مثال صرف اس اسلامی معاشرے میں مل سکتی ہے۔ جو آنحضورؐ کی تئیس سالہ تعلیم و تربیت سے آراستہ ہوکر عالم انسانیت کی اصلاح اور دنیا کی امامت کے لیے تیار ہوا تھا۔ دنیا کے لیے اس قدر فیض رساں انسان تیار کرنا صرف اسلامی نظام کی خاصیت ہے۔ خدا کی راہ میں جائز ذرائع سے کمائی ہوئی جو دولت کسی دنیوی مصلحت کے لیے نہیں بلکہ اللہ کی خوشنودی کے لیے خرچ کی جائے اللہ تعالیٰ اسے اپنے ذمہ قرض قرار دیتا ہے۔ قرآن میں متعدد مقامات پر ایسے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قرضہ کی ترغیب دی گئی ہے۔ کیونکہ اسی طرح دنیا میں توحید و سنت کا نظام قائم کرنے والی جماعت ترقی کرتی ہے۔ معاشی لحاظ سے کمزور، معذور، محتاج اور ضرورت مند افراد کی ضروریات بھی پوری ہوتی ہیں۔ ایثار و قربانی کا عمل اسلامی جماعت کے ان منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں بڑی مدد دیتا ہے جس کے ذریعہ باطل کو ہر محاذ پر شکست دی جا سکتی ہے۔ اور معاشرے کی اخلاقی و معاشی حالت سنوارنے کی تدابیر کامیاب ہوتی ہیں۔ آج دنیا میں مسلمانوں کے پاس مال کی کمی تو نہیں ہے۔ صرف دینی نظام سے لگاؤ، تنظیم اور جذبۂ انفاق کی کمی ہے۔ اس کی تلافی ہو جائے تو خدا کا بہترین نظام بحر و بر پر رائج ہو سکتا ہے۔

قرض حسن کے ذریعہ خدا کی خصوصی نصرت حاصل ہوتی ہے

قرآن کی اس آیت سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے: وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (مائدہ: ۱۲) اور اللہ نے ان سے کہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نے نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ دی اور میرے رسولوں کو مانا اور ان کی مدد کی اور اپنے خدا کو اچھا قرض دیتے رہے تو یقین رکھو کہ میں تمہاری برائیاں تم سے زائل کر دوں گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔"

اخلاقی اور عملی لحاظ سے انسان کو مقام کمال تک پہنچانے اور اس کے جوہر انسانیت کو نکھارنے کے لیے قرض حسن دینے کی بار بار ترغیب دی گئی ہے۔ تاکہ زر پرستی کا زہر بے اثر ہو جائے اور دینی تقاضوں کی تکمیل کے لیے اپنا مال جہاد فی سبیل اللہ بندگانِ خدا کی امداد، رفاہِ عامہ اور نیکی و بھلائی کے کاموں میں خوش دلی سے خرچ کیا جائے۔ اس یقین کے ساتھ کہ اس کا یہ مالی ایثار و انفاق عظیم ثواب کی صورت میں اللہ کے پاس محفوظ ہو جائیگا۔ اور انسان کی فلاح و نجات کے لیے اس کے ہاں ایسا ہی ذخیرہ کارآمد ہے۔ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَیْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا (مزمل ۲۰:) نماز قائم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرو، زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دیتے رہو۔ جو کچھ بھلائی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں موجود پاؤ گے وہی زیادہ بہتر ہے۔ اور اس کا اجر بہت بڑا ہے۔" زکوٰۃ کے بعد قرض حسن سے مراد رضا کارانہ صدقات و خیرات کی تلقین کی جا رہی ہے۔ اسلامی جنگوں میں آنحضور جب جہاد کے ساز و سامان کے لیے مالی انفاق کی دعوت دیتے تھے۔ تو یہ زکوٰۃ کے علاوہ مقام احسان کی طرف پیش قدمی کا مطالبہ تھا اور ہنگامی ضروریات اسی ترغیب سے پوری کی جاتی تھیں۔"

بکثرت صدقات تعلق باللہ اور بابرکت روزی کا ذریعہ

ایک روز آنحضور نے اپنے خطبہ میں موت سے پہلے پہلے اعمال سرانجام دینے اور اپنے گناہوں سے تائب ہونے کی تلقین کرتے ہوئے آخر میں فرمایا۔ وَصِلُوا الَّذِی بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ رَبِّکُمْ بِکَثْرَةِ ذِکْرِکُمْ لَهُ وَکَثْرَةِ الصَّدَقَةِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ تُرْزَقُوا وَتُنْصَرُوا وَتُجْبَرُوا (ابن ماجہ) خدا کے ساتھ مخفیہ و علانیہ بکثرت صدقات اور بکثرت ذکر کے ذریعہ (اپنی وفاداری و بندگی کا) تعلق قائم رکھو تمہیں فراخ روزی دی جائے گی۔ تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہیں غنی بنا دیا جائے گا۔"

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا، فَإِنَّمَا تُرْزَقُونَ وَتُنْصَرُونَ بِضُعَفَائِكُمْ (مشکوٰۃ) ضعیف لوگوں کی سرپرستی و کفالت کے لیے تمہیں روزی بھی دی جاتی ہے اور تمہاری امداد بھی کی جاتی ہے۔" نابالغ اولاد ضعیف العمر والدین، غریب و نادار قریبی رشتہ دار اور جماعت کے کمزور یا بے روزگار اور مفلس افراد کی امداد و کفالت اہل ثروت کی ذمہ داری ہے اور ان جملہ حق داروں کی حق ادائیگی و سرپرستی کے لیے ہی انہیں روزی دی جا رہی ہے اگر وہ یہ حقوق ٹھیک ادا نہیں کریں گے تو اس ظلم و زیادتی پہ سخت عذاب کے مستحق ہوں گے۔

انفاق فی سبیل اللہ اور رزق حلال کے بارے میں ان کے مآل و انجام سے متعلق ثواب و برکت کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ ان کی لغوی تشریح اس لحاظ سے مفید ہو گی کہ اس کی حقیقت اور نتائج کے بارے میں جو شعور حاصل ہو گا۔ اس سے قلب و ذہن بھی مطمئن ہو سکے اور نیکی و بھلائی کے کاموں میں تحریک بھی پیدا ہو گی اور دل مطمئن نہ ہو تو غیر شعوری طریقہ برکت و ثواب سے امور خیر میں کوئی لذت اور سکون محسوس نہیں ہوتا۔ نہ رزق حلال میں کشش و رغبت،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور نہ رزقِ حرام سے نفرت پیدا ہوگی ! رزقِ حلال میں برکت اور انفاق فی سبیل اللہ میں ثواب کی کیا حقیقت ہے ؟ قرآن و حدیث میں یہ الفاظ بکثرت استعمال ہوئے ہیں جو اپنے مفہوم میں خیر و خوبی اور سکون و اطمینان کی بہت بڑی کائنات سمیٹے ہوئے ہیں ۔ ایمان بالغیب اس کائنات کا سورج ہے ۔ اِسی کی روشنی میں اب ان کا مفہوم واضح کیا جائیگا :-

برکت کا معنیٰ اس کا مادہ ب ر ک ہے ، مصدر برکت اور بروک آتے ہیں لُغت میں مطلق بڑھنا یعنی زیادت اور سعادت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے ۔ البرکۃ محرکۃ ، النماء والزیادۃ والسعادۃ (قاموس ج ۳ ص ۱۹۳) لغات الحدیث ج ۱ ص ۱۵ میں ہے ، برکت کسی چیز میں زیادتی ہونا اور اصطلاح میں اللہ کی دی ہوئی نعمت ، عزت شرف کے دوام اور ہمیشہ رہنے کو کہتے ہیں ۔ علاّمہ عبید اللہ مبارک پوری اللھم بارک کے معنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں : اے ثَبِّتْ لَهٗ وَ ادم لہٗ ما اعطیتَهٗ مِنَ الشَرفِ وَالکَرامَۃِ وَزِدْہٗ مِنَ الکَمالاتِ مَا یَلیقُ بِكَ وبہ (مرعاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۳۴۹) اے اللہ ! تُو نے جو شرف و عزت انہیں بخشی ہے اسے ہمیشہ ثابت اور قائم رکھ ۔ اور ان کے لیے جو کمالات مفید اور ضروری ہیں اپنی شان کے مُطابق اور ان کی حیثیت کے لحاظ سے ان میں بڑا بڑا اضافہ کر ۔ امام راغب برکت کی تشریح میں لکھتے ہیں :- البرکۃ ثبوت الخیرِ الالٰہی فی الشیئِ قالَ اللہُ تعالیٰ لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ ولَمّا کان خیر الالٰہی یصدر من حیث لا یحس وعلی وجہ لَا یُحصٰی ولا یحصر قیل لکلِ شیئٍ مایشاھد منہ زیادۃ غیر محسوسۃ ھو مبارکٌ وفیہ برکۃٌ والی ھذہ الزیادۃ اشیر بما روی انہٗ لَا یَنقُصُ مَالٌ مِن صَدَقَۃٍ ط (کنز العمال) لا الی النقصانِ المَحسُوسِ (مفردات راغب) برکت کا معنیٰ کسی شیئ میں خیر الٰہی کے ثابت ہونے کے ہیں ۔ (آیت میں برکات سے مراد بارش کا پانی ہے ۔ جس سے زمین میں انسان کے فائدے کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں) اور خیر الٰہی چونکہ غیر محسوس طور پر صادر ہوتی ہے اور بے شمار طریقوں پر پائی جاتی ہے ۔ اس لیے ہر اس چیز کو جس میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غیر محسوس طور پر زیادتی و افزائش پائی جائے اسے مبارک کہتے ہیں۔ حدیث میں اسی طرف اشارہ ملتا ہے کہ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔ اس میں یہی غیر محسوس افزونی مراد ہے ورنہ حسی نقصان کی نفی نہیں ہے۔ کیونکہ دنیوی ترازو کے تول میں تو مال ضرور کم ہوتا ہے لیکن اس میں خیرِ الٰہی کی وجہ سے اجر و ثواب میں برابر اضافہ ہوتا رہتا ہے، اس کے مصدر سے بابِ تفاعل کی خصوصیات مبالغہ اور اظہارِ کمال ہے جس کا مطلب انتہائی فراوانی، کمال درجے کا استحکام اور پائیداری ہوتا ہے۔ جیسا کہ تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ کمال کا اظہار ہے۔ عظمت اور بزرگی میں بڑھ جانا فیض رسانی، خیر اور بھلائی میں صاحبِ کمال ہونا۔ کمال قدرت والا، بڑا محسن ہر لحاظ سے بلند و برتر، خیر و بھلائی کا مالک اور سرچشمہ۔ محاورہ ہے تَبَارَكَتِ النَّخْلَةُ، کھجور کا درخت بہت اونچا ہو گیا۔ اَلْبَرَكَةُ، ہر قسم کی خیر و فلاح جو انسان کی معاشی و اخلاقی زندگی کی نشوونما کا باعث ہو۔ اور اسے استحکام نصیب ہو۔ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ (ص: ۲۹) یہ ایک بڑی برکت والی کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے۔ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (دخان: ۳) ہم نے اسے بڑی خیر و برکت والی رات میں نازل کیا ہے۔ مانگنے والوں کے لیے اس رات میں خیر کثیر کا نزول ہوتا ہے۔ (لغات القرآن بحوالہ تاج العروس قاموس مفردات) اس لغوی تشریح کی روشنی میں جہاں کہیں بھی، برکت، تبارکت اور مبارک کے الفاظ آئے ہیں ان کا مفہوم سمجھنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ ان سب میں انسان کی دنیا و آخرت کے لیے وسیع پیمانے پر خیر و بھلائی موجود ہے۔ اب اس کا کام ہے کہ وہ پوری محنت اور لگن کے ساتھ ان سے بھرپور فائدہ اٹھائے۔ قرآنی تعلیمات اور اس کے احکامات نفس پر اگرچہ شاق محسوس ہوتے ہوں لیکن ان کی تعمیل سے نفس ہی کی اصلاح و فلاح مطلوب ہے اور دائمی سرور و راحت کی سرزمین میں یہ داخل ہونے کے قابل ہو سکے گا۔ جس کی نعمتوں کا شمار نہیں۔ یہ ہے وہ خیر کثیر والی زندگی جس کی طرف اسلام رہنمائی کرتا ہے۔

رزقِ حلال میں برکت کے اثرات

غیر محسوس غیر الٰہی جو رزقِ حلال میں صادر ہوتی ہے اس کے ذریعہ تھوڑی آمدن سے بھی انسان کے ضروری اخراجات پورے ہو جاتے ہیں اور رزقِ حرام کی بنا پر نازل ہونے والی آفات

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بلیات سے محفوظ رہتا ہے۔ خیرِ الٰہی اور برکت والے رزق سے انسان کو بھلائیوں کی توفیق ملتی ہے ایمانی اور اخلاقی جذبات تقویت پاتے ہیں۔ ایسی روزی ناجائز مصارف میں ضائع نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ ان مصارف میں کام آتی ہے۔ جو خود انسان کی فلاح و سعادت اور اس کی روحانی و اخلاقی ترقی کے لیے مفید اور ضروری ہوتے ہیں۔ جس سے رجوع الی اللہ اور تعلق باللہ کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ فَاِنَّ مَا قَلَّ وَ کَفٰی خَیْرٌ مِّمَّا کَثُرَ وَ اَلْھٰی (ترغیب) دراصل تھوڑا (مگر بابرکت) مال جو جائز ضروریات کے لیے کافی ہو بہتر ہے اس بے برکت مال کثیر سے جو انسان کو خدا اور حقوق العباد سے غافل یا عیش و عشرت میں ڈبو دے" اس حدیث میں برکت کے آثار بتائے گئے ہیں۔ شریعت میں یہی رزق مطلوب ہے۔

مال میں برکت کے اثرات

بابرکت مال۔ دینِ حق کی تبلیغ و اشاعت، تحریکِ اسلامی کے استحکام اور ملتِ اسلامیہ کی خیر خواہی و ترقی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ دنیا میں ایسی کمائی سے نیکی و بھلائی کے کام فروغ پاتے ہیں۔ بیکس و محتاج اور ضرورت مند افراد کو اپنی زندگی قائم رکھنے کے لیے اسی پاکیزہ اور بابرکت مال سے سہارا ملتا ہے۔ رفاہِ عامہ یا سماجی امور میں ایسا مبارک سرمایہ بڑا مؤید اور پائیدار نتائج کا حامل ہوتا ہے۔ صدقاتِ جاریہ کی فیض رسانی سے بے شمار انسانوں کی دعائیں نصیب ہوتی ہیں جو انسان کو اچھی شہرت و مقبولیت اس کی ترقی درجات اور اس کی نجات کا ذریعہ بنتی ہیں ایسے ہی پاکیزہ مال سے دینی ادارے اور بے شمار دارالعلوم چلتے ہیں۔ جہاں سے لاتعداد لوگ رشد و ہدایت کی روشنی حاصل کرتے اور کتاب و سنت کے معارف سے بہرہ ور ہوتے ہیں اور پھر یہ دنیا میں اسلامی تعلیم کی روشنی عام کرتے ہیں! ایسے مال سے عبادت گاہیں تعمیر ہوتی ہیں جہاں لوگ اپنے مالک سے عملی اور زندہ تعلق کا شب و روز مظاہرہ کرتے ہیں۔ ذکرِ الٰہی سے دیندار اور خدا شناس ماحول تیار ہوتا ہے۔ جہاں لوگ آدابِ بندگی سیکھتے ہیں۔ یہ عبادت گاہیں نیکی و بھلائی کا مرکز ہیں۔ جن کی تعمیر میں بابرکت اور پاکیزہ مال کا کلی دخل ہے ایسے بابرکت مال کے اثرات و نتائج کا سلسلہ لامتناہی ہے۔ دنیا کی حد عبور کر کے آخرت میں اس کے اجر و ثواب کی حدود کی کوئی انتہا نہیں ہے اس وقت وہاں کے نتائج اگرچہ نظروں سے پوشیدہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ہیں۔ تاہم دنیا میں بابرکت مال کے نتائج و اثرات تو اتنے واضح ہیں کہ بصیرت کی آنکھیں اس کا انکار نہیں کر سکتیں۔

اسی بابرکت مال کی طاقت سے اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں نے کفار کا مقابلہ کیا۔ بہ ظاہر اس کی نوعیت اگرچہ کم حیثیت کی ہوتی تھی۔ ٹوٹی پھوٹی تلواریں اور قلیل تعداد میں سامانِ جنگ ناکافی سامانِ خوراک اور بہ ظاہر کمزور اسباب و وسائل لے کر اپنے سے کئی گنا زائد لشکروں سے نبرد آزما ہوئے۔ جن کے پاس ظاہری اسلحہ و اسباب اور مادی ساز و سامان بہت بڑھ چڑھ کر تھا۔ لیکن ان بھوکے پیٹوں نے بابرکت پیدا ہونے والی ایمانی اور روحانی طاقت سے ہر محاذ پر باطل کی بساط الٹ کر رکھ دی۔ ان کی ناکافی خوراک میں اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت ڈال دی جس سے ان کے تن خاکی میں حرکت و انقلاب کی وہ بپھری ہوئی لہریں پیدا ہوئیں جو بحر و بر پہ چھا گئیں۔ اور باطل کا کوئی مرکز مسخر کیے بغیر نہ چھوڑا۔

کمزور وسائل کے ساتھ اگر کوئی تحریک آگے بڑھتی جاتی ہے اور دین و ملت کی ترقی اور بہبود کے کارنامے سرانجام دینے میں پیش پیش نظر آتی ہے۔ تو یہ اس غیر محسوس خیر الٰہی اور برکت کا عمل ہے۔ شریعتِ اسلامی جس کی اہمیت ذہن نشین کرانے میں اپنی تعلیم و تبلیغ کا پورا زور صرف کرتی نظر آتی ہے۔ وہ رزقِ حلال اور جائز ذرائع سے کمائی پر اس لیے زور دیتی ہے۔ کہ اس میں انسان کے لیے دنیا و آخرت کی بھلائی کا راز پوشیدہ ہے۔ اس مال سے تربیت پانے والی اس کی اولاد صالح اور والدین کے حق میں مفید اور باعث نیک نامی ثابت ہوگی۔

اس مال سے قائم ہونے والی املاک و جائیداد، دین و ملت کی ترقی و بہبود کے لیے وسیلۂ خیر بنے گی۔ صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مطابق غیبی حقائق و نتائج پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ایمان کمزور ہو تو قیمتی اور لذیذ کھانوں، زرق برق لباسوں اور عالی شان رہائشوں میں باطل سے ٹکرانے والا ولولہ پیدا نہیں ہوتا۔ اللہ پر ایمان مضبوط ہو تو دنیوی وسائل سے نرالی شان پیدا کی جا سکتی ہے

زندگی میں برکت کے اثرات

بابرکت زندگی، خیر و بھلائی اور عدل و احسان کا نمونہ ہوتی ہے! اس کا علم و فہم عوام کی رہنمائی و ہدایت کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چراغِ راہ ہوتا ہے۔ ان کی بے غرضی و بے نفسی عوام کے لیے رحمت و شفقت کا پیغام ہوتی ہے۔ صحابۂ کرام رضؓ کی زندگیاں اس کی روشن مثال ہیں کہ کس طرح انہوں نے اپنے اہل و عیال کو بھوکا رکھ کر مسافروں اور مہمانوں کو پیٹ بھر کر کھلایا! اپنی ضرورتیں روک کر حاجت مندوں کی ضرورتیں پوری کیں! اور انتہائی ضیق و عسرت کی حالت میں تحریکِ اسلامی کے فروغ و استحکام کے لیے اپنے مال و جان کے نذرانے پیش کیے۔ دنیا میں دینِ حق کی جڑیں قائم کرنے اور جاہلیت کے مقابلے میں اسلامی نظام کو غالب کرنے کے لیے اپنی زندگی پر کھیل گئے۔

انسانی برادری کے حق میں اخوت، ہمدردی، اخلاص، خیرخواہی اور جان نثاری کے ایسے بے نظیر نمونے قائم کر گئے جس کی مثال دنیا کا کوئی نظام پیش نہیں کر سکتا۔ ان کی حق شناس اور حق رساں زندگی انسانیت کے لیے سراسر خیر و برکت اور رحمت و شفقت کا قابلِ رشک نمونہ تھی۔ عمر میں برکت کا یہی معنی ہے کہ ایسی زندگی ہمیشہ امورِ خیر سرانجام دینے میں مصروف رہتی ہے۔ نیکی و بھلائی کی اسے توفیق ملتی ہے۔ مومن سراپا خیر کا نام ہے اس سے زیادہ سے زیادہ خیر و بھلائی حاصل کرنے کے لیے غریب و حاجت مند افراد بھی اس کی زیادتی عمر کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

بے برکت مال اور موجبِ وبالِ زندگی

ناجائز ذرائع، ظلم و غصب اور دھوکا و فریب سے حاصل کردہ کمائی ایک منحوس اور بے برکت کمائی ہے جس سے کبھی کوئی انسان سیر نہیں ہوتا۔ حرام اور بے برکت روزی سے انسان کا دل سکون و طمانیت اور صبر و قناعت سے محروم ہو جاتا ہے۔ ناروا مصارف کے ردے اس کے اعصاب پر بوجھ بن کر رزقِ حرام کی تلاش و طلب میں اسے دیوانہ بنا دیتے ہیں بے برکت کمائی ایسے کاموں میں صرف ہوتی ہے۔ جن پر خدا کا غضب بھڑکتا ہے۔ اور ایسی ہی سرمایہ داری دنیا میں ظلم و استحصال کے نئے نئے ہتھکنڈے ایجاد کرتی ہے۔ سودی ادارے اسی کے دم سے چلتے ہیں۔ تھیئٹر اور سینما ہال اس سے تعمیر ہوتے ہیں۔ جُوا اور سٹہ میں ایسی ہی دولت گردش کرتی نظر آتی ہے! اشیائے ضرورت مہنگا کرنے کی غرض سے ذخیرہ اندوزی اور سمگلنگ کا کاروبار اسی سے فروغ پاتا ہے۔ یہی کالی دولت ضمیروں کا سودا چکاتی اور ایمان کا نیلام عام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرتی ہے۔ کمالی دولت کے طفیل جن کے قلب وضمیر سیاہ ہو چکے ہوں تو پھر معاشرے کو ان سے سیاہ کارناموں کے بغیر اور کوئی توقع نہیں ہو سکتی۔ ایسے دولت مند لوگ، معاشرے کے امن وسکون اور ان کی تہذیب واخلاق اور ان کے فکر ونظر کو تباہ کر کے رکھ دیتے ہیں جو دولت انسان کو گناہوں کی دلدل میں دھکیلنے کا باعث ہو تو سمجھ لیجئے کہ یہی وہ بے برکت اور منحوس دولت ہے جس کے ذریعے انسان کو نیکی کی توفیق نہیں ملتی اور تمام شیطانی مصارف یعنی اسراف، تبذیر، جاہلانہ رسومات، ریاکشی، زیب وزینت، نمود ونمائش، فضول خرچیوں اور عیاشیوں میں خرچ ہوتی رہتی ہے۔ ایسی بے برکت خوش حالی سے بھی خدا کی پناہ؟ جس سے نہ یتیم ومسکین نشوونما پائیں نہ بیمار اور مصیبت زدہ لوگ کوئی خوشی محسوس کریں نہ کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری ہو نہ کسی حاجت مند کو قرضہ مل سکے۔ یہ ہے وہ بے فیض اور بے برکت زندگی، جس سے خدا کی پناہ مانگنی چاہیئے۔"

کتاب مبارک

قرآن اللہ کی مبارک کتاب ہے۔ جس میں تمام انسانوں کے لیے تمام تر خیر وبرکت کی دعوت ہے۔ یہ ہر ایک کی خیر وبھلائی چاہتی ہے۔ اور اس طرز عمل کی رہنمائی کرتی ہے جس پر چل کر انسان دنیا وآخرت کی بھلائیاں سمیٹ سکتا ہے۔ روحانی اور اخلاقی ترقی کے مدارج طے ہوتے ہیں۔ اس کی رہنمائی میں انسان اپنی فلاح ونجات کی منزل مراد پاتا ہے۔ اس کی تعلیم انسان کو خدا شناس، خود دار اور قناعت شعار اور باوقار زندگی عطا کرتی ہے اور سیاسی لحاظ سے بھی مقام بلند اسی کے علم وعمل سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ قرآن کا علم وعمل عبادت ہے تو اس کی سیاست رحمت ہے۔ دنیا میں ایسی اور کوئی کتاب نہیں جو اتنی جامع اور خیر وبرکت میں ایسی کامل ہو کہ زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہو۔

آپس میں کلام خیر سے آغاز

مسلمان آپس میں ملاقات کرتے وقت ایک دوسرے کے حق میں سلامتی وبرکت کی دعاؤں کا تبادلہ کرتے ہیں اس کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ ہر ایک دوسرے کے حق میں غیر محسوس خیر وبھلائی کی دعا کرتا ہے جس میں خیر الٰہی کی اثر وتاثیر سے دلوں کی دنیا شفاف اور باہمی معاملات میں امن اتحاد اور ایک دوسرے کی خیر خواہی، ہمدردی اور تعاون کے اثرات نمایاں ہوتے ہیں اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسی خیرِ الٰہی سے معاشرے کو امن وسکون اور سُرور واطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اسلام کے بغیر اور کسی نظام میں اس عالمگیر ہمدردی وخیرخواہی اور فکری وعملی یگانگت کا کوئی تصور نہیں ہے کیونکہ اسلام معاشرتی آداب سے قبل انسان کے قلب وفکر اس کے عقائد واخلاق اور اس کی نفسانی خواہشات کے تزکیہ واصلاح پر بنیادی توجہ دیتا ہے۔ اس کے احساسات ومیلانات کو تعمیری اور اصلاحی مقاصد کی طرف موڑتا ہے۔ وحدتِ انسانیت کا تصور عطا کرتا ہے جس کی بنا پر ہر فرد ایک دوسرے کی خیر وبھلائی کا طالب ہوتا ہے اور دل وزبان سے اس کا اظہار کرتا ہے اس فکر وذہن اور اس معیارِ اخلاق کے افراد سے جو معاشرہ ترتیب پاتا ہے۔ اس میں یہ احساس ہر وقت زندہ رہتا ہے کہ وہ دنیا میں تنہا نہیں ہے۔ اس کے والدین، بہن بھائی قرابت دار اور دیگر رشتہ دار بھی ہیں اور محلے یا قریب کے پڑوسی یا مسافر اور مہمان بھی ہیں۔ اسلام نے ہر ایک کے جو اخلاقی حقوق اور ذمہ داریاں عائد کی ہیں انہیں ہر وقت ادا کرتے رہنا ہی حسنِ معاشرت کی تکمیل ہے۔ پھر اس اجتماعی بھلائی میں وہ ہر وقت پیش پیش رہتا ہے جس قوم میں آغازِ ملاقات ہی خیر وبرکت کے الفاظ سے ہو اس کے اندر کسی بیکس معذور ومحتاج یتیم اور بیوہ کو زندگی کے پریشان کن مراحل میں قطعاً کوئی پریشانی نہیں ہو سکتی اور معاشرے کے کسی فرد کو اپنی عزت وجان اور اپنے اہل ومال کے بارے میں کسی قسم کا کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا۔ اسلام امن وسلامتی کا پیغام ہے اور مسلمان خیر وبھلائی کا نام۔ آنحضورؐ نے ایک معیاری مسلمان کی یہ تعریف فرمائی ہے: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ (بخاری ومسلم) بہترین مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (کی ایذا) سے مسلمان محفوظ رہیں۔"

ثواب کا معنی

مُفردات میں اس کی تشریح اس طرح ملتی ہے: اس کا مادہ ثوب ہے۔ اصل معنی کسی چیز کے اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آنے کے ہیں۔ یا غور وفکر اور سعی وتدبیر سے جو صورت مقصود ہوتی ہے اس تک پہنچ جانے کے ہیں۔ سوت کاتنے سے مقصود کپڑا بُننا ہوتا ہے۔ کپڑا بن جانے کے بعد گویا سوت اپنی حالتِ مقصودہ کی طرف لوٹ آیا۔ اس لحاظ سے کپڑے کو ثوب کہا جاتا ہے۔ مثاب الحوض

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حوض کا درمیانی حصہ، جہاں پانی کناروں سے گھوم پھر کر درمیانے مقام پر لوٹ آتا ہے اور چکر لگاتا رہتا ہے۔ لوگوں کے بار بار لوٹ آنے کی جگہ، وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا (بقرہ: ۱۲۵) اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لیے جمع ہونے اور امن پانے کی جگہ مقرر کیا۔" ثَیِّبٌ، بیوہ یا مُطلّقہ عورت کو کہا جاتا ہے، کیونکہ خاوند سے جدا ہو کر وہ بھی پہلی (بن شوہر) حالت کی طرف لوٹ آتی ہے۔ لغوی اعتبار سے اگرچہ ثواب کا لفظ خیر و شر دونوں قسم کے جزا پر بولا جاتا ہے لیکن اس کا اکثر اور متعارف استعمال نیک اعمال کی جزا پر ہوتا ہے۔ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ (آل عمران: ۱۹۵) خدا کے ہاں سے بدلہ ہے اور خدا کے ہاں اچھا بدلہ ہے۔" مَثُوْبَةً بُری جزا کے لیے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے۔ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ (مائدہ: ۶۰) کیا میں ان لوگوں کی نشان دہی کروں جن کا انجام خدا کے ہاں فاسقوں کے انجام سے بھی بدتر ہے۔"

الثَّوَابُ، انسان کے عمل کی جو جزا انسان کی طرف لوٹتی ہے اسے ثواب کہا جاتا ہے اس بنا پر کہ وہ جزا گویا عین وہ عمل ہی ہے! ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے میرے بندو! یہ تمہارے ہی اعمال ہیں جنہیں میں محفوظ کر لیتا ہوں۔ پس ان کے نتائج اگر بہتر صورت میں پاؤ تو خدا کا شکر ادا کرو، اگر اس کے خلاف ناگوار صورتِ حال پاؤ تو پھر اپنے آپ ہی کو ملامت کرو۔ (بخاری مسلم ترمذی) نتائج کے اچھا یا برا ہونے کی ذمہ داری انسان کے اعمال پر رکھی گئی ہے۔"

قول و عمل کے اثرات

اعمال صالحہ کا لازمی نتیجہ ثواب ہے اور گناہ کا لازمی نتیجہ عقاب ہے، عقاب کا مادہ عقب ہے جس کے معنی پیچھے کے ہیں۔ عقاب اس اثر کا نام ہے جو کسی فعل کے کرنے کے بعد لازم آجاتا ہے یعنی اس کا تعاقب کرتا ہے۔ اچھے یا بُرے اعمال دونوں ہی اپنے عامل کی طرف لوٹ آتے ہیں لیکن بدی اور نیکی کے لحاظ سے ان کے لوٹ آنے کا انداز اور تعبیر مختلف ہے۔ اچھے اعمال کی جزا بشارت آمیز انداز میں لوٹتی ہے اور بُرے اعمال کا انجام ہیبت ناک انداز میں لپٹ جاتا ہے۔ جس طرح مادیات کے خواص ہیں اسی طرح معنویات کے بھی خواص ہیں۔ سنکھیا کا ردِ عمل ہلاکت ہے، اسی طرح

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خدا کی نافرمانی و بغاوت کا ردِّعمل عتاب و عذاب کی شکل میں تعاقب کرتا ہے۔ شربتِ صندل روح پیدا کرتا ہے اور توحید و ایمان کی خاصیت جنت کی مہک عطا کرتا ہے۔ ثواب کا معیار انسان کی نیت و اخلاص اور موقع و محل کے لحاظ سے انسان کے اعمالِ حسنہ اور ان کے لیے ایثار و مشقت پر منحصر ہے۔ کسی انسان کے خلوص و وفاداری جانچنے کا پیمانہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اور اسی کے مطابق وہ بندوں کے نیک اعمال پر اپنے فضل و رحمت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے۔ جنگِ تبوک کے موقعہ پر جسے جیشِ عُسرت بھی کہا جاتا ہے حضرت عثمان رضؓ نے ایک ہزار اونٹ مع جنگی ساز و سامان کے اللہ کی راہ میں پیش کیے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے چار ہزار درہم کی امداد سے باطل کے مقابلہ کے لیے اسلامی لشکر کو تقویت پہنچائی۔ اس کے بعد ہر ایک نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق صدقات اوقات اور جان و مال کے نذرانے پیش کیے۔ ہر ایک کی نیت و عمل کی میزان اور اس کی زندگی کا پورا پورا ریکارڈ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور وہ اپنی وسیع رحمت کے ذریعہ اجر و ثواب سے ہر ایک کی جھولیاں بھر دے گا۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرۃ ۲۶۸)۔ خدا بڑی کشائش والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔"

کسی کے عملِ صالح پر جس قدر بھی انعام و ثواب میں اضافہ کرے اس کے خزانے میں کمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ انفاق فی سبیل اللہ کی کمیت اور قدر و قیمت اور خرچ کرنے والے کی نیتوں کو وہی خوب جانتا ہے۔ بندے کا کام نیک نیتی کے ساتھ وفادارانہ ادائی کا مظاہرہ کرنا ہے ان پر اجر و ثواب کا مرتب کرنا اس ہستی کا کام ہے جس کے ہاتھ میں اپنی مخلوق کے لیے تمام بھلائیوں کے خزانے ہیں۔ حُسنِ عمل اور انفاق فی سبیل اللہ خود انسان کی پاکیزگیٔ نفس پاکیزگیٔ مال، اس کے روحانی ارتقاء اور اس کی فلاح و کامیابی کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی تمام کائنات پر حکمرانی کے سلسلے میں کسی مخلوق کا ہرگز محتاج نہیں۔ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (زمر ۴) وہ اللہ ہے اکیلا اور سب پر غالب، انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے اس کی جان سے لے کر مال و جائیداد تک، سب کچھ تو اسی کا عطا کردہ ہے اس کی عطا کردہ زندگی اگر کوئی شخص اپنے اختیار و مرضی سے اعمالِ حسنہ کی تکمیل میں لگا دے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تو اس پر اگر منعم مطلق بے حد و حساب اجر و ثواب عنایت کرے تو اس کے انعام و بخشش کے خزانوں کی کوئی حد و انتہا ہی نہیں ہے۔ برکت و ثواب کی حقیقت سمجھ لینے کے بعد صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ سے اس امر کا اطمینان ہو جانا چاہیئے کہ رزقِ حلال میں برکت کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اور اس برکت کے نتیجے میں کس طرح انسان کو صدقہ و خیرات اور فی سبیل اللہ خرچ کرنے کی توفیق میسر ہوتی ہے۔ جس کی بنا پر دنیوی زندگی میں بھلائی کے کام سرانجام پاتے ہیں اور آخرت میں بھی دائمی زندگی کی لازوال نعمتیں ملنے والی ہیں۔ ایمان بالغیب جنت الفردوس کی کنجی ہے۔

حیاتِ جاوداں کی لذتوں اور اس کی سدا بہار نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے انفاق و صدقات کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس بارے میں چند آیات درج ذیل ہیں:-

انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (البقرہ: ۲۵۴)

اے ایمان والو! جو کچھ مال متاع ہم نے تم کو بخشا ہے اس میں سے خرچ کرو، قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی نہ دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش چلے گی اور ظالم اصل میں وہی ہیں جو کفر کی روش اختیار کرتے ہیں۔"

علامہ بیضاوی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں: والتارکون للزکوٰۃ هم الظالمون الذین ظلموا انفسهم او وضعوا المال فی غیر موضعه وصرفوه علی غیر وجهه ط تارکِ زکوٰۃ ہی دراصل وہ ظالم ہیں جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا یا مال کو بے محل استعمال کیا۔ اور شرعی مصارف کے خلاف خرچ کیا" خدا کی خوشنودی کی راہوں میں مال خرچ نہ کرنے کا مطلب اس کی خوشنودی پہ مال کو عزیز سمجھنا ہے۔ یہ بھی اپنے آپ پر ظلم ہے۔ حکم ہے کہ اس دن سے پہلے زکوٰۃ و صدقات کی ادائیگی کرو جس دن تدارک مافات کی طاقت نہیں ہوگی۔ اور نہ اس کوتاہی کی سزا سے کوئی یار دوست بچا سکے گا۔ اور نہ اس سنگین خلاف ورزی اور ظلم کے خلاف کوئی شفاعت ہو سکے گی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ (البقرہ: ۲۶۷) اے ایمان والو! جو مال تم نے کمائے ہیں اور جو کچھ ہم نے زمین سے تمہارے لیے نکالا ہے۔ اس میں سے بہتر حصہ راہِ خدا میں خرچ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی راہ میں دینے کے لیے بری سے بری چیز چھانٹنے کی کوشش کرنے لگو۔"

حلال اور صاف ستھرے مال سے ہی زکوٰۃ اور صدقات قبول ہوتے ہیں۔ چھانٹ کر ردی مال راہِ خدا میں دینے سے ثواب کا مستحق نہ ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے: من جمع مالا حراما ثم تصدق به لم يكن له فيه اجر وكان اصره عليه (ترغیب ج ۱ ص ۵۳۵) بحوالہ ابن خزیمہ ابن حبان حاکم) جس شخص نے مال حرام جمع کر کے اس میں سے صدقہ و زکوٰۃ ادا کی تو اس کے لیے اس پر کوئی اجر نہیں ہوگا۔ حرام کمائی فراہم کرنے کا گناہ اس پر الگ ہوگا۔"

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (منافقون: ۱۰) جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے (راہِ خدا میں) خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کا موت کا وقت آ جائے۔ اور اس وقت وہ کہے کہ اے میرے رب! کیوں نہ تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور دے دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالح لوگوں میں شامل ہو جاتا۔" زندگی کی مہلت سے برف کے ہوشیار سوداگر کی طرح جلد از جلد فائدہ اٹھانے کے لیے ترغیب و تلقین کا پہلو اختیار کیا گیا ہے۔ اور عالمِ آخرت میں زادِ راہ بننے والے امور پر توجہ دلائی گئی ہے۔ جس طرح موت اٹل حقیقت ہے اسی طرح قیامت بھی ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔ موت کے بعد قیامت کے دروازے پر قدم رکھتے ہی قرآن کی دعوتِ انفاق یاد آ جائیگی لیکن اس وقت اس کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔"

انفاق کا عمل خود تمہارے لیے ہی مفید ہے

وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ط (تغابن: ۱۶) اور اپنے مال خرچ کرو۔ یہ تمہارے ہی لیے بہتر ہے۔ جو اپنے دل کی تنگی سے محفوظ رہ گئے۔ بس وہی فلاح پانے والے ہیں۔" تمہارے لیے خیر اسی میں ہے کہ مال کی محبت سے سُبک دِل ہو کر اپنی بندگی کے فرائض سرانجام دینے میں سرگرم رہو۔ تحریکِ اسلامی کو زندہ رکھنے کے لیے اپنا ہاتھ کھلا رکھو۔ حق داروں کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی و تنگ دلی کا مظاہرہ نہ کرو۔ یہی رویہ تمہاری اپنی نجات کے لیے مفید ہے۔ خدائے بے نیاز کو تمہارے انفاق کی کوئی حاجت نہیں۔ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ (مائدہ: ۶۴) بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں وہ جس طرح اور جتنا چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔"

انفاق فی سبیل اللہ سے گریز باعثِ ہلاکت ہے

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ط وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (بقرۃ: ۱۹۵) اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ احسان کا طریقہ اختیار کرو۔ کہ اللہ محسنوں کو پسند کرتا ہے۔"

دنیا میں اگر دینی نظام کے قیام کے لیے دل کھول کر مالی قربانیاں پیش نہ کی گئیں تو دین کے دشمن متحد ہو کر حملہ آور ہوں گے۔ اور تم ہلاکت سے بچ نہ سکو گے۔" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دعوتِ دین کی تحریک اگر کسی ملک میں کمزور پڑ جائے۔ یا انفاق فی سبیل اللہ کے بجائے مال اور اقتصادی طاقت اپنی عیاشیوں اور فضول خرچیوں میں ضائع ہونے لگے۔ اور لوگ معاشرے کے معذور و محتاج افراد کی دست گیری میں بخل و امساک اور سنگ دلی و بے مروتی کا مظاہرہ کرنے لگیں۔ تو یہ اس ملک و قوم کی اخلاقی زوال کی علامت ہے۔ اسی لیے حکم دیا گیا ہے۔ اَحْسِنُوْا، ملّی اور دینی ذمہ داریوں کے بارے میں اپنے اخلاق و اعمال کو درست کرو اور دشمن کے خلاف جہاد کی تیاریوں سے غفلت نہ برتو، دینی اور اخلاقی مصارف میں خرچ ہونے کے بجائے اگر تمہاری اقتصادی طاقت، نفس پرستی، خود غرضی اور فضولیات میں ضائع ہو گئی، تو پھر دشمن کا مقابلہ کرنا ناممکن ہوگا۔ عیش پسندی کا نتیجہ بزدلی ہے۔ جب یہ مرض عام ہو جائے تو

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جہاد کا تصور ہی ختم ہو جاتا ہے۔ ترکِ زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ میں تنگ دلی ایک ایسی اخلاقی برائی ہے جس پہ آسمانی حادثات کا نزول بھی شروع ہو جاتا ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما منع قوم الزکوٰۃ الا ابتلاھم اللہ بالسنین (ترغیب ج ۱ ص ۴۳۵ بحوالہ طبرانی) رسول اللہ فرماتے ہیں جن لوگوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی روک دی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خشک سالی (اور معاشی بدامنی) میں مبتلا کر دیے گا۔ طبرانی کی ایک اور حدیث میں آتا ہے: ولم یمنعوا زکوٰۃ اموالھم الا منعوا القطر من السماء، جو لوگ اپنے مالوں کی زکوٰۃ روک لیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان پہ آسمان سے بارش روک دے گا۔ خدا کے ہاں خلقِ خدا کے حقوق ادا نہ کرنا اتنا سنگین گناہ ہے جس کی سزا فوری طور پر اس دنیا میں بھی مل جاتی ہے۔ طبقاتی حسد و رقابت اور باہمی تصادم معاشی تفاوت سے پیدا شدہ بدامنی اور بداندیشی جس کے بعد کوئی کارخانہ دار اور سرمایہ دار امن و اطمینان کے ساتھ اپنا کاروبار جاری نہیں رکھ سکتا۔ کسی کا سرمایہ، مال، عزت اور جان محفوظ نہیں رہتی۔ اس قسم کے تمام عوامل مل کر قومی زندگی کو اقتصادی اور اخلاقی لحاظ سے تباہی کے کنارے پہ لا کر کھڑا کر دیتے ہیں۔ آخرت کی بڑی سزا تو آگے آنے والی ہے۔ اسی سے بچنے کے لیے مذکورہ آیت میں انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا گیا جس میں انسانوں کے لیے باعزت اور پُرامن زندگی کا راز پوشیدہ ہے۔ عیّاش اور میدانِ جہاد سے جی چرانے والی قومیں ہمیشہ بڑی طاقتوں کی دست نگر رہتی ہیں۔ خود تو یہ کسی ظالم طاقت کا دفاع نہیں کر سکتیں، البتہ مذمت کی قراردادیں پاس کر سکتی ہیں؟ ع

ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

جو قوم شمشیر و سنان کو چھوڑ کر طاؤس و رباب کا شغل اپنا لے اور زندگی کے کسی بلند و پاکیزہ مقصد سے ہٹ جائے تو اسے عبرت ناک حالات کا سامنا کرنا ہی پڑے گا۔"

اللہ کی رضا اور قرب حاصل کرنے کیلئے انفاق کی اہمیت

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَمَا تُنْفِقُوْنَ مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۔ (البقرہ: ۲۷۲) اور خیرات میں جو مال تم خرچ کرتے ہو وہ تمہارے اپنے لیے بھلا ہے۔ آخر تم اسی لیے تو خرچ کرتے ہو کہ اللہ کی رضا حاصل ہو۔ تو جو کچھ مال تم خیرات سے خرچ کرو گے اس کا پورا پورا معاوضہ و اجر تمہیں دیا جائے گا۔ اور تمہاری حق تلفی ہرگز نہ ہوگی۔ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ط (توبہ: ۹۹) انہیں بدوؤں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے ہاں تقرب اور رسولؐ کی طرف سے رحمت کی دعائیں لینے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ ہاں وہ ضرور ان کے لیے تقرب کا ذریعہ ہے اور اللہ ضرور انہیں اپنی رحمتوں میں داخل کرے گا۔"

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ (سبا: ۳۷) یہ تمہاری دولت اور تمہاری اولاد نہیں ہے جو تمہیں ہم سے قریب کرتی ہو ہاں مگر جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ان کے عمل کی دوہری جزا ہے اور وہ بلند و بالا عمارتوں میں رہیں گے۔"

مذکورہ آیت میں تقرب الٰہی کے اصل اسباب ایمان، تقویٰ، عمل صالح اور انفاق فی سبیل اللہ قرار دیئے گئے ہیں وہ اولاد بھی اس امر کی تقویت کا باعث بن سکتی ہے جسے دینی تربیت سے آراستہ کیا گیا ہو۔

ایک حدیث قدسی میں رسولؐ اللہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ عزّ وجلّ کہے گا، اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے نہیں کھلایا تو وہ کہے گا۔ کہ اے میرے رب! میں تجھے کیوں کر کھلاتا۔ جبکہ تو خود سب لوگوں کی پرورش کرنے والا ہے۔ اللہ کہے گا۔ کیا تجھے خبر نہیں کہ اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو اپنے کھلائے ہوئے کھانے کو (خصوصی اجر و ثواب کے لحاظ سے) میرے یہاں پاتا۔ اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا۔ لیکن تو نے مجھے نہیں پلایا۔ تو وہ کہے گا۔ کہ اے میرے رب! میں تجھے کیسے پلاتا جبکہ تو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خود رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ کہے گا۔ کہ میرے فلاں (ضرورت مند) بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا۔ لیکن تو نے اسے نہیں پلایا: أما انك لو سقيته لوجدت ذلك عندي ط (مسلم) اگر تو اسے پانی پلا دیتا تو وہ پانی (بصورت اجر و ثواب) میرے یہاں پاتا۔" اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی ضرورت مند اور محتاج مخلوق کی ضروریات اور مسائل سے کس قدر خصوصی دلچسپی رکھتا ہے۔ بندے کی احتیاج کو وہ اپنی احتیاج بتاتا ہے اور رحم دلی، سخاوت اور حاجت مندوں کی دست گیری و سرپرستی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب و رضا مندی کا ذریعہ بنایا ہے۔ کھلانا اور پلانا تو بطور مثال بیان کیا گیا ہے۔ ورنہ کسی طالب علم بیوہ، یتیم، مسکین، مقروض، مصیبت زدہ، معذور، محتاج، بے روزگار و مریض یا کسی بھی لحاظ سے پریشان حال کی حاجت روائی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا: من لا يرحم الناس لا يرحمه الله (بخاری مسلم) جو (محتاج) لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔"

اور محتاج و ضرورت مند افراد کی ضرورت پورا کرنے کے خرچ کا بدلہ حسی طور پر بھی وہی پورا کرتا ہے اور غیر حسی طور پر بھی اس کی جان و مال اور کمائی میں خیر و برکت شامل کرتا ہے۔ پھر اس کا دل مطمئن اپنی جائز ضروریات پورا کرنے میں کوئی کمی محسوس نہیں کرتا۔ وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ (سبا: ۳۹) جو چیز تم خرچ کرتے ہو اس کی جگہ وہی تم کو اور دیتا ہے۔ وہ سب" رازقوں سے بہتر رازق ہے۔" چشمے اور کنوئیں کا پانی درختوں، زمینوں اور باغوں کی سیرابی رات دن کر رہا ہے۔ لیکن پانی کے ذخائر میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ انفاق (خرچ)، کے پیچھے (اعطاء آمد) کا سرچشمہ کبھی بند نہیں ہوتا۔ جس چیز کا زیادہ خرچ ہو، اس کی افزائش بھی زیادہ ہے۔ قرآن مطمئن کرنا چاہتا ہے کہ صدقات اور فی سبیل اللہ اخراجات سے قلتِ مال کا خطرہ دل سے نکال دو۔ رسول اللہ نے فرمایا:۔ كلما انفق العبد من نفقة فعلى الله خلفها ضامنا الا نفقة في بنيان او معصية (قطبی دار قطنی) بندہ جو کچھ خرچ کرتا ہے اللہ نے اس کا بدل عطا کرنا اپنے ذمے لے رکھا ہے۔ فضول خرچی، غیر ضروری عمارات اور گناہوں کے مصارف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کا ذمہ نہیں لیا گیا۔" ایک حدیث میں آتا ہے کہ ہر روز دو فرشتے اللہ سے یہ درخواست کرتے ہیں۔
اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُمْسِکًا تَلَفًا (مسلم) اے اللہ (جائز مصارف میں) خرچ کرنے والوں کو اس کا بدل عطا کر اور بخیل کا مال تلف کر۔" ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا۔ اللہ فرماتا ہے: اَنْفِق یا ابن آدم اُنْفِقْ علیكَ (بخاری) اے آدم کے بیٹے! میری راہ میں دل کھول کر خرچ کر میں تم پر خرچ کروں گا۔" ایک حدیث میں آنحضورؐ جو مستجاب الدعاء ہیں فرماتے ہیں۔ اللھم اجعل لِمُنْفِقٍ خلفًا وَلِمُمْسِكٍ تَلَفًا (بخاری) یا اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا مزید بدل عطا کر اور بخیل کا مال تلف کر۔" اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں بُخل و امساک سے کام لینے والوں کے لیے آنحضورؐ کی اس دعا میں بڑی تنبیہ ہے۔
ایک اور حدیث میں فرمایا گیا: مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَۃٍ (ترمذی) صدقہ و خیرات سے کسی شخص کے مال میں کمی نہیں ہوتی۔ غیر حسّی برکت اس کمی کو پورا کر دیتی ہے۔"

کسی حاجت مند مسلمان کی حاجت برآری مسلمان کا اخلاقی فریضہ ہے

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال المسلمُ اَخو المسلم لا یَظْلِمہ ولا یُسلمہ ومَنْ کان فی حاجَۃِ اَخِیہ کانَ اللّٰہُ فِی حَاجَتِہٖ وَمَنْ فرج عن مسلم کربۃً فرج اللہ عنہ کربۃ من کربات یوم القیامۃ (بخاری مسلم) رسول اللہ نے فرمایا۔ کہ مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو دکھ میں بسی کی حالت میں بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ اور جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے گا۔ اللہ اس کی حاجت پوری کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پریشانی دُور کرے گا تو اللہ قیامت کے دن اس کی پریشانی دُور کرے گا۔" ایک اور حدیث میں ارشاد ہے: والذی نفسی بیدہٖ لا یومن عبد حتّٰی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہٖ (بخاری مسلم) رسول اللہ نے فرمایا! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کوئی شخص ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہی کچھ پسند نہ کرے، جو اسے اپنے لیے پسند ہے۔" اگر کوئی شخص یہ نہیں چاہتا۔ کہ جب میں کسی اچانک مصیبت کا شکار

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو جاؤں یا انقلاب زمانہ سے میری حالت غیر ہو جائے کوئی ناگہانی آفت آجائے۔ کسی مشکل میں پھنس جاؤں تو ایسی حالت میں میرے ساتھ کوئی دوسرا ہمدردی تعاون نہ کرے میری مشکل حل نہ کرے۔ اور مجھے بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے۔ تو میرا کیا حال ہوگا۔ اس احساس کے پیش نظر مشکل میں پھنسے ہوئے کسی مسلمان بھائی کی امداد سے غفلت نہیں برتنی چاہیئے۔ دوسرے حاجت مند کی امداد دراصل اپنی ہی امداد ہے۔ اور غریبوں کی سرپرستی اپنی فلاح و سعادت کی راہ ہموار کرنا ہے، اسی عمل سے تقرب الٰہی کے مدارج طے ہوتے ہیں!

صحیح مسلم کی ایک طویل حدیث میں قبیلۂ مُضَر کے بعض تنگ دستوں کا ایک روز کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ جبکہ صبح کے وقت بعض لوگ آنحضورؐ کی خدمت میں آئے۔ فقر و فاقہ سے ان کی حالت غیر تھی۔ آنحضورؐ کا چہرہ مبارک پریشانی کے زرد پڑ گیا۔ آپ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ نماز کے بعد آپ نے تقریر فرمائی۔ آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ... الخ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ط (حشر) اس کے بعد آپ نے چندہ کی اپیل فرمائی۔ تھوڑی دیر میں غذا اور کپڑے کے ڈھیر لگ گئے۔" غریب اور حاجت مند افراد کے ساتھ آنحضورؐ کی شفقت و ہمدردی کی یہ واضح مثال ہے! اور تلاوت کردہ آیات سے یہ سبق یاد دلایا گیا ہے کہ خدا کی غریب مخلوق پر رحمت و شفقت توحید کے بعد اسلام کی بنیادی تعلیم ہے۔ یہ ضرورت مند لوگ جب بھی تمہاری توجہ اور امداد و ہمدردی کے خواہش مند ہوں اور اپنا جائز حق طلب کریں تو انہیں ضرور ان کا حق ادا کرنا چاہیئے جس کا ادا کرنا ان کا ایمانی اور اخلاقی فریضہ ہے۔ اور اس سے بے پروائی یا سنگ دلی و بخل خدا کی ناراضگی کا سبب ہے۔ سورۂ حشر کی آیت سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ غریبوں کی حاجت روائی اور انفاق و صدقات، انسان کا ذخیرۂ عاقبت بنتے ہیں۔ اور اس ذخیرہ پر ہی ہر مسلمان کو خصوصی توجہ دینی چاہیئے۔ اللہ کے بینک میں اس نے کتنا مال جمع کیا؟ اگر نہیں کیا تو قیامت کے فقر و افلاس کا وہاں کوئی حل نہیں ہوگا۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یتیموں اور محتاجوں کی کفالت سے رسول اللہ کا شرفِ رفاقت حاصل ہوگا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا وکافل الیتیم لہ ولغیرہ فی الجنۃ ھٰکذا واشار بالسبابۃ والوسطیٰ (بخاری) رسول اللہ نے فرمایا: میں اور یتیم کا سرپرست اور دوسرے محتاجوں کا کفیل و سرپرست، ہم دونوں جنت میں اس طرح ہوں گے۔ یہ کہہ کر آپ نے بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا۔"

جس نظام میں خدا اور اس کے رسول کو شفقت علی الخلق کا اس قدر احساس ہے کہ وہ معاشرے کے ہر فرد کو کسی لحاظ سے بھی بے یار و مددگار اور ضروریاتِ زندگی سے محروم دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ غریبوں کی حاجت روائی کو اپنے تقرب کا سبب اور رسول اللہ شفقت علی الخلق کو اپنے شرفِ معیت کی بشارت دیتے ہیں۔ ایسے مثالی معاشرے میں نہ غریب، غریب تر ہو سکتے ہیں نہ امیر امیر ترین بن سکتے ہیں۔ اسلام کا مزاجِ اخلاق کسی فرد کو بھی ضروریاتِ زندگی سے محروم نہیں ہونے دیتا۔

اسلامی اخوّت کے تقاضے اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو اخوت کے رشتے میں منسلک کیا ہے جس کی بنیاد وحدتِ الٰہ ہے۔ عقیدۂ توحید سب کا نقطۂ اتحاد و یگانگت ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (حجرات) مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔" آنحضورؐ کا ارشاد ہے: کونوا عباد اللہ اخوانا (بخاری مسلم) اللہ کے بندے اور ایک دوسرے کے بھائی بن کر رہو۔" ان کل مسلم اخ للمسلم وان المسلمین اخوۃ" (سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۷۶) ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔" حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے: ان اللہ لیس بینہ وبین احد نسب الا بطاعۃ فالناس شریفھم ووضیعھم فی دین اللہ سواء اللہ ربھم وھم عبادہ (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۵) اللہ کا کسی سے بھی کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اس سے تعلق صرف اطاعت کے ذریعہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا سارے انسان معزز بھی اور ادنیٰ بھی اللہ کے دین میں مساوی ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اللہ ان سب کا رب ہے۔ اور وہ سب اس کے بندے ہیں۔ امیر غریب اعلیٰ وادنیٰ سب اسکی مخلوق ہیں۔ اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کو بحیثیت ربّ اپنی ہر مخلوق کے مسائل سے یکساں دلچسپی ہے۔ معاشی حالات میں تفاوت سے ایک دوسرے کے اخلاق کا امتحان ہوتا ہے۔ اعلیٰ کی ادنیٰ کے ذریعہ آزمائش کی جاتی ہے۔ اگر کمزور مصیبت زدہ اور پریشان حال افراد نہ پائے جائیں تو صدقات و انفاق رحم دلی، شفقت و ہمدردی کا مستحق کون ہو سکتا ہے۔ فیاضی اور خوش اخلاقی کا مظاہرہ کس طرح ہوگا۔ زر پرستی اور خدا پرستی میں امتیاز کس کے ذریعہ ہوگا۔ انفاق فی سبیل اللہ کی لاٹھی کے بغیر حبِّ دنیا کا سانپ مارا نہیں جا سکتا۔ اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ (شوریٰ 19) اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے جو کچھ چاہتا ہے دیتا ہے۔" لیکن اس کا دینا سب کے لیے یکساں نہیں ہے۔ کسی کو دماغی صلاحیتیں کسی کو جسمانی اور کسی کو مالی۔ اپنے خزانوں سے اپنی مشیت کے مطابق سبھی کو کچھ نہ کچھ ضرور دے رہا ہے۔ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ (شوریٰ: ۱۲) آسمانوں اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں جسے چاہتا ہے کھلا رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ناپ تول دیتا ہے۔ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ (شوریٰ: ۲۷) اگر اللہ اپنے سب بندوں کو کھلا رزق دے دیتا۔ تو وہ زمین میں سرکشی کا طوفان برپا کر دیتے مگر وہ ایک حساب سے جتنا چاہتا ہے نازل کرتا ہے۔ یقیناً وہ اپنے بندوں (کے رجحانات اور ان کی کمزوریوں) سے باخبر ہے اور ان پر نگاہ رکھتا ہے۔

کوئی شخص اگر بے یار و مددگار رہنا پسند نہیں کرتا تو اسے چاہیئے۔ کہ ضرورت مندوں کی مشکل کشائی میں اپنے مال و جان سے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے۔ آنحضورؐ فرماتے ہیں: واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ (ابوداؤد، ترمذی) بندہ جب تک اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے خدا اس کی مدد میں لگا رہتا ہے۔"

اگر پڑوس میں بے روزگاری کا شکار مسلمان بھائی فقر و فاقہ میں مبتلا ہے تو مسلمان کا ایمان اپنے غریب بھائی کی یہ تکلیف کیوں کر گوارا کر سکتا ہے۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے: لَيْسَ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

المومن بالذی یشبع و جارہ جائع الی جنبہ (مشکوٰۃ) وہ شخص مومن نہیں ہے جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کے پہلو میں رہنے والا پڑوسی بھوکا رہے۔"

مسلمان اپنے گرد و پیش کے حالات سے غافل نہیں رہ سکتا۔

اگر کوئی شخص اسلامی اخوت و خیر خواہی کے تقاضے پورا کرنے میں غفلت برتے گا تو وہ خدا کے سخت مواخذے کا مستحق ہوگا۔ جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے: عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ فرض علی اغنیاء المسلمین فی اموالھم بقدر الذی یسع فقراءھم و لن تجھد الفقراء اذا جاعوا وعروا الا بما یصنع اغنیاءھم الا و ان اللہ عزوجل یحاسبھم حسابا شدیدا و یعذبھم عذابا الیما (طبرانی) حضرت علی رضؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مال دار مسلمانوں پر ان کے مال میں اس قدر (انفاق) فرض کیا ہے جس سے ان کے حاجت مندوں کی کفالت ہو جاتے۔ فقراء و مساکین اگر بھوکے اور ننگے رہنے کی تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں۔ تو اپنے معاشرہ کے مال داروں ہی کی خود غرضی و بخل کے نتیجہ میں، خبردار، خدائے عزوجلؐ یقیناً ان لوگوں سے سخت باز پرس کرے گا، اور انہیں دردناک عذاب دے گا۔"

ظاہر بات ہے کہ اگر اہلِ ثروت اپنی ذمہ داری اور اپنے اخلاقی و ایمانی تقاضوں کو ٹھیک محسوس کریں تو معاشرے میں فقر و افلاس کافی حد تک ختم ہو سکتا ہے، اس کے بعد ایک اسلامی ریاست غربت ختم کرنے میں مکمل قابو پا سکتی ہے! پھر پیٹ کے راستے کسی قسم کے سوشلزم کا سانپ انسان کے عقیدہ و ایمان پر قبضہ نہیں جما سکتا۔"

جبکہ معاشرے میں یہ اخلاقی روح قائم رکھنے کی تمام تدابیر بھی عمل میں لائی جائیں، الخلق کلھم عیالہ فاحبھم الی اللہ انفعھم لعیالہ (طبرانی) تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اسے وہ شخص بہت ہی پسند ہے۔ جو اس کے کنبہ کے لیے فیض رساں ہو۔" ضرورت مندوں کے مسائل سے غفلت کتنی سنگین ہے۔ ایک حدیث سے واضح ہے، عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احتکر طعاما اربعین

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

يومًا فقد برئ من الله وبرئ الله عنه وايما اهل عرصة اصبح فيهم امرء جائع فقد برئت منه ذمة الله (مسند احمد حاکم) رسول اللہ نے فرمایا: جس نے چالیس روز غلہ بازار سے روک رکھا وہ اللہ سے الگ ہوگیا اور اللہ اس سے بیزار ہوگیا۔ اور جس بستی میں کوئی شخص فاقہ سے رات گزارنے پر مجبور ہوا۔ اس کی سلامتی سے اللہ بری الذمہ ہے۔" اس سے بڑھ کر کسی انسان کی بدبختی اور کیا ہو سکتی ہے۔ جو اہل حاجت کی ضروریات سے سنگ دلی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

الدَّالُ علی الخیرِ کفاعِلِہٖ وَاللّٰہُ یُحِبُّ اِغاثَۃَ اللَّھفَانِ (ترغیب بحوالہ بزار) جو شخص بھلائی کی طرف کسی کی رہنمائی کرے تو اسے بھی نیکی پر عمل کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا اور اللہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ کسی مصیبت زدہ اور پریشان حال انسان کی مدد کی جائے (خواہ وہ کسی مذہب سے بھی تعلق رکھتا ہو) الساعی علی الارملۃ والمسکین کالمجاھد فی سبیل اللہ اوکالذی یصوم النھار ویقوم اللیل (بخاری کتاب الادب) رسول اللہ نے فرمایا: کسی بے سہارا بیوہ اور غریب حاجت مند انسان کی اخلاقی اور مالی امداد کے لیے کوشش کرنے والے کا مرتبہ خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے کے برابر ہے اور اس کے برابر ہے جو دن بھر روزہ رکھتا اور رات بھر نماز (تہجد) میں کھڑا رہتا ہے۔" اپنی مخلوق سے محبت و ہمدردی کی بنا پر اللہ تعالےٰ نے حاجت مندوں اور غریبوں کی ضروریات پوری کرنے والوں کا عمل جہاد کے برابر قرار دیا۔ کیونکہ معاشرے میں معاشی اضطراب و بدامنی ملّتِ اسلامیہ کے امن و سکون اور اس کی یک سوئی کو متاثر کرتی ہے، حکومت کا استحکام ڈولنے لگتا ہے دماغی اور تعمیری منصوبوں میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ معاشی پس ماندگی دُور کرنے کے لیے اسلام میں ترغیب و تلقین کے مختلف انداز اختیار کیے گئے ہیں۔

اَحبُّ الاَعمالِ اِلَی اللّٰہِ عزوجلّ سُرُورٌ تُدْخِلُہ علی مُسلِمٍ اَوتکشفُ عنہ کربۃ اوتطرد عنہ جوعًا اوتقضی عنہ دَینًا (ترغیب بحوالہ طبرانی) خدا کے نزدیک پسندیدہ عمل (اپنے حسنِ سلوک سے) کسی مسلمان کا دل خوش کر دینا یا اس سے کسی تکلیف و پریشانی کا ازالہ کرنا یا اس کی بھوک رفع کرنا یا اس کا قرض ادا کر دینا ہے۔ ایک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور حدیث میں ہے: افضل الصدقة ان یشبع کبدا جائعا (بیہقی) بہترین صدقہ یہ ہے کہ بھوکے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے۔" خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، حیوان ہو یا انسان، ہر جگہ رکھنے والی مخلوق کی بنیادی ضرورت پورا کرنے میں بڑا ثواب ہے۔ کل معروف صنعتہ الی غنی او فقیر فھو صدقة (زاد المعاد ج ۳ ص ۵۰) غنی یا فقیر کے ساتھ بھلائی و خیر خواہی کا سلوک بھی صدقہ ہے۔"

خیر و بھلائی کی آخری حدود ایمان، خیر و بھلائی اور جود و سخا کا سدا جاری چشمہ ہے جس سے زندگی کے تمام شعبوں میں اصلاح و تعمیر اور اخوت و ہمدردی کے ولولے تازہ دم رہتے ہیں۔ مومن کی زندگی کی ہر شاخ انسانیت کی نشوونما دینے والے پھلوں سے لدی رہتی ہے۔ اس درخت پر خلق خدا کی خیر خواہی کے بغیر کوئی دوسرا پھل نہیں لگتا۔ انفاق فی سبیل اللہ کا ہر جھونکا اس کی اخلاقی کلیوں کو پھول بناتا ہے۔ ذیل کی احادیث میں اس کی ہمہ گیر فیض رسانی کی آخری حدود بتائی گئی ہیں۔ جس سے مسلمان کے شب و روز اس کے عادات و اطوار اور اس کی سیرت و کردار کا ایک ایک نقش امتیازی حیثیت سے نظر آتا ہے۔ آنحضورؐ نے فرمایا: علی کل مسلم صدقة قال ارأیت ان لم یجد قال یعمل بیدیه فینفع نفسه و یتصدق قال ارأیت ان لم یستطع قال یعین ذا الحاجة الملهوف قال ارأیت ان لم یستطع قال یامر بالمعروف او الخیر قال ارأیت ان لم یفعل قال یمسك عن الشر فانها صدقة (بخاری مسلم) ہر مسلمان پر صدقہ (خیر و بھلائی کا عمل) ضروری ہے۔ کسی نے کہا: یا رسول اللہ! اگر کوئی اتنی طاقت بھی نہ رکھتا ہو۔ تو آپ نے فرمایا۔ اپنے ہاتھ سے محنت مزدوری کر کے اپنی ضروریات بھی پوری کرے اور اس میں سے صدقہ (فی سبیل اللہ خرچ) کرے۔ کہا۔ اگر یہ طاقت بھی نہ رکھتا ہو۔ تو آپ نے فرمایا۔ لوگوں کو نیکی و حق پرستی کی تبلیغ کرے کہا۔ کہ اگر یہ صلاحیت بھی نہ رکھتا ہو تو۔ بالآخر آپ نے فرمایا: کہ خلق خدا کو اپنی طرف سے ہر طرح کی ایذا رسانی سے بچا رکھے۔ یہ بھی صدقہ (یعنی نیکی و بھلائی کی علامت) ہے۔

اس کے بعد کسی شخص میں خیر پسندی اور ایمانی زندگی کی کون سی خصلت باقی رہ جاتی ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جسے امتِ خیر کے افراد تصدیق کے طور پر ظاہر کر سکیں گے۔ ؟ ایک بار حضرت ابوذرؓ نے رسول اللہ سے صدقہ یعنی عام طور پر امورِ خیر کے بارے میں پوچھا۔ ای الصدقة افضل و ذکر کلمة قلت فان لم اقدر قال بفضل طعامك قلت فان لم افعل قال بشق تمرة قلت فان لم افعل قال بکلمة طیبة قلت فان لم افعل قال دع الناس من الشر فانها تصدق بها علی نفسك (بیہقی حاکم) یارسول اللہ! فرائض کے بعد، کونسا صدقہ افضل ہے ؟ آپ نے کوئی بات بتائی۔ میں نے عرض کیا۔ اگر یہ بھی نہ کر سکوں تو آپ نے فرمایا اپنے بچے ہوئے کھانے سے صدقہ کرو۔ میں نے کہا۔ اگر یہ طاقت بھی نہ ہو تو آپ نے فرمایا۔ کھجور کا ایک معمولی ٹکڑا ہی سہی۔ میں نے عرض کیا۔ یہ بھی نہ کر سکوں تو آپ نے فرمایا کسی سے اچھی بات ہی (بطور خیر خواہی و رہنمائی) کہہ دو۔ میں نے عرض کیا۔ اگر اس کی صلاحیت بھی نہ ہو تو آپ نے فرمایا۔ خلقِ خدا کو اپنی ایذا رسانی سے بچاؤ۔ یہ وہ صدقہ (امرِ خیر) ہے جو تم اپنے نفس (کی بھلائی) کے لیے کرتے ہو۔ بیہقی کی روایت میں آخری الفاظ یہ ہیں : ارایت ان فعل هذا یدخله الجنة قال ما من مؤمن یصیب خصلة من هذه الخصال الا اخذت بیده حتی تدخله الجنة (سائل پوچھتا ہے یارسول اللہ! ان میں سے جس نیکی و صدقہ کی توفیق پائے تو کیا یہ اس کے لیے مفید یا دخولِ جنت کا باعث بن سکتی ہے آپ نے فرمایا۔ بے شک مومن ان میں سے بھلائی و احسان کا جو سلوک اور خلقِ خدا کے ساتھ رحم دلی و ہمدردی کا جو طرزِ عمل بھی اختیار کرے گا۔ اس کا وہ عمل صالح ہاتھ پکڑ کر اسے جنت میں داخل کر دیگا۔"

اسلام کا ابتدائی دور عسرت و تنگی کا دور تھا۔ اور اسی حالت کے مطابق ایثار و انفاق اور صدقہ و خیرات کی حدود بتائی جا رہی ہیں۔ اسلام کا مزاجِ اخلاق انتہائی اقتصادی غربت و ناداری کے حال میں بھی خیر پسندی اور حق شناسی کا معیار قائم رکھتا ہے۔ بے شک اس سے بڑھ کر بلند اخلاق، پاکیزہ سیرت اور خلقِ خدا کے خیر خواہ انسان آسمان نے اس سے پہلے نہ دیکھے ہوں گے۔

صدقاتِ جاریہ۔ رفاہِ عامہ کے ایسے کام جو مرنے والے کے بعد بھی لوگوں کو فائدہ پہنچاتے رہیں۔ ان کی نفع رسانی خواہ مادی شکل میں ہو یا غیر مادی یعنی علمی خدمات کی شکل میں، بلا امتیاز مذہب و ملت سب لوگ اس سے مستفید ہوتے ہیں انہیں صدقاتِ جاریہ کہا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں اس کی تشریح ملتی ہے: سبع تجری للعبد بعد موتہ وھو فی قبرہ من علم علما او کری نھرًا او حفر بئرًا او غرس نخلا او بنی مسجدًا او ورّث مصحفًا او ترک ولدًا یستغفر لہ بعد موتہ (ترغیب ج ۲ بحوالہ بزار، ابونعیم) ابن ماجہ کی روایت میں درخت اور کنوئیں کی جگہ صدقہ اور مسافر خانہ کا ذکر ہے۔ آنحضورؐ فرماتے ہیں، سات چیزوں کا فیض اور ان کا ثواب انسان کے مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ جب کہ وہ قبر میں پہنچ چکا ہوتا ہے۔ جس شخص نے کسی کو علم (دین) سکھایا یا نہر جاری کی یا کنواں کھدوایا یا درخت لگایا یا مسجد بنائی یا قرآن ورثہ میں چھوڑ گیا یا ایسی صالح اولاد جو اس کے مرنے کے بعد اس کی بخشش کی دعا کرتی رہے۔ "یہ سب جاری صدقات ہیں۔ دنیا میں جن کا فیض عام ضرورت مند اٹھاتے ہیں اور آخرت میں ان کا عامل بھرپور ثواب حاصل کرتا ہے"۔

ایک حدیث میں اُمِّ سعد کے کنوئیں کا ذکر ملتا ہے۔ جو ان کے مرنے کے بعد ان کے لڑکے سعد نے کھدوایا تھا۔ عن انس ان سعدا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ ان اُمّی توفیت ولم توص افینفعھا ان اتصدق عنھا قال نعم وعلیک بالماء (ترغیب ج ۲ ص ۳۷۰ بحوالہ طبرانی) حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ سعدؓ نے آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! میری ماں فوت ہو گئی اور وہ کوئی وصیت نہیں کر سکی۔ اگر میں اس کی طرف سے کوئی صدقہ کروں تو وہ اسے کچھ نفع پہنچائے گا۔ آپ نے فرمایا: ہاں، بہتر ہے کہ (جاری) پانی کا صدقہ کرو"۔

ابوداؤد کی ایک روایت میں اس کی اس طرح وضاحت کی گئی ہے: قال الماء فحفر بئرًا وقال ھذہ لاُمِّ سعد" جب آپ نے پانی کا مشورہ دیا۔ تو سعد نے کنواں کھدوایا اور کہا۔ کہ یہ ام سعد کا کنواں ہے"۔ جس علاقے میں جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہو وہاں نفع رسانی کی ہر صورت صدقہ جاریہ ہے۔ آپ نے جس علاقے میں پانی کی اہمیت محسوس کی تو اس کی طرف اشارہ کیا گیا۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:۔

من حفر ماء لم تشرب منہ کبد حری من جن ولا انس ولا طائر الا اجرہ اللہ یوم القیامۃ (بخاری، ابن خزیمہ) جس نے پانی کا کنواں کھودا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس میں سے جنوں، انسانوں اور پرندوں میں سے کوئی بھی گرم جگر والا اپنی پیاس بجھانے کے لیے پانی پیئے گا تو اللہ تعالیٰ اس فیض جاری کا اسے قیامت کے روز اجر عطا کرے گا۔" موقع و محل اور ضرورت کے لحاظ سے ہر صدقہ قابل قدر اور موجب اجر ہے۔ کسی وقت بھوکے کا پیٹ بھرنا افضل صدقہ قرار دیا گیا۔ افضل الصدقة ان يشبع كبدا جائعا (بیہقی) افضل صدقہ یہ ہے کہ بھوکے صاحب جگر کو کھانا کھلایا جائے۔ ضرورت مند اور غریب و نادار افراد میں فی سبیل اللہ جو صدقات تقسیم ہوتے ہیں وہ اللہ کے بنک میں جمع ہو جاتے ہیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے۔ کہ عن عائشة انهم ذبحوا شاة فقال النبي صلى الله عليه وسلم ما بقي منها قالت ما بقي منها الا كتفها قال بقي كلها غير كتفها (مشكوٰة بحوالہ ترمذی) حضرت عائشہ رضؓ راوی ہیں کہ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک بکری ذبح کر کے تقسیم کی گئی۔ آپ جب گھر تشریف لائے تو پوچھا۔ اس بکری میں سے اب کیا کچھ باقی رہ گیا ہے؟ حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا۔ اس میں ایک بازو کے بغیر اور کچھ نہیں رہا۔ آپ نے فرمایا! اس بازو کے بغیر ساری بکری (جو اللہ کی راہ میں تقسیم ہو گئی) باقی رہی۔ وَمَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (نحل: ۹۶) جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ خرچ کے ذریعہ ختم ہو جانے والا ہے۔ جو خدا کے پاس (اجر و معاوضہ کی صورت میں) ہے وہی باقی رہنے والا ہے۔"

ان حقائق سے واضح ہے کہ انسان کے حق میں وہی مال و دولت موجب خیر و برکت ہے جس کے ذریعہ وہ دنیا میں دین اسلام کی ترقی و توسیع کے تقاضے پورے کرے۔ غریبوں ضعیفوں اور حاجت مندوں کی مشکلات حل کرنے میں مدد دے مسلمان کا اصل سرمایہ تو یہ ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ ہو گیا۔ ایک حدیث میں رسول اللہ کا ارشاد ہے: فان ماله ما قدم ومال وارثه ما اخر (بخاری نسائی) مومن کا اپنا مال تو وہ ہے جو اس نے آخرت کی بھلائی کے لیے اللہ کی راہ میں خرچ کے ذریعہ آگے بھیج دیا۔ اور جو کسی نے جمع کر کے روک رکھا۔ تو وہ اس کے وارثوں کا مال ہے۔ ایک اور حدیث میں مال کے مصارف کی تشریح اس طرح ملتی ہے وانما له من ماله ثلاث ما اكل فافنى او لبس فابلى او اعطى فاقتنى وما سوى ذلك ذاهب وتاركه للناس (مسلم) انسان کے مال کی تین حالتیں ہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۱) وہ جو کھا لیتا ہے وہ ہضم ہو کر فنا ہو جاتا ہے (۲) جو وہ پہنتا ہے وہ پرانا ہو جاتا ہے (۳) جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے وہی باقی رہتا ہے اس کے سوا سارا مال ہاتھ سے جانے والا ہے اور انسان اسے دوسروں کے لیے چھوڑ جانے والا ہے۔" عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ قیامت میں مفید چیز زیادہ سے زیادہ اور جلد از جلد انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعہ آگے بھیج دینی چاہیئے۔

صدقہ جاریہ کے ذریعہ حصولِ شفاء

علی بن حسن بن شقیق کہتے ہیں۔ ابن مبارک سے میں نے سنا۔ کہ ان سے کوئی شخص پوچھ رہا تھا۔ میرے گھٹنوں پر ایک پھوڑا نکلا جسے سات سال ہو گئے۔ مختلف قسم کے علاج کیے اور طبیبوں سے بھی اس کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ لیکن کسی کی تدبیر سے اس کا زخم ٹھیک نہیں ہو رہا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کسی ایسی جگہ کی تلاش کرو جہاں لوگوں کو پانی کی سخت تکلیف ہو اور وہ اس کی شدید ضرورت محسوس کرتے ہوں۔ تو وہاں کنواں کھدواؤ۔ مجھے امید ہے کہ ان تنبع هناك عين و يمسك عنك الدم ففعل الرجل فبرأ[1] (ترغیب ج ۲ ص ۴۷ بحوالہ بیہقی) کہ ادھر تم پانی کا چشمہ جاری کرو گے اُدھر تمہارے زخم کا خون بند ہو جائے گا۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور وہ اس پرانی بیماری سے صحت یاب ہو گیا۔"

مذکورہ حدیث اور آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ مخلوق کے لیے جہاں جس چیز کی شدید ضرورت ہو اور وہ بمشقت حاصل کر پاتے ہوں تو وہاں اس کی ضرورت و احتیاج کا انتظام خدا کی خوشنودی کا سبب ہے جس کی بنا پر دنیا میں آفات ٹلتی ہیں۔ جسدی امراض سے شفا ملتی ہے۔ اور جب تک یہ صدقہ جاریہ قائم رہے گا۔ زندہ ہو یا مُردہ، اس کے ذخیرۂ ثواب میں برابر اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

کہیں ہسپتال کی ضرورت ہوتی ہے اور کہیں کسی دار العلوم کی۔ کسی جگہ مسجد کی تو کسی جگہ کنوئیں، تالاب یا نہر کی۔ کسی جگہ سایہ دار درخت کی، کسی جگہ یتیم خانہ کی۔ یا ایسے ادارے کی اہمیت ہے جہاں غیر ہنر مند، معذوروں، بیواؤں، یتیموں اور بے روزگاروں کو کسی ایسے حرفت و فن کی تربیت دی جاتی ہو جس میں مہارت حاصل کر کے ایسے بے سہارا اور ضرورت مند باعزت روٹی کمانے کے قابل بن سکیں۔ یا تعلیم حاصل کر کے عوام کے عقائد و اخلاق کی اصلاح کرنے کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اہل ثابت ہوسکیں۔ اور یہ انتظام خلق خدا کی خیر خواہی، ہمدردی اور صرف خدا کی خوشنودی کے لیے کیا جائے۔ تو یہ صدقہ جاریہ کی تعریف میں داخل ہے۔

عوام کے افکار و عقائد کی اصلاح کے لیے قرآن و سنت کی روشنی میں تمام علمی خدمات اور تصنیفات کتابی شکل میں ہوں یا شاگردوں کی شکل میں صدقات جاریہ ہیں۔ جن کے علم و بصیرت کی روشنی قرنوں تک پھیلتی نظر آتی ہے۔ محدثین، فقہا اور آئمہ کرام اور علمائے دین کی علمی خدمات کا شمار مشکل ہے! ان کے فیض و برکت کا کامل ریکارڈ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ لیکن دنیا اس سے انکار نہیں کرسکتی۔ کہ آج دین اپنی کلیات اور جزئیات سمیت ہم تک جو پہنچا ہے۔ یہ انہیں لوگوں کے جاری فیض کا نتیجہ ہے۔ اسلام کی روشنی انہیں کے دم سے ہم تک پہنچی۔ بڑی محنت اور دیانت داری کے ساتھ انہوں نے اسلام کا مزاج توحید ہم تک پہنچایا۔ اُن کے رُشد و ہدایت کی روشنی اور ان کی خیر و بھلائی کے سرچشمے قیامت تک قائم رہیں گے۔ ان کے اس لافانی عمل کے اجر و ثواب کا اندازہ کوئی انسان نہیں کرسکتا۔ قرآن ان تمام امور خیر کو نتائج کے لحاظ سے مفید اور دائمی قرار دیتا ہے۔ جس پر کسی دُور اندیش اور نیک بخت انسان کی توجہ رہنی چاہیئے۔ یہی امور اسلامی تعلیمات کو روشن کرتے ہیں جس کے تحت لوگوں کو اپنی زندگی کی نوک پلک درست کرنے کا موقع ملتا ہے۔ صرف اعمال صالحہ ہی دنیا میں خدا کی مرضی کو غالب کرنے کا ذریعہ ہیں۔ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا (کہف: ۴۶) یہ مال اور یہ اولاد محض دنیوی زندگی کی ایک ہنگامی آرائش و زینت ہے۔ اصل میں تو باقی رہ جانے والی نیکیاں ہیں۔ تیرے رب کے نزدیک نتیجے کے لحاظ سے بہتر ہیں اور انہیں سے اچھی اُمیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں۔"

فَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (شوریٰ ۳۶ تا ۳۸)

جو کچھ تم لوگوں کو دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی چند روزہ زندگی کا سروسامان ہے اور جو کچھ اللہ کے ہاں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے وہ بہتر بھی ہے اور پائیدار بھی۔ وہ ان لوگوں کے لیے ہے جو ایمان لائے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور اگر غصہ آجائے تو درگزر کر جاتے ہیں۔ جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں، اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں۔ اور ہم نے جو کچھ بھی رزق انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

اس آیت میں اسلامی زندگی کے چند امتیازی خصائص بیان کیے گئے ہیں جو پوری زندگی پر حاوی ہیں اور انہیں کے ذریعہ انسان کو حیاتِ جاوداں اور لافانی اجر و انعام ملے گا۔ ایمان کا نتیجہ توکل ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی و ہدایت پر کامل یقین و اعتماد حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اصول و احکام اور حلال و حرام کی حدود کی پابندی اور ان کے برحق ہونے کا عقیدہ مستحکم ہوتا ہے۔ عمل زندگی میں اپنی قابلیت، طاقت اپنے ذرائع و وسائل یا اپنی تدابیر اور دوسروں کی امداد کے بجائے اللہ تعالیٰ کی توفیق و تائید پر اعتماد قائم ہوتا ہے۔ ایمان اور عمل صالح پر عمل کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو وعدے کئے ہیں۔ ان پر دل پوری طرح مطمئن ہو۔ اس کے برعکس غلط طرزِ عمل، مجرمانہ روش اور حلال و حرام کے امتیاز سے آزاد طرزِ زندگی کے ذریعہ جو دنیوی فوائد و لذائذ حاصل ہونے والے ہوں۔ ان پر لات مار دے۔ دنیا پرستی کے مقابلے میں حق پرستی کا امتیاز ہر حال میں قائم رکھے۔ ایمانی طاقت ایک محتاط اور معتدل طرزِ زندگی کا خوگر بناتی ہے۔ عملِ صالح کا رویہ اختیار کرنے میں استقامت بخشتی ہے۔ تعمیلِ احکام کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ منکرات سے نفرت طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔ ابدی نعمتوں کے حصول کے لیے اپنی عزیز کمائی اور دنیوی متاع سے فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا رجحان تقویت حاصل کرتا ہے۔

امام راغب لکھتے ہیں: والصحیح انھا کل عبادۃ یقصد بھا وجہ اللہ، صحیح بات یہی ہے کہ باقیات الصالحات میں ہر وہ عبادت شامل ہے۔ جو محض اللہ کے لیے ادا کیجائے (مفردات

ایمان اور عمل صالح قیامت کے روز روشنی میں تبدیل ہو جائیں گے ایمان دنیا میں انسان کو زندگی کے تمام مسائل میں وہ روشنی عطا کرتا ہے جس کے طفیل انسان خدا کے حقوق و احکام سے آگاہ ہوتا ہے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

درجہ بدرجہ انسانوں کے حقوق بھی ایمان ہی واضح کرتا ہے۔ دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے اسی کے ذریعہ واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ ماوراء العقل مسائل اور غیبی حقائق پر اسی کے ذریعہ دل مطمئن ہوتے ہیں۔ نیکیوں کی ترغیب اور ان پر اجر و ثواب کا یقین بھی صرف ایمان سے پیدا ہوتا ہے۔ نیز خدا کی نافرمانیوں اور گناہوں کے انجام سے ایمان ہی بچاتا ہے۔

خدا اور اس کی مخلوق کے ساتھ مخلصانہ تعلق ایمان کے ذریعہ قائم ہوتا ہے۔ مخلوق کی خیر خواہی و ہمدردی کا جذبہ بھی اسی سے پیدا ہوتا ہے۔ خود غرضی نفس پرستی حرص و لالچ اور بخل و امساک پر بھی صرف ایمان خالص کے ذریعہ قابو پایا جا سکتا ہے۔

جس طرح دنیا میں زندگی کے ہر موڑ پر ایمان اپنی روشنی پھیلا دیتا ہے اور یہ معنوی روشنی کہلاتی ہے۔ جس کے تحت عمل صالح کا قدم اٹھتا ہے۔ میدان محشر میں صالح عقائد اور نیک اعمال نور میں تبدیل ہو جائیں گے۔ دنیا میں جن لوگوں کے ایمان کا خلوص اور ان کی سیرت و اخلاق کی پاکیزگی لوگوں کو رشد و ہدایت اور حق و انصاف کی راہ پر چلنے کے لیے علمی، عملی اور فکری رہنمائی مہیا کرتی رہی تھی اب میدان قیامت میں وہی روشنی ان کے کام آ رہی ہے۔ ایمان اور توحید کی روشنی کہیں بھی بجھنے والی نہیں۔ خدا کی غریب مخلوق کی امداد و ہمدردی کے لیے دائیں بائیں خرچ کرنے والے اور انفاق فی سبیل اللہ میں پیش پیش رہنے والے قیامت کے دن وہ اپنے صالح اعمال اپنے دائیں بائیں اور آگے آگے روشنی کی شکل میں دیکھ رہے ہوں گے۔ یَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ (الحدید: ۱۲)

اس دن جبکہ تم مومن مردوں اور عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا۔ اللہ کی رضا کے لیے یہ فیض رسانی کا وہ نور ہے جو انسان سے نہ قبر میں جدا ہوتا ہے نہ حشر میں الگ ہوگا۔ دین کا علم و فہم اسی روشنی کا مبدأ ہے۔ دینی تعلیم انسان کی دنیا و آخرت کو روشن کرتی ہے۔ دنیوی تعلیم، دنیا کو تو روشن کرتی ہے لیکن آخرت کی زندگی کو تاریک بنا دیتی ہے۔ جبکہ اس کے ساتھ دینی تعلیم کی روشنی شامل نہ ہو۔

انفاق فی سبیل اللہ میں بخل کرنے والے یا فساق و فجار اور منافقین اس نور سے محروم ہوں گے۔ ظالموں کا ظلم اس دن اندھیرے میں تبدیل ہو جائے گا۔ دنیا میں جن کے اخلاق و

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معاملات بے نور، ان کے اعمال بے روح، بے برکت اور خلوصِ نیت سے محروم اور ان کے دل ان کے کردار کی طرح سیاہ ہو چکے تھے۔ دل و نگاہ کی ویرانی اور کردار و عمل کی تاریکی قیامت کے دن بھی ان کے ساتھ ہو گی۔ اسلام کا نظام اور قرآن و سنت کی تعلیمات کے خلاف شرک و بدعات اور کفر و الحاد کے سرخ سیاہ اندھیرے پھیلانے والوں کو بھی اس روز اندھیروں کا سامنا ہو گا۔ نیک اعمال کے نتائج روشنی کی شکل میں اور برے اعمال کے نتائج تاریکی کی صورت میں سامنے آجائیں گے۔ مرنے کے فوراً بعد انسان اپنے اپنے اعمال کے غلاف میں لپیٹ دیا جاتا ہے۔ جس قدر کسی شخص کی نیکیاں وسیع پیمانے پر عام ہوں گی۔ اور صدیوں تک پھیلی ہوں گی۔ اسی قدر قیامت کے روز اس کے اعمالِ صالحہ اور صدقاتِ جاریہ کی روشنی بھی وسیع ہو گی۔ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ (آل عمران: ۱۰۶) جس دن بہت سے چہرے سفید ہوں گے اور بہت سے منہ سیاہ ہوں گے۔"

نیک لوگوں کے محاسن اور صالح اعمال اس روز ان کے شرف و فضل میں بدل جائیں گے۔ اس آیت میں قیامت کے لافانی فوائد پر یقین رکھتے ہوئے جن لوگوں نے دنیا میں اللہ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کیا۔ توحید و سنت کی دعوت پھیلانے میں سرگرمی دکھائی۔ خلقِ خدا کو اپنی زبان اور قلم اپنے علم و عمل اور اپنے کردار و اخلاق سے فیض پہنچایا۔ انہیں کامیابی کی بشارت دی گئی ہے۔ اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ۚ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ ۗ وَ الشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَ نُوْرُهُمْ (حدید ۱۸/۱۲) مردوں اور عورتوں میں سے جو لوگ صدقات دینے والے ہیں اور جنہوں نے اللہ کو قرضِ حسن دیا ہے ان کو یقیناً کئی گنا بڑھا چڑھا کر دیا جائے گا۔ اور ان کے لیے بہترین اجر ہے۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں۔ ان کے لیے ان کا اجر اور ان کا نور ہے۔" حسنِ اخلاق، صلہ رحمی، عوام سے خیر خواہانہ اور مشفقانہ سلوک اور دنیا میں ضرورت مندوں کی احتیاج پوری کرنے والوں کے یہ اعمال مثالی شکل میں جنت کی نعمتوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْهَا وَ لَا تَعْرٰی وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَضْحٰی (طٰہٰ: ۷) بہشت میں نہ بھوک نہ ننگ نہ پیاس نہ دھوپ میں رہنا۔" خلوصِ نیت کے ساتھ نیک اعمال سرانجام دینے والوں کے لیے ثمر آور نتائج سے قرآن آگاہ کرتا ہے اللہ کا خصوصی فضل انہیں دوام بخشے گا۔"

دیگر معاملات درست ہوں تو سخاوت تقرّبِ الٰہی کا ذریعہ ہے

ایمان ہمیشہ انسان کو دین کے فروغ واشاعت، ملّی مصالح اور ضرورت مندوں پر کھلے بندوں خرچ کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ جس کے ذریعہ خدا کے ہاں قرب وسعادت کے مدارج طے ہوتے ہیں۔ ایک حدیث سے اشارہ ملتا ہے

السخی قریب من اللہ قریب من الجنۃ قریب من الناس بعید من النار والبخیل بعید من اللہ بعید من الجنۃ بعید من الناس قریب من النار

(ترمذی) رسول اللہ نے فرمایا: اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرنے والا فراخ دل شخص خدا اور جنت اور عام لوگوں سے بھی قریب ہوتا ہے اور آگ سے دور ہوتا ہے اور (اپنی کمائی دینی کاموں اور ضرورت مندوں کی کفالت سے بچا بچا کر رکھنے والا) بخیل خدا سے بھی دور، اس کی جنت سے دور اور عوام الناس سے بھی لاتعلق اور آگ سے قریب ہوتا ہے۔"

جیسا کہ ہم پچھلے صفحات میں ذکر کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بہت پسند کرتا ہے۔ جو اس کے بندوں سے شفقت و ہمدردی کا سلوک کرتے ہوں۔ اور جو لوگ خلق خدا کے مسائل سے نہ کوئی دلچسپی رکھتے ہوں اور نہ کوئی امداد و تعاون کرتے ہوں۔ وہ رضائے الٰہی کا مقام سعادت اور اس کا شرفِ تقرب حاصل نہیں کر سکتے۔

انفاق اور عملِ صالح سے یہ دنیا بھی سنورتی ہے

حدیث میں ایک واقعہ مذکور ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا ایک شخص کسی صحرا یا جنگل میں جا رہا تھا۔ اس نے آسمان کے بادلوں سے یہ آواز سُنی کہ فلاں شخص کے باغ پر پانی برساؤ۔ بادل ایک طرف چلے گئے اور ایک پتھریلی زمین پر پانی برسایا۔ وہ پانی نشیبی جگہ میں جمع ہو کر ایک نالی کی طرف چل دیا۔ یہ شخص بھی اس رواں پانی کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ آگے ایک شخص کدال لیے اپنے باغ کی طرف پانی موڑ رہا تھا۔ اس اجنبی نے اس شخص کا نام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پوچھا۔ نام بتانے پر اس نے کہا میں نے ان بادلوں سے تیرا نام سنا تھا کہ اس کے باغ پر پانی برساؤ۔ آخر تمہارا کیا عمل ہے؟ جس کی وجہ سے تمہارے باغ کے لیے بارش برسانے کا آسمان سے خصوصی حکم دیا گیا۔ اس نے جواب میں بتایا: فاتصدق بثلثه و اکل انا وعیالی ثلثا و ارد فیه ثلثه (مسلم) پس اس باغ کی آمدنی کے تین حصے کر کے ایک حصہ خدا کی راہ میں صدقہ کر دیتا ہوں دوسرا اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات پر خرچ کرتا ہوں اور اس کا تیسرا حصہ پھر اس باغ کی نگہداشت کی محنت مزدوری پر خرچ کر دیتا ہوں" شرعی حدود کے اندر رزقِ حلال کا حصول پھر اس میں سے اپنی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے بعد دیگر ضرورت مندوں پر ایثار و تصدق اللہ کے ہاں اتنا پسندیدہ عمل ہے کہ اس دنیا میں بھی اس کی مقبولیت و پذیرائی کے آثار بخوبی نظر آ سکتے ہیں۔ اس شخص کے عمل صالح کی قدر افزائی کے لیے آسمانی نظام کس قدر اہتمام کر رہا تھا۔

اس واقعہ سے آنحضورؐ قرآن کی اس حقیقت کو تسلیم کرانا چاہتے ہیں: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ (زمر: ۱۰) "جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک رویہ اختیار کیا تھا۔ ان کے لیے بھلائی ہے" دنیا و آخرت کی بھلائی کے لیے ہر نماز میں اللہ سے یہی درخواست کی جاتی ہے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (بقرۃ: ۲۰۱) "ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی اور دوزخ کے عذاب سے ہمیں بچا" سچ بولنے، رزقِ حلال طلب کرنے اور دیانت داری کے ساتھ کام چلانے سے نہ صرف آخرت بلکہ دنیا بھی سنورتی ہے دنیا میں پاکیزہ اخلاق کی جو ساکھ بنتی ہے۔ اور کاروبار میں جو ذہنی سکون اور قلبی اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر مزید یقین مستحکم ہوتا ہے۔ نیکی و شرافت کا رویہ اختیار کرنے والوں کے لیے اس دنیا کی بھلائیاں بھی مخصوص ہیں اور آخرت کے اجر و انعام سے بھی وہ بہرہ ور ہوں گے۔" نظامِ باطل کی مادہ پرستانہ اور غیر اخلاقی تعلیم نے ذہن اس قدر مسموم کر دیئے ہیں کہ اب یہ جاہلی تصور عام ہو گیا۔ کہ دیانت داری صداقت شرافت اور پاکیزگی و صفائی کے ساتھ کاروبار چلانے میں ممکن ہے آخرت سنورتی ہو لیکن دنیا بگڑ جاتی ہے۔ اسلام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس گمراہ کن تصور کی تردید کرتا ہے اور یہ یقین دلاتا ہے کہ با اصول اور صاحب کردار لوگوں کو ہی پُرامن باوقار اور مطمئن زندگی میسر آتی ہے۔ غلط کار اور بد اخلاق لوگ اس سے بالکل محروم ہیں۔ اور ان کی جو کاروباری ساکھ بنتی ہے وہ اس مادی منافع سے کہیں زیادہ قیمتی چیز ہے۔

مذکورہ واقعہ اس امر کی تصدیق کرتا ہے کہ اگر تمہاری اخلاقی حالت بہتر ہوئی تو آسمانی نظام بھی ہمارے ساتھ پورا تعاون کرے گا۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰاةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ (مائدہ: ۶۶) اگر یہ اہل کتاب تورات انجیل اور ان دوسری کتابوں کو قائم کرتے جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی تھیں تو ان کے لیے اوپر سے رزق برستا اور نیچے سے اُبلتا۔" وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰىٓ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (اعراف: ۹۶) اگر عام بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔" وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا (جن ۱۶) اگر لوگ راہِ راست پر ثابت قدمی سے چلتے تو ہم انہیں خوب سیراب کرتے۔"

ایک حدیث قدسی میں بھی اس حقیقت کی تائید ملتی ہے: اَنّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قال ربکم عزوجل لو ان عبیدی اطاعونی لاسقیتہم المطر باللیل واطلعت علیہم الشمس بالنہار ولم اسمعہم صوت الرعد (مسند احمد) رسول اللہؐ نے فرمایا: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ اگر میرے بندے میرے احکام کی پوری پوری پابندی کریں تو رات کو بارش برساؤں اور دن کو مطلع صاف کر دوں اور کوئی خوف، گرج اور کڑک بھی انہیں سنائی نہ دے۔ زمین پر جب خدا کی مرضی کے مطابق نظامِ زندگی رائج ہو تو آفاقی طاقتیں بھی پورا تعاون کرتی ہیں۔

ایمان اور عمل صالح کے یقینی ثمرات و برکات اس دنیا میں میسر آسکتے ہیں۔ جبکہ کوئی قوم اس امر کا تہیہ کرلے کہ بولنا سچ ہے، خواہ کتنا ہی نقصان اٹھانا پڑے۔ کھانا حلال ہے خواہ کتنا ہی قلیل مقدار میں حاصل ہو۔ رویہ دیانت داری کا ہی اپنائیں گے خواہ کتنے ہی بڑے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

منافع سے ہاتھ دھونا پڑے۔ قرآن و حدیث کی ان تعلیمات پہ کامل یقین ہو تو نیکی و بھلائی کے نتائج اس دنیا میں بخوبی نظر آسکتے ہیں۔ قرآن و حدیث یہ واضح کرتے ہیں کہ دیانت دارا رویہ اختیار کرنے والوں کی یہ دنیا بھی سنورتی ہے۔ اور آخرت کی سرخروئی و کامیابی بھی انہیں کے حصہ میں آئے گی۔"

نفقاتِ واجبہ پر ثواب

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا انفق الرجل علی اھلہ نفقۃ یحتسبھا فھو لہ صدقۃ (بخاری مسلم) رسول اللہؐ فرماتے ہیں۔ جب آدمی اپنے گھر والوں پہ آخرت میں اجر و ثواب پانے کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو یہ اس کے لیے (ضرور موجب ثواب) صدقہ ہے۔" اپنی ذمہ داری ادا کرنے پر بھی مومن کے لیے بشارت ہے۔"

اولاد پر خرچ کرنا

عن امِ سلمۃ قالت قلت یا رسول اللہِ ھَل اجرٌ لِی فِی بنی سلمۃ اَنْ اُنفِقَ علیھِم ولستُ بِتارِکتھم ھٰکذا وھٰکذا اِنما ھُم بَنِیَّ فقال نَعَمْ اجر ما انفقتِ علیھم (بخاری مسلم) (اُمّ المؤمنین) اُمِ سلمہ رضؓ راوی ہیں۔ انہوں نے کہا میں نے نبیؐ سے پوچھا۔ کیا مجھے ابو سلمہؓ کے بیٹوں پہ خرچ کرنے (اور ان کی کفالت) سے ثواب ملے گا؟ اور میں انہیں اس طرح محتاج اور دَربدر مارے پھرنے کے لیے چھوڑ نہیں سکتی۔ وہ تو میرے ہی بیٹے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں! جو کچھ تم اس پہ خرچ کرو گی تمہیں اس کا اجر ملے گا۔" یہ اولاد ان کے پہلے خاوند ابو سلمہؓ سے تھی۔ ان کے فوت ہونے کے بعد آپ آنحضورؐ کے نکاح میں آگئیں۔ صلہ رحمی کے تقاضوں کو اسلام ہر طرح محفوظ رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔ اولاد کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ جس پہ توجہ کرنے کو افضل صدقہ شمار کیا گیا ہے۔ ان النّبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الا ادلکم علیٰ افضل الصدقۃ ابنتک مردودۃ الیک لیس لھا کاسب غیرک ط (ابن ماجہ) نبیؐ نے فرمایا۔ کہ میں تمہیں بہترین صدقہ نہ بتاؤں وہ تیری بیٹی ہے جو تیرے پاس لوٹا دی گئی اور اسے تیرے سوا کوئی کما کر کھلانے والا نہیں ہے۔" یعنی کسی جسمانی نقص کی وجہ سے شادی نہ ہو سکے۔ یا مطلقہ ہو جائے تو اس کی پرورش بہترین صدقہ ہے۔ اگر بیوگی کی حالت میں اس کا کوئی سہارا نہ ہو تو اس وقت بھی اس کی کفالت کا اجر و ثواب ملے گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کاشت کار کا صدقہ

قال رسول اللہ صلی اللہ وسلم ما من مسلم یزرع او یغرس غرسا فیاکل منہ طیر او انسان او بھیمۃ الا کان لہ بہ صدقۃ ط (مسلم) رسول اللہ نے فرمایا: کہ جو مسلمان زراعت کا کام کرتا ہے یا درخت لگاتا ہے اور اس میں سے پرندے یا کوئی انسان یا کوئی جانور کھالے تو یہ اس کے لیے صدقہ بنتا ہے۔"

غیر اختیاری طور پر بھی کوئی انسان یا حیوان، کسی کی محنت کا پھل کھالے تو اس پر بھی بے انتہا خزانوں کے مالک نے اجر و ثواب رکھا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احیٰ ارضا میتۃً فلہ اجر وما اکلت العافیۃ منہ فھو لہ صدقۃ (مشکوٰۃ بحوالہ دارمی) رسول اللہ نے فرمایا جس نے کسی بنجر زمین کو آباد کیا اس کے لیے اجر ہے اور اس میں سے کسی چرند پرند اور ضرورت مند انسان نے کچھ کھالیا تو یہ اس کا صدقہ ہے۔"

تاجروں کے لیے صدقہ کی اہمیت

آنحضورؐ کا تاجروں کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا

یا معشر التجار ان البیع یحضرہٗ اللغو والحلف فشوبوہ بالصدقۃ (ابو داؤد) اے تاجروں کے گروہ! مال کے بیچنے میں لغو بات کہنے اور جھوٹی قسم کھا جانے کا بہت امکان ہوتا ہے۔ تم لوگ اپنی تجارت میں صدقہ کی آمیزش کرو۔" خدا کی راہ میں صدقہ و خیرات سے کاروبار میں ناروا لغزش اور غیر ارادی طور پر کوتاہیوں اور لغزشوں کی تلافی کا سامان بن سکے گا۔"

اب صدقات کے چند مفید پہلوؤں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا زیادہ تر تعلق برزخی زندگی سے ہے۔"

صدقہ قیامت کے دن سایہ بنے گا

آنحضورؐ کا ارشاد ہے: ان الصدقۃ لتطفی عن اھلھا حر القبور وانما یستظل المؤمن یوم القیامۃ فی ظل صدقتہٖ (بیہقی طبرانی) صدقہ و انفاق فی سبیل اللہ کا عمل اپنے لوگوں سے قبر کی گرمی ہٹاتا ہے۔ اور مومن قیامت کے روز اپنے صدقہ (نیک عمل) کے سایہ میں بیٹھے گا۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صدقہ گناہوں کی آگ بجھاتا ہے

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ۚ (ھود : ۱۱۴) درحقیقت نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔" ایک حدیث میں آنحضور ﷺ نے فرمایا: والصدقۃ تطفی الخطیئۃ کما یطفی الماء النار (ترمذی) صدقہ گناہوں کی آگ اس طرح بجھاتا ہے جس طرح پانی آگ کو۔" وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ (بقرہ : ۲۷۱) اگر تم اپنی خیرات و صدقات مستحق حاجت مندوں کو دے دو تو وہ بہت بہتر ہے اور اس طرح کا خرچ کرنا تمہارے گناہوں کو بھی دور کر دے گا۔"

صدقہ دوزخ سے بچانے کا ذریعہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان الصدقۃ فکاککم من النار (بیہقی) رسول اللہ نے فرمایا: صدقہ دیا کرو کیونکہ صدقہ تمہیں دوزخ سے بچانے کا ذریعہ ہے۔" ایک اور حدیث میں آنحضور ﷺ نے ایک خاتون کے صدقہ کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: انما حجاب من النار لمن احتسبھا یبتغی وجہ اللہ عزوجل (ترغیب بحوالہ طبرانی) جو صدقہ خدا کی رضا اور آخرت میں ثواب حاصل کرنے کی نیت سے دیا جائے۔ یہ صدقہ مومن اور آگ کے درمیان آڑ بن جائے گا۔"

صدقہ برہان نجات ہے

ایک حدیث میں ارشاد ہے: والصلوٰۃ نور والصدقۃ برھان (مسلم ترمذی نسائی) نماز روشنی ہے۔ اور صدقہ دلیل صداقت اور موجب نجات ہے۔" نماز دنیا میں راہ ہدایت پر چلنے کی روحانی طاقت بخشتی ہے۔ قیامت میں اس کا اجر نور میں تبدیل ہو جائے گا۔ ذکر الٰہی سے پیدا ہونے والی باطنی روشنی سے اس روز چہرے روشن دکھائی دیں گے۔ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ (آل عمران : ۱۰۶) اور قیامت کے دن مصارف مال کے سوال پر صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ۔ انسان کے صدق و اخلاص اور حسن عمل کی شہادت دیں گے۔ خدائی مصارف میں اپنا مال وہی خرچ کرتا ہے جسے رضائے الٰہی ہر حال میں مطلوب ہو۔ اور قیامت میں اس کے اجر و ثواب کا مکمل یقین بھی میسر ہو۔ صدقہ متصدق کے ایمان کی دلیل ہے۔ منافق، مومنوں سے ممیز ہو جائیں گے کیونکہ منافق

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دنیا میں انفاق اور صدقات سے جان بچاتا رہا ہے مصلحتاً کچھ خرچ کرتا ہے تو وہ بھی دنیوی مصلحت اور بدنیتی کے ساتھ۔ اس پر اسے کیا اجر ملے گا عمل میں روشنی تو خلوصِ نیت سے پیدا ہوتی ہے۔"

صدقہ بُری موت سے بچاتا ہے

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال حسن الملکة نماء وسوء الخلق شوم والبر زیادة فی العمر والصدقة تطفی میتة الخطیئة وتقی میتة السوء (طبرانی)

رسول اللہ نے فرمایا: خوش خلقی، ترقی وخوش حالی کا ذریعہ ہے اور بدخلقی نحوست ہے۔ بھلائی ونیکی عمر میں اضافہ کا موجب ہے۔ اور صدقہ اچانک اور بُری موت سے بچاتا ہے۔"

صدقہ غضب الٰہی کو ٹھنڈا کرتا ہے

حدیث میں آنحضور کا ارشاد ہے: صنائع المعروف تقی مصارع السوء والصدقة خفیا تطفی غضب الرب وصلة الرحم تزید فی العمر وکل معروف صدقة واول من ید خل الجنة اھل المعروف (ترغیب بحوالہ طبرانی)

نیکی اور بھلائی کے کام اور صدقات انسان کو بُری موت سے بچاتے ہیں اور لوگوں کی نظروں سے چھپا کر محض اللہ کی رضا کے لیے انفاق فی سبیل اللہ، اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ہمدردی وصلہ رحمی کا سلوک کرنا عمر میں اضافہ کا موجب ہے اور نیکی کا ہر کام صدقہ ہے اور ایسے ہی نکوکار ابتدائی مرحلے میں جنت میں داخل ہوں گے۔"

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے: ان لکل یوم نحسا فادفعوا نحس ذلک الیوم بالصدقة (ترغیب) انسان کے اپنے روزمرّہ کے گناہوں سے ہر دن بوجھل ہو جاتا ہے اور تم صدقات کے ذریعہ نحوست کے اس بوجھ کو ہلکا کرو۔ شامتِ اعمال کے دفاع کے لیے خیرخواہ کُل رسول اللہ کا یہ نسخہ اکسیر ہے۔ مال کی صورت میں گناہوں کا کفارہ پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنی لغزشوں، خطاؤں اور کوتاہیوں کی شامت سے بچنے کے لیے صدقات کا سہارا لے رہا ہے اور اپنی کمزوریوں پر نادم ہے۔

صدقہ آفات وبلیّات سے بچاتا ہے

رسول اللہ نے فرمایا: باکروا بالصدقة فان البلاء لا یتخطی الصدقة (بیہقی)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صدقہ وخیرات میں جلدی کرو۔ کیونکہ آفات و مصائب صدقہ کو پھلانگ کر نہیں پہنچ سکتیں۔" ہر قسم کی آفات و مصائب کو ٹالنے اور مختلف امراض کے دفعیہ کے لیے صدقات مؤثر حیثیت رکھتے ہیں۔ ان مخلصانہ اعمال کے ذریعہ خدا کے ساتھ تعلق قائم ہوتا ہے۔ جب کسی بندے کا نذرانۂ خلوص پیش ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت و شفقت، عفو و درگزر سے کام لیتی ہے اور قضائے مُعلّق ٹل جاتی ہے۔

بخل ایک مذموم اور بہیمی صفت ہے

انفاق و ایثار کی ضد بُخل و امساک ہے۔ اسلامی نظام کے قیام، معاشرے کی تعمیر و اصلاح، اور سماجی بہبود کے تمام اُمور میں اِنفاق کا عمل ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ صاحبِ دل شخص اپنے مال سے خود بھی زندہ رہنا چاہتا ہے اور دوسروں کو بھی زندہ رکھنا چاہتا ہے۔ معاشرتی زندگی میں ایسا شخص انتہائی بے نفس، بے غرض اور نوعِ انسانی کا ہمہ پہلو خیر خواہ ہوتا ہے اور اس بھلائی کا فائدہ بھی خود انسان کے نفس ہی کو پہنچتا ہے۔ کیونکہ خدا کے حکم کی تعمیل ہے۔ لہٰذا دوسروں کی خیر خواہی و بھلائی خود اپنے نفس کی خیر خواہی ہے۔ اسلام دولت و مال کا مخالف نہیں بلکہ کسبِ مال کو قیامِ زندگی کے لیے ضروری اور فرض قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ کتاب کے ابتدائی صفحات میں اس کی اہمیت پر بحث گزر چکی ہے۔ بلکہ اسلام اس سرمایہ دارانہ ذہنیت کے خلاف ہے۔ جس کی بنا پر انسان، دینی و ملّی مصالح اور حقوق العباد کے بارے میں اپنی مالی ذمہ داریاں پورا کرنے میں بُخل سے کام لیتا ہے۔ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ (معارج: ۱۸) مال جمع کیا اور اسے بند رکھا۔" وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (عادیات: ۸) وہ تو مال کی سخت محبت کرنے والا ہے۔" مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ (ق: ۲۵) جو مال میں بُخل کرنے والا ہے۔" كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (فجر: ۱۷-۲۰) ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم سے عزت کا سلوک نہیں کرتے اور مسکین کو کھانا کھلانے پر ایک دوسرے کو ترغیب نہیں دیتے اور میراث کا مال سارا سمیٹ کر لے جاتے ہو اور مال کی محبت میں بری طرح گرفتار ہو۔" ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ مال کی محبت جب غالب ہو تو پھر انسان کو زندگی کے کسی پاکیزہ مقاصد یا عوامی مفاد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور غریبوں اور رشتہ داروں کے حقوق و فرائض سے کوئی دلچسپی نہیں رہتی۔ ساری عمر زر پرستی اور مال بچانے میں صرف ہوتی ہے وہ حاجت مندوں اور غریبوں کا پیٹ بھرنے کے بجائے اپنی تجوریوں کا پیٹ بھرنے میں مصروف ہوتا ہے۔ آخرت اور اس کے نتائج کا تصور اس کے ذہن سے دھندلا جاتا ہے۔ دین و ملت کی ترقی و استحکام اور دوسروں کی بہبود سے اسے کوئی ہمدردی نہیں ہوتی۔ کیونکہ سنگ دلی، خودغرضی، بے مروتی اور امساک و خست، حب مال کا خاصہ ہے نفس پرستی اور ذاتی مفاد ایسے لوگوں کا قبلہ مقصود ہوتا ہے، سرمایہ دارانہ ذہنیت اسی کے گرد گھومتی ہے یہی وہ شحِّ نفس ہے جس سے بچنے والوں کو فلاح کی بشارت دی گئی ہے۔ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (حشر: ۹) جو لوگ دل کی تنگی (خود غرضی اور کنجوسی) سے بچا لیے گئے ہیں وہی فلاح پانے والے ہیں۔" اللہ کے دین میں قارونیت اور بخل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اس اخلاقی کمال کے حصول میں بہت بڑی رکاوٹ ہے جس کے لیے قرآن بار بار ترغیب دیتا ہے۔" بلکہ یہ ایک ایسی حیوانی صفت ہے جس کی بنا پر انسان کی ہر کوشش صرف اپنے ہی پیٹ کے لیے مخصوص ہوتی ہے اور اپنے مال میں حقدار کا حق نہ تسلیم کرتا ہے نہ ادا کرتا ہے۔ ظلم و فساد، قتل و خون ریزی، غصب و نہب اور ہر قسم کی برائی اور زیادتی اسی صفت سے اودھم مچاتی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے: لا يجتمع الشح والايمان فى قلب ابدا (نسائی، بیہقی) بخیلی اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ خصلتان لا تجتمعان فى مومن، البخل وسوء الخلق (ترمذی) بخل اور بدخوئی یہ دو خصلتیں مومن کی سیرت میں یکجا نہیں ہو سکتیں۔" اپنی جائز ضروریات یا انفاق فی سبیل اللہ کے مصرف میں جس قدر خرچ کرنا چاہیے مال و دولت کو اس سے روک رکھنا بخل ہے۔ اور جو بہت زیادہ بخل سے کام لے اسے بخیل کہا جاتا ہے۔" اسلام اعتدال کو ہر حال میں پسند کرتا ہے۔ بخل سے بچنے کے لیے رسول اللہ نے اپنی امت کو یہ دعا سکھائی اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ (ابوداؤد) اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں فکر و غم، درماندگی و سستی سے اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تیری پناہ چاہتا ہوں بخل اور بزدلی سے اور پناہ مانگتا ہوں قرضے کے بوجھ اور لوگوں کی زیادتی سے"

دعوت کی توسیع و اشاعت کا کام متاثر ہو رہا ہو یا غیر خدائی نظام میں عوام ظلم و ستم کی چکی میں پس رہے ہوں۔ لادینی تہذیب لوگوں کو خدا کی بندگی سے ہٹا کر نفس و ہوس کے آستانے پر جھکانے میں مصروف ہو۔ شرک و بدعات اور جاہلی رسومات کا پھیلاؤ آکاس بیل کی طرح اجتماعی زندگی پر چھایا ہوا ہو۔ بے روزگار، محتاج، غریب اور نادار لوگ پس ماندہ زندگی کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہوں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے تحفظ کا احساس دم توڑ رہا ہو۔ قرآن کی مظلومی حد سے بڑھ چکی ہو۔ لیکن بااثر اور صاحب ثروت لوگ اپنے مال و دولت کی توسیع میں لگے ہوئے ہوں۔ تو ان کی یہ خود غرضی و تفاخر و نیت خدا کو سخت ناپسند ہے۔ اور مندرجہ ذیل آیت میں اس بنگدلانہ روش پر خوفناک انجام کی اطلاع دی گئی ہے۔ یہ لوگ اسلام کا ضعف اور قرآن کی مظلومی تو ٹھنڈے پیٹوں برداشت کر لیتے ہیں لیکن اپنے مادی مفاد میں کمی اور اپنے کاروبار کا مندا برداشت نہیں کر سکتے۔ فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے ان کا سانس پھولنے اور دل بیٹھنے لگتا ہے، کیونکہ قلب و روح کو تقویت تو انفاق فی سبیل اللہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اس سے محروم ہو کر بزدلی اور پستی ہی کا شکار ہو سکتے ہیں۔"

حرص و بخل کا خوفناک انجام وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ (آل عمران ۳: ۱۸۰) جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل (رزق و مال کی فراوانی) سے نوازا ہے اور پھر وہ (اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے) بخل سے کام لیتے ہیں وہ اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخیلی ان کے لیے اچھی بات ہے۔ یہ ان کے حق میں نہایت بری ہے جو کچھ وہ اپنی کنجوسی سے جمع کر رہے ہیں۔ وہی قیامت کے روز ان کے گلے کا طوق بن جائے گا۔"

احادیث میں آتا ہے کہ یہی جمع کردہ مال قیامت کے روز ہیبت ناک سانپ کی شکل میں بخیل کے گلے میں لٹک جائے گا۔ بگڑی ہوئی ذہنیت اور منحوس مال کی شکل بگڑ کر سانپ بن جائے گی۔ بے زکوٰۃ مال کی تعبیر اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔ دنیا میں بھی اسی خود غرضانہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ذہنیت کی وجہ سے طبقاتی کشمکش غریب امیر کی رقابتیں اور باہمی حسد و بغض اور گروہی تصادم پیدا ہوتے ہیں۔ آنحضورؐ نے فرمایا: واتقوا الشح فان الشح اهلك من كان قبلكم حملهم على ان سفكوا دماءهم واستحلوا محارمهم (مسلم) شح سے بچو۔ کیونکہ شح ہی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا۔ اسی نے ان کو ایک دوسرے کے خون بہانے اور دوسروں کی حرمتوں کو اپنے لیے حلال کرنے پر اکسایا۔" حد سے بڑھی ہوئی خود غرضی و نفس پرستی اور مال و دولت کی حرص و لالچ جب دل میں راسخ ہو کر زندگی کا معمول بن جاتی ہے تو اسے شح کہا جاتا ہے۔ جس سے کسی پہلو خیر کی توقع نہیں رکھی جا سکتی۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۝ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ (الهمزة: ۱، ۲، ۳) تباہی ہے ہر اس شخص کے لیے جو لوگوں پر طعن اور برائیاں کرنے کا عادی ہے جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا۔ کیا وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا۔ كَلَّا لَيُنۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۖ (الهمزة: ۴) ہرگز نہیں ایسا شخص تو چکنا چور کر دینے والی جگہ میں (بڑی ہی ذلت کے ساتھ) پھینک دیا جائے گا۔" جس سرمائے کے زور پر وہ معاشرے میں گردن اکڑائے بدمست عوامی ضروریات سے بے نیاز اینڈتا پھرتا تھا۔ اس زر پرستی کا استقبال جہنم کے شعلے کریں گے۔ لا يدخل الجنة خب ولا بخيل ولا منان (ترمذی) مکار بخیل اور لوگوں پر اپنی بھلائی کا احسان جتانے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔" بخل کی نحوست اور شقاوت واضح کرنے کے لیے قرآن و حدیث کے یہ دلائل کافی ہیں۔"

ایک حدیث میں رسول اللہؐ فرماتے ہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں کہ بندے صبح کرتے ہیں، اس وقت دو فرشتے نازل ہوتے ہیں: فيقول احدهما اللهم اعط منفقا خلفا و يقول الآخر اللهم اعط ممسكا تلفا (بخاری مسلم ابن حبان) ایک فرشتہ کہتا ہے: یا اللہ! سخی دل اور جائز مصارف میں کھلے دل سے خرچ کرنے والے کو خرچ کا بدل عطا کر اور دوسرا فرشتہ کہتا ہے کہ فی سبیل اللہ خرچ نہ کرنے والے بخیل کا مال بے برکت بنا دے اور اسے خراب کر دے۔" اور یہ معلوم ہے، کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فرشتوں کی دعائیں ضرور رنگ لاتی ہیں۔ اللہ نے ہی انہیں اس دعا کے لیے مقرر کیا ہے۔ جائز مصارف میں کھلے دل سے خرچ کرنے والے فیاض اور نہ خرچ کرنے والے بخیل دنیا میں ہی اپنے اعمال کے نتائج دیکھ لیتے ہیں۔

معیاری اور غیر معیاری معاشرہ کی علامات

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان امراءکم خیارکم واغنیاءکم سمحائکم وامورکم شوریٰ بینکم فظھر الارض خیر لکم من بطنھا واذا کان امرائکم شرارکم واغنیائکم بخلائکم وامورکم الیٰ نساءکم فبطن الارض خیر لکم من ظھرھا (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)

رسول اللہ نے فرمایا۔ جبکہ تمہارے حکمران تم میں سے اچھے اخلاق کے لوگ ہوں اور تمہارے دولت مند سخی دل ہوں اور تمہارے اجتماعی معاملات باہمی مشاورت سے طے پائیں۔ تو پھر زمین کا ظاہر اس کے باطن سے مفید اور بہتر ہے۔ اور جب تمہارے حکمران تم میں سے بدترین لوگ ہوں اور تمہارے سرمایہ دار کنجوس اور بخیل ہوں اور تمہارے اجتماعی معاملات عورتوں کے تعاون اور مشوروں سے طے پائیں تو پھر تمہارے لیے زمین کا باطن اس کے ظاہر سے بہتر ہے۔" سیاسی، سماجی اور معاشی معاملات کے بناؤ و بگاڑ میں یہ حقائق کس طرح اثرانداز ہوتے ہیں۔ قوموں کے عروج وزوال کے اسباب کیا ہیں؟ حدیث میں ان کی بنیاد بیان واضح کردی گئی ہیں۔ جس معاشرے میں عوامی ضروریات پُرامن اور قانونی و اخلاقی طور پر پوری نہ ہو رہی ہوں تو اس میں ہمیشہ معاشی بدحالی، سیاسی بے چینی اور سماجی بدامنی کے زلزلے آتے رہتے ہیں۔ معاشی خوش حالی کے نام پر ابھرنے والے دجال بھی ایسی ہی فضا میں اپنا کھیل دکھا سکتے ہیں۔ جو معاشرہ اپنا دشمن آپ بن گیا ہو اسے ان تمام حالات پر نگاہ رکھنی ہوگی۔ سیاسی باگ ڈور کس کردار کے ہاتھوں میں ہے۔ سرمایہ دارانہ کردار کیا رُخ اختیار کر رہا ہے۔ عوامی ذہن کی اصلاح و تسکین کے لیے اربابِ حکومت کیا کچھ کر رہے ہیں؟ اجتماعی اور انتظامی معاملات میں عورتیں کس قدر دخیل ہیں؟ ان بگڑے ہوئے حالات میں اصلاح کی تدابیر اختیار نہ کی گئیں تو پھر ہولناک انجام سے کوئی بھی نہیں بچ سکتا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بخیل سرمایہ دار خسارے میں ہیں

جن لوگوں کا مال نہ دین وملت کے تعمیری مقاصد میں خرچ ہوا۔ نہ خدا کی مخلوق کو اس سے کوئی فائدہ پہنچا۔ نہ غریبوں اور مسکینوں کا کوئی مسئلہ حل ہوا۔ غرضیکہ خدائی بینک میں وہ کچھ نہ جمع کر سکے! ایسے بدنصیب لوگوں کے بارے میں ایک حدیث میں ان کی زیاں کاری پر سخت افسوس کا اظہار کیا گیا ہے۔ قال ھم الاخسرون فقلت فداک ابی و امی من ھم قال ھم الاکثرون اموالا الا من قال ھٰکذا وھٰکذا وھٰکذا من بین یدیہ ومن خلفہ وعن شمالہ وقلیل ما ھم ط (بخاری مسلم) رسول اللہ فرماتے ہیں وہ لوگ گھاٹے میں رہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان، وہ کون لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ وہ لوگ تباہ و برباد ہو گئے۔ جو مالدار ہونے کے باوجود (فی سبیل اللہ) خرچ نہیں کرتے۔ کامیاب صرف وہی ہوگا جو اپنی کمائی فراخ دلی سے خدا کی راہ میں خرچ کرے۔ سامنے والوں کو، پیچھے والوں کو، اور بائیں جانب والوں کو دے! اور ایسے (فراخ دل) مالدار تو بہت کم ہیں۔"

ایک اور حدیث میں عیاشانہ رجحان اور خود آرائی وخود غرضی کی مذمت میں آنحضور نے فرمایا شرار امتی الذین ولدوا فی النعیم وغذوا بہ یاکلون الطعام الوانا ویلبسون من اللباس الوانا ویرکبون من الدواب الوانا ویتشدقون فی الکلام (بیہقی حاکم) میری امت کے بدترین لوگ وہ ہیں جو نعمتوں کی گود میں پیدا ہوئے، اسی میں پروان چڑھے، قسم قسم کے (حسب خواہش) کھانے کھاتے اور طرح طرح کے (حسب پسند) لباس پہنتے ہیں قسم قسم کی سواریاں (حالات اور ذوق کے مطابق) استعمال کرتے ہیں۔ اور خوش حالی کی سرمستی میں، بڑھ چڑھ کر باتیں کرتے ہیں۔"

اس میں سرمایہ دارانہ ذہنیت کے وہ تمام خواص آ گئے ہیں جنہیں اسلام ناپسند کرتا ہے جو شخص دینِ حق کے تقاضوں پہ توجہ دینے اور محتاج افراد کی ضروریات پورا کرنے میں کوتاہی غفلت برتے اور رات دن اپنی ذاتی ضروریات اور نفسانی خواہشات کی تکمیل اور رہائش گاہوں کی تزئین میں اپنی تمام پونجی کھپا دے جس کے مال و دولت سے حقوق العباد سیراب نہ ہوں۔ ایسی بے مروّت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

...نگ دلی خوش حالی پر خدا و خلقِ خدا کی طرف سے نفرت ولعنت برستی ہے۔ ان کی مذمت کے لیے شرارِ امت کا لفظ نہایت مناسب ہے۔ اور جب اس کردار و سیرت کے لوگ عام ہو جائیں معاشرہ زوال پذیر ہو کر تباہی کے دہانے پر پہنچ جاتا ہے۔ یہی وہ خطرناک حالت ہے جس کے لیے علمائے اُمّت قوم کے ذمہ دار لوگوں اور دینی و اصلاحی تحریکوں کو ٹھنڈے دل سے متحد ہو کر اصلاحِ حال کے لیے کوئی عملی پروگرام بنانا چاہیئے۔ کشتی میں سوراخ ہو جائے اور اس کا حل نہ سوچا جائے تو نیک و بد سبھی ایک وقت ڈوب کر رہیں گے۔ اللہ کریم اس برے انجام سے بچائے۔

انسانوں کا خون نچوڑنے والے بخیل سرمایہ داروں کی سنگ دلی کا ردِّعمل

حقداروں کے حقوق ادا کرنے اور ضرورت مند و بے سہارا لوگوں کو امداد دینے کے بجائے اگر کچھ لوگ ناجائز طریقوں سے مال سمیٹنے میں مصروف ہو جائیں، تو حرص و طمع کی آگ معاشرے کے کمزور افراد کو اپنی لپیٹ میں لے کر ظلم و استحصال کا معرکہ کھڑا کر دیتی ہے۔ دولت کے چند ہاتھوں میں سمٹ جانے سے معاشی ناہمواری کا سرطان ابھرنے لگتا ہے۔ افراد کے دلوں میں قساوت، سرمہری بے مروتی اور خود غرضی کے جراثیم قوم کی اخلاقی صحت تباہ کر کے رکھ دیتے ہیں۔ فاقہ کشی، خستہ حالی، پس ماندگی و درماندگی افراد کو احساسِ محرومی میں مبتلا کر دیتی ہے۔ جائز ذرائع سے جب یہ لوگ اپنی اصل ضروریات حاصل نہیں کر پاتے۔ اور اسی معاشرے میں چند لوگ معاشی

خوش حالی اور بے قید سرمایہ داری کی وجہ سے ہواؤں میں اڑتے نظر آتے ہیں تو پھر یہ کمزور طبقہ جرائم پیشہ بن کر اپنی ضروریات پورا کرنے لگتا ہے۔ دنائتِ اخلاق اور معاشی پس ماندگی انہیں پیٹ بھرنے سے بالاتر کسی پاکیزہ مقصد کے لیے سوچنے کی فرصت بھی نہیں دیتی۔ ایک طرف نفس پرستی و عیاشی کی گہما گہمی ہے۔ دوسری طرف معاشی حیوان ہر جائز ناجائز طریقے سے پیٹ بھرنے کی فکر میں لگ جاتا ہے۔ جرائم آموز ناول اور مار دھاڑ سکھاتے والی فلمیں عوام کو ڈاکو بنا دیتی ہیں۔ خوش حال لوگ جب اپنی تمام کمائی عیش کوشی اور لذت اندوزی میں لگا دیں اور کمزور افراد کی سرپرستی و خبر گیری نہ کریں تو اس سے جو معاشی اور اخلاقی بگاڑ پیدا ہو گا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس سے آج کون بے خبر ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے تین شخص ہیں جنہیں خدا تعالیٰ بہت بُرا سمجھتا ہے۔ ان میں ایک یہ شخص ہے، والغنی الظلوم (ابوداؤد، ترمذی، نسائی) وہ مالدار جو لوگوں پر سرمائے کے زور سے ظلم و زیادتی کرتا ہے اور خلقِ خدا کے حقوق ادا نہیں کرتا۔ ابنِ حبان کی روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں، ویبغض الشیخ الزانی والبخیل والمتکبر۔ خدا نفرت کرتا ہے بوڑھے زانی، بخیل اور متکبر سے، اور جن لوگوں سے خدا ناراض ہو ان کی زندگی میں خیر و برکت مفقود ہو جاتی ہے۔

ہر مال کا اصل وارث تو اللہ تعالیٰ ہے

انسان نہ تو خود اپنی جان کا مالک ہے اور نہ مال۔ اس کی ذاتی قابلیت کا نتیجہ ہے، جن ذرائع سے یہ مال کماتا ہے یہ ذرائع بھی اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں اور ان کے تعاون سے جو کچھ حاصل کرتا ہے وہ بھی تو اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔ اگر اللہ کی مشیّت و حکمت سے کسی کے پاس زیادہ مقدار میں مال و متاع آگیا ہے تو وہ اس کے بارے میں آزاد اور غیر مسئول نہیں ہے۔ بلکہ اس کی ہر وہ چیز جو اس کے تصرّف و اختیار میں دی گئی ہے۔ احکامِ الٰہی کی پابند ہے۔ اور ان کے بارے میں وہ اللہ کے سامنے جواب دہ ہے، جسم خاکی قبر میں پہنچ کر مٹی بن جائے گا۔ اور مال و املاک ورثاء میں بٹ جائیں گے۔ پھر وہ بھی اسی طرح خالی ہاتھ یہاں سے چلے جائیں گے اور ان کا ورثہ بھی اسی طرح تقسیم در تقسیم ہوتا رہے گا۔ جب یہ دنیا فنا ہو گی تو انسان کا زمین، جائیداد اور ہر قسم کا مال و متاع سے قبضہ بھی ختم ہو جائے گا۔ موت ہر ایک سے مال و جائیداد چھڑاتی چلی جائے گی۔ اور یہ زمین اپنے تمام خزانوں سمیت بالآخر اللہ ہی کے قبضہ میں پہنچ جائے گی اور وہی اس کا اصل وارث ہے۔ اگر اللہ کے عطا کردہ مال سے انسان فی سبیل اللہ خرچ نہیں کرے گا تو کس بناء پر یہ اجر و ثواب یا کسی انعام و بخشش کا مستحق ہو سکتا ہے۔ عارضی طور پر یہ سب کچھ انسان کو اسی لیے تو دیا گیا ہے۔ کہ اسی کا مال اسی کے حکم کے مطابق اس کے پسندیدہ مصارف میں خرچ کر کے اللہ کے ہاں سے اپنے اس عمل کا انعام حاصل کر سکے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خیرات میں فیاضی دکھاؤ

عن اسماء قال لا توعی فیوعی اللہ علیک ارضخی ما استطعت (بخاری) حضرت اسماء رضؓ راوی ہیں کہ رسول اللہؐ نے مجھ سے فرمایا۔ انفاق فی سبیل اللہ کے مصارف میں ہاتھ بند نہ رکھو ورنہ اللہ تم پر اپنا فضل بند کر دے گا جس قدر استطاعت ہو اللہ کی راہ میں فراخ دلی سے خرچ کرو۔ انسان کی بھلائی اسی روش میں ہے جب حقیقت یہ ہے تو پھر خدا اپنے بندوں سے پوچھتا ہے۔ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ لِلّٰہِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (حدید) آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ حالاں کہ زمین اور آسمان کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔" جبکہ یہ مال و املاک تمہارے پاس ہمیشہ رہنے والے نہیں ہیں۔ جن پر مغرور ہو کر تم اللہ کے حقوق تسلیم کرنے سے گریز کر رہے ہو اور خود مختار مالک بن بیٹھے ہو۔ دنیا میں دین حق کی سربلندی اور نیکی و حق پرستی کی فضا قائم کرنے کے لیے تم اپنی جان مال اور اوقات خرچ کرنے سے کیوں پہلو تہی کر رہے ہو؟ انہیں بچا بچا کر رکھنے سے تم آخر کتنی بھی دنیا حاصل کر لو گے۔ موت سب کچھ تم سے چھڑا دے گی۔ اور تم بھلائیوں سے محروم خالی ہاتھ اللہ کے سامنے پیش ہو جاؤ گے۔ اس وقت کی ندامت اور افسوس سے کیا حاصل ؟

مومن کے لیے مفید اور لافانی مال

وہ ہے جس کی تعریف پچھلے صفحات میں صدقاتِ جاریہ کے ضمن میں ہم کر چکے ہیں۔ احادیث میں بھی اس کی وضاحت آ گئی ہے۔ قال یقول ابن آدم مالی مالی وھل لك یا ابن آدم من مالك الا من اکلت فافنیت او لبست فابلیت او تصدقت فامضیت (مسلم) رسول اللہ فرماتے ہیں کہ انسان کہتا رہتا ہے میرا مال میرا مال۔ جبکہ مال کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو تو نے کھا لیا۔ پس وہ فنا ہو گیا۔ دوسرا وہ جو تو نے پہن لیا پس وہ فرسودہ ہو گیا۔ تیسرا وہ جو تو نے اللہ کی راہ میں صدقہ و خیرات کیا۔ پس یہ مال تو نے آخرت کی زندگی کے لیے آگے بھیج دیا۔" ایک اور حدیث میں ہے کہ: فان مالہ ما قدم ومال وارثہ ما اخر (بخاری نسائی) مومن کا اپنا اور مفید مال تو وہ ہے جو اس نے آخرت کی بھلائی کے لیے اللہ کی راہ میں خرچ کے ذریعہ آگے بھیج دیا۔ اور جو کسی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے جمع کر کے روک رکھا تو وہ اس کے وارثوں کا مال ہے۔"

صحیح مسلم کی ایک اور حدیث میں بھی یہی حقیقت دہرائی گئی ہے: وانما له من ماله ثلاث ما اكل فافنى او لبس فابلى او اعطى فاقتنى وما سوى ذلك ذاهبٌ وتاركه للناس ط انسان کے مال کی تین حالتیں ہیں (۱) جو کھا لیتا ہے وہ (ہضم ہو کر) فنا ہو جاتا ہے (۲) جو وہ پہنتا ہے وہ پرانا اور بوسیدہ ہو جاتا ہے (۳) جو راہِ خدا میں خرچ کرتا ہے وہ باقی رہتا ہے، اس کے سوا سارا مال ہاتھ سے جانے والا ہے اور اسے دوسروں کے لیے چھوڑ جانے والا ہے۔"

اسلام نے ایسے تمام مصارف کی نشان دہی کر دی ہے جن میں خرچ کر کے قیامت کے روز انسان ہمیشہ کے لیے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ایک شخص نے آنحضورؐ سے سوال کیا۔ یارسول اللہ! کس صدقے کا ثواب زیادہ ہے۔ آپ نے فرمایا: انت تصدق وانت صحيح شحيح تخشى الفقر وتامل الغنى ولا تمهل حتى اذا بلغت الحلقوم قلت لفلان كذا ولفلان كذا وقد كان لفلان ط (بخاری مسلم) تم اس حالت میں صدقہ (انفاق فی سبیل اللہ) کرو کہ تم باہوش صحت مند اور توانا ہو اور مال کی کمی کا خطرہ بھی محسوس کرتے ہو اور کسی کام میں لگا کر زیادہ کما لینے کی اُمید بھی رکھتے ہو۔" اس وقت کا انتظار نہ کرو کہ جب جان نکلنے لگے تو تم کہو کہ وہ فلاں کو دیا جائے اور اتنا فلاں کو، اس وقت تو یہ مال فلاں فلاں کو پہنچنے ہی والا ہے۔" انہیں حالات میں ایثار وخیرات کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے۔ جبکہ اس سے اپنی اتنی امیدیں بھی وابستہ ہوتی ہیں۔

قرآن وحدیث کی مذکورہ تشریح سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دینی کاموں یا نیکی و بھلائی کی مدات اور غریب افراد کی امداد کے سلسلے میں جو مال خرچ کیا جاتا ہے مرنے کے بعد آخرت کی زندگی میں یہی مال انسان کے لیے مفید ہے اور غیر فانی اجر و ثواب کا باعث بھی۔ دُنیوی ضروریات میں خرچ ہونے والے تو دنیوی زندگی کے لیے تھے اور وہ یہیں ختم ہو جائیں گے۔ لیکن اُخروی زندگی میں کام آنے والے اعمال واموال اور باقیات الصالحات وہی ہیں، جن کی تشریح گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔ رضائے الٰہی کے تحت ظہور میں آنے والا ہر عمل اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خرچ ہونے والا ہر مال باقیات الصالحات میں داخل ہے۔

مذکورہ بحث کی روشنی میں ہر انسان کو چاہیئے۔ کہ غور کرے کہ کل کے لیے بھیجے جانے والے مال کی مقدار اور نوعیت کیا ہے۔ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (حشر ۱۸) اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا سامان آگے بھیجا ہے" وہ اپنی زندگی کی توانائیاں، کوششیں، اپنی محنت اور وقت اور جسمانی و دماغی صلاحیتیں اور مال جس راہ میں خرچ کر رہا ہے وہ راہ جنت کی طرف جا رہی ہے یا جہنم کی طرف، ہر انسان کو خود ہی اپنا محاسبہ کل کے آنے سے پہلے پہلے کر لینا چاہیئے۔

هٰاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (محمد: ۳۸) دیکھو! تم لوگوں کو دعوت دی جا رہی ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو۔ اس پر تم میں سے کچھ لوگ ہیں جو بُخل کر رہے ہیں۔ حالاں کہ جو بُخل کرتا ہے وہ درحقیقت اپنے آپ ہی سے بُخل کرتا ہے۔ اللہ تو غنی ہے تم ہی اس کے محتاج ہو" قیامت کے لیئے انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعہ کوئی زادِ راہ نہ بھیجنے کا نقصان خود انسان کا اپنا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات انسانوں کے مال سے بے نیاز ہے۔ اور یہ مال تو خود اسی کا عطا کردہ ہے۔ انسان ہی ہر حال میں بقائے حیات کے لیے اللہ تعالےٰ کے رزق و اسباب کا محتاج ہے۔ رحم دلی، سخاوت، مروت، ہمدردی، غریبوں اور ضعیفوں پر شفقت اور انفاق خود انسان کا اپنا ہی بھلا ہے۔ کیونکہ انسان کے روحانی ارتقاء اور اخلاقی کمال اور اس کی فلاح و کامیابی کا راستہ انہیں آزمائشوں سے ہو کر گزرتا ہے۔

تقوٰی کے ساتھ مال داری

آنحضور صلعم ایک مجلس میں تشریف لائے۔ جس میں سرمایہ داری پر بحث ہو رہی تھی۔ مال داری اچھی ہے یا بُری۔ آپ نے فرمایا: لَا بَأْسَ بِالْغِنٰى لِمَنِ اتَّقَى اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ "جو اللہ سے ڈرتا ہے اس کے لیے بُری نہیں (مشکوٰۃ بحوالہ مسند احمد) جائز ذرائع سے مال کمانے اور پھر اس مال سے خدا اور اس کی مخلوق کا حق ادا کرنے والے کے لیے کوئی خطرہ نہیں۔ مال کی ذمہ داریاں دیانتداری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ جو شخص ادا نہیں کرتا خطرہ اس کے لیے ہے۔ جس طرح دولت کا حق ادا نہ کرنے والے بخیل سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتا ہے۔ خدا ایسے مال دار اور صاحبِ ثروت کو پسند کرتا ہے جس کی دولت سے توحید و سنت کی دعوت اور تبلیغ اسلام کو توسیع میسر ہو۔ جس کے مال سے بھلائیاں عام ہوں۔ خلقِ خدا جھولیاں بھر بھر کر فائدہ اٹھائے۔ محتاج و ضرورتمند امداد حاصل کر سکیں۔ رسول اللہ فرماتے ہیں: ان اللہ یحب العبد التقی الغنی الخفی (مسلم) اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو تقویٰ و احتیاط کے ساتھ غنا حاصل ہونے کے بعد لوگوں کی نظروں سے بچا کر اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔" اگر لوگوں میں اس کی عطا و بخشش کی واہ واہ مچ گئی۔ تو ممکن ہے اس میں نمود و ریا کی آمیزش ہو جائے جائز حدود کے اندر حلال ذرائع سے کمانا بھی تقویٰ ہے اور اسے خدا کے پسندیدہ مصارف میں خفیہ طور پر کھلے ہاتھ خرچ کرنا بھی تقویٰ ہے یعنی کسب و صرف ہر دو حال میں متقی کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور انہیں کی تعریف کرتا ہے: اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً "وہ لوگ جو اپنے مالوں کو رات اور دن میں خرچ کرتے ہیں۔ کھلے بندوں اور پوشیدہ طور پر۔ (البقرۃ: ۸) آنحضورؐ فرماتے ہیں: فنعم صاحب المسلم ما اعطی منہ المسکین و الیتیم و ابن السبیل۔ پس اس طرح مسلمان کا وہ مال کس قدر اچھا ہے جس میں سے مسکین، یتیم اور مسافر کو دیا جائے۔"

تقویٰ، انفاق اور احسان مومن کی امتیازی صفات ہیں

اللہ تعالیٰ نے کسبِ مال اور حصولِ معاش کے لیے جو حدود متعین کر دی ہیں اور جن ذرائع کو حلال اور جائز قرار دیا گیا ہے ان کی پابندی کرتے ہوئے کوئی فرد دولت و املاک کی جو صورت بھی حاصل کرتا ہے وہ اس کی جائز ملک ہے۔ کم ہو یا زیادہ اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ پھر اسلام نے ہر مسلمان پر واضح کر دیا ہے کہ اس پر دوسروں کے کیا حقوق ہیں اور دوسرے لوگوں پر فرد کے کیا حقوق ہیں جنہیں ادا کرنا فرد اور معاشرے کا لازمی فرض ہے۔ فرد اور معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے ضروری ہے کہ دونوں شرعی حدود کے اندر آزادی کے ساتھ اپنے فوائض بجا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لائیں۔ خدا کی طرف سے کسی پر جو فرض یا واجب ہے۔ اس سے زائد جبراً کسی پر بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔ البتہ رضا کارانہ طور پر فرض حقوق سے بڑھ کر کوئی احسان کا رویہ اختیار کرنا چاہے تو مناسب حدود کے اندر اس کی بھی آزادی ہے۔ افراد کی بھلائی کے لیے معاشرے پر اور معاشرے جماعت یا قوم کی بھلائی کے لیے افراد پر کیا کچھ حقوق یا پابندیاں لازم قرار دی گئی ہیں۔ سنت میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے جس میں ترمیم و تنسیخ کا کوئی مجاز نہیں ہے۔

فرد اور معاشرے کے حقوق عدل و انصاف کی بنیاد پر خود اللہ تعالیٰ نے متعین کر دیے ہیں جس سے بڑھ کر نہ کوئی حقوق کا فلسفہ جانتا ہے اور نہ ان کے درمیان توازن اور انصاف قائم رکھنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے اسلام سے بڑھ کر دنیا میں کوئی نظامِ انصاف نہیں اور اس سے بڑھ کر کسی دوسرے نظام میں انسانی افراد کے باہمی حقوق نہ محفوظ ہیں اور نہ وصول ہو سکتے ہیں، بلکہ لادینی نظاموں میں سرے سے کوئی فلسفۂ اخلاق ہی نہیں جس کے زور سے حقوق متعین ہوتے ہیں اور ادا کیے جاتے ہیں۔ اس لیے دنیا کے لیے اسلام سے بڑھ کر کوئی اور نظامِ رحمت نہیں ہے۔

کیونکہ اسلام کا مقصود ہی انسانوں کے ان مفادات و مصالح کا تحفظ ہے جن کا تعلق دنیا و آخرت سے ہے۔ علامہ شاطبی لکھتے ہیں۔ دنیا کا حقیقی مفاد آخرت کے مفاد سے ہم آہنگ ہے۔ شریعت کا مقصد تزکیۂ نفس ہے۔ انسان کو خواہشات کی بندگی سے نکالا جائے۔ اخلاقِ عالیہ کا اس طرح خوگر ہو جائے کہ جس طرح اضطراری طور پر خدا کا بندہ ہے اختیاری زندگی میں بھی ٹھیک اس کا بندہ بن جائے۔ (موافقات ج ۲ ص ۱۶۸) علامہ ابن قیم دنیا و آخرت کی موافقت اور فلسفۂ شریعت واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ شریعت کی بنیاد حکمتوں اور مصالح پر رکھی گئی ہے۔ اس میں اصلی توجہ معاش اور معاد میں انسانی مصالح کی طرف مرکوز کی گئی ہے۔ اسلامی شریعت سراسر عدل مجسم رحمت اور سرتاسر حکمت و مصلحت ہے۔ دنیا و آخرت دونوں کی سعادت و فلاح اس سے وابستہ ہے۔ (اعلام الموقعین ج ۳ ص ۱)

ان حقیقی اور حکیمانہ خوبیوں کی بنا پر اسلامی تعلیمات و احکامات سے فطرتِ انسانی نہیں بلکہ دل و دماغ کی منتشر نظر یاتی لہروں میں اطمینان و سکون کی ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پھر قرآن نے اپنے نظامِ تعلیم و تربیت کے ذریعہ جس قسم کے معیاری افراد تیار کیے، ان کے مطلوبہ اوصاف کی ایک جھلک ذیل کی آیات میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ آخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ۝ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَفِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (ذاریات: ۱۵ تا ۱۹) البتہ متقی لوگ اس روز باغوں اور چشموں میں ہوں گے جو کچھ ان کا رب انہیں دے گا اسے خوشی خوشی لے رہے ہوں گے وہ اس دن کے آنے سے پہلے نکوکار تھے؛ راتوں کو کم ہی سوتے تھے۔ پھر وہی رات کے پچھلے پہروں میں معافی مانگتے تھے اور ان کے مالوں میں حق تھا سائل اور محروم کے لیے۔"

جن کا عقیدہ و عمل اور جن کے معاشرتی اور معاشی معاملات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ان کے نزدیک اُخروی زندگی اور اس کی فلاح و کامیابی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ ان کی امیدیں اور آرزوئیں اللہ کے فضل و رحمت سے وابستہ ہیں۔ رضائے الٰہی ان کی زندگی کا مرکزی نقطہ ہے۔ اور وہی رویہ اختیار کرتے ہیں جو اس مرکزی نقطہ سے قریب کرنے والا ہو اور ہر اس روش سے بچتے ہیں جو انہیں اپنے نصب العین سے دُور کرنے والی ہو۔ ایسے اخلاق و معمولات سے پرہیز کرتے ہیں جن پر خدا کا عذاب لازم آتا ہے۔ یہ وہ مطلوبہ معیار کے لوگ ہیں جنہیں متقی کہا جاتا ہے ایک طرف خدا کے ساتھ ان کا تعلق احسان و وفاداری کا ہوتا ہے۔ اس کے فرائض دلی رغبت اور محبت کے ساتھ سرانجام دیتے ہیں اور اس کے قُرب و رفاقت کا ذوق بے پایاں فرائض سے آگے بڑھ کر مزید سبقت کی منزلیں طے کراتا نظر آتا ہے۔ عبادات کا معاملہ ہو یا انفاق فی سبیل اللہ کا مطالبہ، وہ اللہ کی رضاجوئی میں نہایت بے چین، پُرشوق اور زیادہ سے زیادہ سرگرم عمل دکھائی دیتے ہیں! اور اس کے ساتھ ہی ان کا خلق خدا کے ساتھ احسان اور بھلائی کا رویہ ہوتا ہے۔ ان لوگوں کی راتیں حالتِ استغفار میں اشک بار ہوتی ہیں۔ محسنانہ رویہ اپنانے کے بعد بھی وہ اپنی اسی تقصیر اور کوتاہی پر اللہ سے معافی مانگتے رہتے ہیں۔ جو زندگی کے معاملات اس کی عین مرضی کے مطابق استوار رکھنے اور حقِ بندگی ادا کرنے میں حائل رہی۔ عیاشی اور خدا فراموشی میں ان کی راتیں سیاہ نہیں ہوتیں۔ بلکہ وہ رات بھر تعلق باللہ کی نورانی کرنیں جذب کرنے میں مصروف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رہتے ہیں۔ اور غفلت کی نیند سے پناہ مانگتے ہیں۔

تقویٰ و اخلاص خلق خدا کی خدمت و امداد کر کے دل کا سمندر کسی فخر و غرور کی غلاظت سے گدلا نہیں ہونے دیتے۔ متقی لوگ کسی کے ساتھ نیکی و احسان کا سلوک کر کے اس پر فخر نہیں کرتے بلکہ نیکی و بھلائی کی مزید اللہ سے توفیق مانگتے ہیں۔

تقویٰ و احسان کی صفت نکھارنے میں مال بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ صالح اور متقی شخص کی جیب میں پہنچ کر جب مال بھی صالح بن جاتا ہے تو پھر احسان اور بھلائی کی منزلیں آسانی سے طے ہونے لگتی ہیں! امورِ خیر میں جو مال معاون ہو وہ فضلِ الٰہی ہے۔ حدیث میں مال کا یہی فلسفہ بیان کیا گیا ہے: نعم العون علی تقوی اللہ المال (کنز العمال ج ۲ ص ۵) تقویٰ کی منزلیں طے کرنے میں مال نہایت کامیاب مددگار ہے۔" اور جو مال فسق و فجور اور عیش و آرائش میں استعمال ہو اور دنیا میں شان و شوکت کی نمائش میں کام آئے۔ وہ مال انسان کے لیے دوزخ کا زادِ راہ ہے۔ اور قہرِ ربی کا مستحق ہے۔ یہ ظلم ناانصافی حق تلفی اور گناہوں کے پھیلانے کا ذریعہ بنتا ہے۔ لیکن متقی لوگوں کا نظریہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارے مال میں صرف ہمارا اپنا اور ہمارے بال بچوں ہی کا حق نہیں ہے۔ بلکہ اس میں دینی اور ملی مفاد کے مطالبات بھی اپنا حق رکھتے ہیں اور ہر اس بندۂ خدا کا بھی حق ہے جو بقائے حیات کے لیے ہماری امداد کا محتاج ہے اور جو سوال نہ کرنے یا خودداری کی بنا پر اپنا حق وصول کرنے سے محروم رہ گیا ہے، کوئی بیوہ، یتیم، معذور جو اپنی روزی کمانے سے عاجز یا کسی آفت کا شکار ہو گیا۔ بیروزگاری یا بیماری نے اسے لاچار کر دیا۔ یا باوجود محنت اور روزگار کے ضروریاتِ زندگی پورا نہ کر سکتا ہو اُن میں سے ہر شخص ہماری امداد کا مستحق ہے۔ محروم اور سائل لوگوں کی ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر دست گیری کرتے ہیں پھر اس پر نہ احسان جتاتے ہیں۔ نہ کبر نفس میں مبتلا ہوتے ہیں۔ بلکہ اللہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اس نے حسنِ سلوک کی انہیں توفیق بخشی۔"

تقویٰ اور مال دونوں مل کر ضرورت مند اور غریب مخلوق کی مشکلات حل کرتے ہیں اور اس مادی دنیا میں خیر و احسان کے راستے طے ہوتے ہیں۔" انفاق اور فیاضی متقیوں کی امتیازی صفات ہیں۔ انفاق کے بغیر متقی کا تصور مکمل نہیں ہوتا۔ جن کا مال حق و انصاف کو غالب کرنے اور بھلائیوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کو فروغ دینے میں کام آئے۔ ایسے متقیوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ دنیا میں جن ہاتھوں سے غریبوں اور بے کسوں کو امداد دے رہے تھے۔ آج انہیں ہاتھوں میں اللہ تعالٰی سے خوشی خوشی انعام وصول کر رہے ہیں۔

تقویٰ، احسان، سخاوت اور انفاق جن کی زندگی کا امتیازی شعار تھا۔ قیامت کے دن یہ شرف و عزت یہ ابدی اور فردوس بکف انعامات انہیں کے لیے مخصوص ہوں گے۔ حسن عمل، انواع و اقسام کے پھلوں سے لدی ہوئی حسین اور سدا بہار جنت میں تبدیل ہو گیا ہے۔ قَالُوْا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ (طور: ۲۶) یہ کہیں گے کہ ہم پہلے اپنے گھروں میں ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرتے تھے۔ ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو اپنی دنیا بنانے میں مصروف رہے اور نہ اپنے اہل و عیال کو عیش کرانے کے لیے انہوں نے ناجائز ذرائع معاش اختیار کیے۔ اولاد کا مستقبل روشن کرنے کے لیے اپنی عاقبت خراب کرانے کی حماقت نہیں کی۔ اللہ کے دین کو سربلند کرنے کے تقاضوں سے وہ غافل نہیں رہے۔ قریبی رشتہ داروں اور مستحق حاجت مندوں کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی نہیں ہونے دی۔ تقویٰ و احتیاط کے باوجود وہ اللہ تعالٰی کے محاسبے سے ڈرتے ہوتے زندگی گزار رہے تھے۔ کہ خلافِ حق ہم سے کوئی بات سرزد نہ ہو جائے۔ اپنی مومنانہ زندگی اور محسنانہ روش پر فخر و ناز نہیں کرتے۔ نیکی کا عمل اجتان جتانے سے بوجھل ہو جاتا ہے۔ متقیانہ زندگی اس قسم کی کثافتوں سے بچ بچ کر چلتی ہے تاکہ نیکی برباد اور سزا لازم نہ ہو جائے۔

خیر القرون کے اُفق سے ایثار و احسان کی ایک ایمان افروز جھلک

یُوں تو اس دور کا ہر مسلمان آسمانِ اخلاق کا رخشندہ ستارہ تھا جس سے تہذیبِ اسلامی کی روشنی پھیلی۔ مودت و اخلاق کا وہ قطرہ جو عالم دنیا کے لیے گوہر آب دار بنا۔ صدق و اخلاص کا پیکر جس نے تہذیب جاہلی کی بساط الٹ کر رکھ دی۔ امتِ خیر کا ہر فرد جو انقلاب آفرین تھا۔ اسلامی نظام کے قیام اور ایک پُرسکون معاشرے کی تعمیر کے لیے فداکارانہ جذبات کا حامل تھا۔ خدا اور خلق کے نزدیک نہایت قابلِ قدر ہے اور معدنِ انسانیت کا انتہائی قیمتی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیرا ہے۔

لیکن اس دور کی آغوش میں ایثار و قربانی کا ایک ایسا انقلابی سمندر بھی نظر آتا ہے جس کی ہر موج زندگی کی وسعتوں پر چھا گئی جس سے نکلنے والی نہریں تحریکِ اسلامی کی شاہ رگِ حیات تھیں۔ اسلامی فکر و ذہن، جود و سخا کا منبع تھا جس کی آبشاروں سے نخلِ انسانیت شاداب ہوا جس کی سیرابی سے معاشرتی زندگی کو حیاتِ نو حاصل ہوئی۔ دریا کا پانی اگر صحت افزا، شیریں اور صاف ہو تو اس سے نکلنے والی نہریں بھی فیض بخش اور حیات افزا پانی سے زندگی کے تمام شعبوں کو شاداب بناتی ہیں۔ معاشرے میں رحم دلی، سخاوت، مروت، ہمدردی اور فیض رسانی عام ہو تو فکر و نظر کی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشی زندگی بھی سُدھر سکتی ہے۔

صحابۂ کرام کی زندگیاں فیض مجسم تھیں، رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کا بہترین نمونہ تھے۔ ان کے جان و مال اسلام کے فروغ و استحکام اور پس ماندہ لوگوں کی بہبود و ترقی کا بہترین سہارا تھے۔

سرفہرست حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کا وہ مالِ صالح نظر آتا ہے جس نے ابتدائی دور میں آنحضورؐ کی دعوتِ توحید کو تقویت پہنچائی۔ اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فکرِ معاش کا کوئی بوجھ نہ اٹھانا پڑا۔ اور آپ پوری یک سوئی اور استقلال کے ساتھ دعوت کے پھیلانے میں مصروف رہے۔ ان کا مال احیائے دین کا پہلا معاون تھا۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر رضؓ کی دولت نے نو مسلم غلاموں اور توحید پرست مظلوموں کو ظالم کافروں کے خونیں جبڑوں سے چھڑایا۔ آپ اسلام لانے سے قبل چالیس ہزار کے مالک تھے۔

مظلوم اور مسلمان غلام آزاد کرانے میں تیس ہزار خرچ کر دیے۔ حضرت بلال رضؓ کو بھی انہوں نے ہی آزاد کرایا تھا۔ پھر مدینے میں پہنچ کر نئی مسجد کی تعمیر میں آپ نے پانچ ہزار خرچ کیے۔ اس طرح آپ کی دولت اسلام کے نخلستان کی آبیاری میں کام آئی۔ اسلام کا ابتدائی دور تھا اور نئے نئے اسلام لانے والوں کو شدید مظالم اور کرب ناک مصائب کی بھٹی سے گزرنا پڑا۔ کمزور اور معذور افراد مالی لحاظ سے بھی پس ماندہ تھے۔ پھر مشرکوں کی ستم آزمائیوں میں معاشیات پر توجہ بھی نہ دے سکتے تھے۔ اس حال میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی دولت نے گردنیں چھڑائیں۔ گرتوں کو تھاما۔ تحریکِ اسلامی کا ابتدائی پودا آپ کے ایثارِ مال سے برابر نشو و نما پاتا رہا۔ رحم دلی، ہمدردی، صلہ رحمی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور مسکین نوازی جیسے عمدہ خصائل آپ کے خمیرِ فطرت میں کچھ اسی انداز سے نمایاں تھے، کہ مخالف دین بھی ان کے معترف و مداح تھے۔ چنانچہ مشرکین کے مظالم سے جب آپ خود بھی تنگ آ کر ہجرت کے لیے تیار ہو گئے۔ تو آپ کو راستے میں مکّہ کا ایک رئیس ملا۔ اس نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا۔ میری قوم نے مجھے گھر چھوڑنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اس لیے کسی دوسری جگہ جا کر اپنے رب کی یاد میں مصروف ہو جانا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا۔ ہرگز نہیں۔ تم محتاجوں کی مدد اور رشتہ داروں کے حق ادا کرتے ہو۔ مہمانوں کی خدمت اور مصیبت زدہ لوگوں کی دست گیری تمہارا معمول ہے۔ ایسا رحم دل اور بلند اخلاق شخص معاشرے سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ واپس چلو۔ میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ چنانچہ آپ واپس آ گئے۔ یہ ہمدردی و تعاون انہیں اپنے اخلاقِ حسنہ کے ذریعہ حاصل ہوا۔ صلہ رحمی اور غریب نوازی ایک ایسی صفت ہے۔ مخالفین بھی جس کے آگے سر جھکاتے ہیں۔

جنگِ تبوک کے موقعے پر رومیوں کے مقابلے کے لیے اسلامی لشکر کو مالی تعاون کی ضرورت محسوس ہوئی تو پورے گھر کا اثاثہ لا کر پیش کر دیا۔ کیا اس ایثار و بے غرضی کی نظیر دنیا کا کوئی نظام پیش کر سکتا ہے؟ یہ مظاہرہ صرف خدا پرستی کے ماحول میں نظر آ سکتا ہے۔

اسلامی نظام اسی طرح کے اخلاق و خصائل کی آبیاری کرتا ہے۔ اور انسان کا اخلاقی افق اس قدر وسیع کرتا ہے کہ اس میں متاعِ دنیا کی محبت مقصدِ حیات سے کہیں بھی الجھتی نظر نہیں آتی۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضؓ کی مال داری نے اسلامی جماعت کو سہارا دیا۔ مدینے کے قریب ایک جگہ لوگوں کو پانی کی سخت تکلیف تھی۔ یہودی مسلمانوں کو کنوئیں سے پانی نہیں لینے دیتے تھے۔ آپ نے کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ ایک جنگ میں پوری فوج کا تہائی خرچ اپنے ذمے لیا۔ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے۔ دو لاکھ کی رقم اپنے خاندان کے غریبوں کے لیے مخصوص کر رکھی تھی۔ ایک بار مدینے میں قحط پڑا۔ اس سال کھجور بھی نہ ہوئی تھی۔ تجارت بند ہونے کی وجہ سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوبکرؓ تک شکایت پہنچی۔ انہوں نے بلا کر حضرت عثمانؓ سے کہا۔ عوام کو غلہ کے بارے میں سخت تکلیف ہے۔ تم داماد رسولؐ اور بلند مرتبہ صحابی ہو۔ تمہیں زیادہ منافع کا لالچ نہ ہونا چاہیئے تمہیں زیادہ منافع کون دے رہا ہے؟ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا۔ اللہ سب سے زیادہ منافع دینے والا ہے۔ میں نے سارا غلہ اس کے ہاتھ بیچ دیا ہے۔ آپ خلیفۂ وقت ہیں۔ یہ میرا غلہ اٹھا کر لے جائیے اور اللہ کے بندوں میں تقسیم کر دیجئے۔ یہ صدقہ خدا پر ان کے پختہ یقین اور کامل ایمان کا کتنا بہترین ثبوت اور مخلوق پر شفقت کا کتنا اعلیٰ نمونہ ہے۔ جنگ تبوک کے موقعہ پر نو سو اونٹ ایک سو گھوڑے اور ایک ہزار دینار چندہ میں دیئے۔ اس موقعہ پر جیش العسرت یعنی تنگ دست اور مفلوک الحال لشکر کا سامان مہیا کرنے والا خطاب آپ کو ملا۔" (رحمتہ للعالمین بحوالہ ابن خلدون)

ابوعقیل انصاریؓ انفاق فی سبیل اللہ کی مد میں حصہ لینے کے لیے رات بھر ایک یہودی کا کھیت کنوئیں کے پانی سے سیراب کرتے رہے۔ چار سیر چھوہارے اجرت میں ملے۔ دو سیر گھر والوں کے لیے چھوڑے اور دو سیر اسلامی لشکر کی امداد کے لیے آنحضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ مفلسی میں ایثار و صدق تو صرف انہی لوگوں کا کمال اخلاق ہے۔ جن کے دل و دماغ پر ایمانی انقلاب نے آخرت کی اہمیت نقش کر دی تھی۔

اس موقعہ پر حضرت عمرؓ نے اپنے گھر کا نصف اثاثہ لا کر حاضر کر دیا۔ مسلمانوں کی بے سروسامانی قابل رحم تھی۔ ہر صحابی نے خلوص و فراخ دلی کا ثبوت مہیا کیا۔" اپنی حیثیت کے مطابق ایک سے ایک بڑھ کر مخلص اور جاں نثار ثابت ہوا۔ اور ان کے صدق و اخلاص اور ایثار و انفاق نے لوہے میں ڈوبے ہوئے بڑے بڑے فرعونوں کو ذلت و ناکامی کے دریا میں غرق کر کے چھوڑا۔

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی بے نفسی کا حال یہ تھا کہ معاشی تنگی کی حالت میں بھی کھانے کے وقت اگر کوئی سائل آجاتا تو اپنا کھانا اٹھا کر اسے دے دیتے۔ اپنے پیٹ پر دوسروں کے پیٹ بھرنے کو ترجیح دینا بے نفسی کی عظیم مثال ہے۔"

حضرت طلحہؓ اپنے فراخدلانہ صدقات و خیرات کے ذریعے معاشرے کے غریب افراد کی امداد کرتے۔ بیواؤں اور غریب لڑکیوں کی شادیاں کراتے۔ ایک بار تین شخص مسلمان ہوئے تو ان کی کفالت کا بار آپ نے اپنے ذمے لیا۔ ایک بار ایک جنگ کا پورا خرچ آپ نے اٹھایا۔ اور معاشرے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی ضروریات پورا کرنے کے لیے ایک دفعہ سات لاکھ کی رقم دے دی۔ اللہ کی راہ میں لاکھوں دینار کمال دریادلی کے ساتھ خرچ کرنے کے باوجود اپنے وارثوں کے لیے کثیر مقدار میں منقولہ و غیر منقولہ جائیداد چھوڑ گئے۔ ان کا قول تھا کہ جس قدر میں زیادہ سے زیادہ فی سبیل اللہ خرچ کرتا ہوں اسی قدر زیادہ سے زیادہ آمدن میں اضافہ ہوتا تھا۔ (طبقات ابن سعد ج ۳) آپ کا دسترخوان سادہ مگر نہایت وسیع تھا۔ مہمان نوازی میں امتیازی شہرت تھی۔ بنو تمیم کے تمام محتاج و تنگ دست خاندانوں کی کفالت کرتے تھے۔ قرض داروں کا قرض ادا کرتے۔ صحیح تمیمی کا تیس ہزار کا قرض آپ نے اپنے پاس سے ادا کر دیا۔ حضرت عائشہ رضؓ کی خدمت میں ہر سال دس ہزار درہم پیش کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد) اقلیم سخاوت کے بادشاہ تھے۔ فقراء و مساکین کے لیے ان کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا۔ غزوۂ تبوک کے موقعہ پر مصارف جنگ کے لیے گراں قدر رقم پیش کی آنحضورؐ نے فیاض کا خطاب عطا کیا۔

حضرت صفیہ رضؓ نے اپنے بھائی حضرت حمزہ رضؓ کی شہادت پر کفن کے لیے دو چادریں پیش کیں۔ ان کے قریب ہی ایک انصاری کی لاش بے گور و کفن پڑی تھی۔ ایک چادر ان کے لیے دے دی گئی۔ اس ایثار کی مثال بھی صرف اسلامی معاشرے میں ہی نظر آ سکتی ہے۔

حضرت جعفر طیارؓ کو سخاوت کی وجہ سے آنحضورؐ ابوالمساکین کے نام سے پکارتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ ان کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ میں نے مسکینوں کے حق میں انہیں سب سے بڑھ کر پایا۔ انتہائی مہمان نواز، رحمدل اور غریب پرور تھے (بخاری)

حضرت عبیدہ بن الجراح کو حضرت عمر رضؓ چار سو دینار چار ہزار درہم انعام کے طور پر بھجوائے۔ انہوں نے یہ ساری رقم فوج میں تقسیم کر دی۔ حضرت عمر رضؓ نے یہ سن کر فرمایا الحمدللہ کہ اسلام میں ایسے بے نفس اور بے غرض لوگ بھی موجود ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضؓ گورنری کے دور میں پانچ ہزار تنخواہ پاتے تھے۔ یہ ساری تنخواہ غریبوں میں بانٹ دیتے تھے خود چٹائیاں بنتے۔ ایک تہائی خیرات کر دیتے۔ ایک تہائی بال بچوں کے لیے اور ایک تہائی درس گاہ نبوت کے طالب علموں کے لیے دے دیتے۔ (استیعاب) صہیب رومی رضؓ مہمانوں کی تواضع غریبوں کی مدد اور پس ماندہ افراد کی دست گیری کے لیے بڑے مشہور تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عکرمؓ بن حارث کو دو ہزار وظیفہ ملتا تھا۔ اپنے بھتیجے سے کہتے اسے معاشرے کے غریبوں میں تقسیم کر دو۔ (اسد الغابہ)

سعیدؓ بن عامر، حمص کے گورنر تھے اور اپنی ساری تنخواہ لشکریوں میں بانٹ دیتے تھے۔

حکیم بن حزام رضؓ زمانۂ جاہلیت میں بھی نیک کاموں اور رفاہی جذبات میں مشہور تھے۔ دارالندوہ آپ کے قبضہ میں تھا۔ آپ نے امیر معاویہؓ کے ہاتھ اسے فروخت کر کے ایک لاکھ درہم کی ساری رقم خیرات کر دی (اسد الغابہ)

کارِ خیر میں سعید بن عاص کی شہرۂ آفاق فیاضی کا یہ معمول تھا۔ جمعہ کی ہر رات کو کوفہ کی مسجد میں غلام کے ہاتھ دینار سے بھری تھیلیاں نمازیوں میں تقسیم کرتے تھے۔ شرفا پروری کی وجہ سے مقروض بھی رہتے تھے۔ شریف اور خوددار اہلِ حاجت کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر بلا سوال دیتے۔ معاشرے کے ضرورت مند آپ کی وجہ سے نہال رہتے۔

عبداللہ بن جعفر رضؓ زمانۂ اسلام میں جزیرہ عرب کے دس مشہور فیاضوں میں سے تھے۔ ایک بار تاجر شکر لے کر مدینے آئے۔ اس وقت بازار سرد تھا۔ تاجروں کو خسارہ ہوا۔ آپ نے حکم دیا۔ تمام شکر خرید کر لوگوں میں تقسیم کر دی جائے۔ سعدؓ بن عبادہ بھی نہایت فیاض شخص تھے۔ بیک وقت اسّی اسّی آدمیوں کو اپنے ہمراہ کھانے کے لیے لے جاتے تھے۔ ام المؤمنین حضرت زینبؓ بن خزیمہ فقراء و مساکین کو فیاضی کے ساتھ کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ اس لیے اُمّ المساکین کی کنیت سے مشہور تھیں۔ یہ آنحضورؐ کی زندگی میں وفات پاگئیں۔ ازواجِ مطہرات میں سے زینب بنت جحش بھی سخاوت میں ممتاز تھیں۔ آنحضورؐ سے وفات سے قبل آپ کی ازواجِ مطہرات نے پوچھا: اینا اسرع بك لحوقا کہ ہم میں سے کون آپ کی وفات کے بعد سب سے پہلے آکے ملے گی۔ آپ نے فرمایا: اسرعکن لحاقا بی اطولکن (بخاری) تم میں سے مجھ سے جلد وہ ملے گی جس کا ہاتھ لمبا ہو گا۔ اس میں اشارہ فیاضی کی طرف تھا۔ چنانچہ آپ کے بعد سب سے پہلے یہی فوت ہوئیں۔ آپ کی وفات پر مدینہ کے فُقراء و مساکین میں سخت بے چینی اور غم و قلق پیدا ہو گیا تھا (اصابہ ج ۸)

عدی بن حاتم کو فیاضی اور دریا دلی ورثہ میں ملی تھی۔ ان کے رتبہ سے کم اگر کوئی سوال

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرتا تو نہ دیتے۔ ایک شخص نے سو درہم کا سوال کیا۔ اتنی رقم سن کر کہا میں حاتم کا بیٹا ہوں تم مجھ سے سو درہم مانگتے ہو (مسلم ج ۲ ص ۲۲)

عکرمہ رضؓ بن ابوجہل، اسلام لانے کے بعد آنحضورؐ سے کہا جتنی لڑائیاں اسلام کے خلاف لڑ چکا ہوں اس سے دگنی اسلام کے حق میں لڑوں گا جتنی دولت کفر کی حمایت میں خرچ کر چکا ہوں اس سے دگنی اسلام کی راہ میں خرچ کروں گا۔ (اسد الغابہ ج ۴)

حضرت زبیر بن عوام کے ہزار غلام تھے جو وہ کما لاتے آپ تمام رقم صدقہ کر دیتے تھے۔

عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف، کامیاب تاجر، خوش حال، مالدار اور انتہائی ایثار شعار تھے۔ ایک بار سات سو اونٹ گیہوں آٹا اور کھانے کی دوسری اشیاء سے لدے ہوئے آئے ان کے اس قافلے کا تمام مدینہ میں غل پڑ گیا۔ حضرت عائشہ رضؓ نے سنا تو فرمایا: میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ عبدالرحمٰن جنت میں رینگتے ہوئے جائیں گے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضؓ کو اطلاع ہوئی تو اُم المؤمنین کے پاس حاضر ہو کر عرض کی۔ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ پورا قافلہ معہ اسباب و سامان بلکہ اونٹ کجاوہ سمیت راہِ خدا میں وقف ہے۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۱۶) اللہ نے جس قدر انہیں خوش حال اور مال دار بنایا تھا۔ اسی قدر ان کی فیاضی، رحم دلی غریب پروری اور انفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ و عمل بھی عروج پر تھا۔ مذہبی ضروریات اور جماعت کے معاشی مسائل حل کرنے میں ہمیشہ فراخ دل اور پیش پیش رہے سورۂ توبہ نازل ہوئی اور صحابہ کرام کو صدقہ و خیرات کی ترغیب دی گئی تو حضرت عبدالرحمٰن رضؓ نے اپنا نصف مال یعنی چار ہزار درہم پیش کیے۔ پھر دو دفعہ چالیس چالیس ہزار دینار وقف کیے۔ ایک موقعہ پر جہاد کے لیے پانچسو گھوڑے اور پانچ سو اونٹ حاضر کیے۔ (اسد الغابہ ج ۳)

ان کی دریا دلی اور شفقت علی الخلق کا حال یہ تھا کہ ایک ہی دن میں تیس تیس غلام آزاد کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنی ایک زمین چالیس ہزار دینار میں حضرت عثمان رضؓ کے ہاتھ فروخت کی اور یہ ساری رقم فی سبیل اللہ کی مد میں خرچ کر ڈالی (طبقات ابن سعد) حضرت اُم سلمہ رضؓ کی خدمت میں ایک بار حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔ مجھے خوف ہے کہ کثرتِ مال مجھے ہلاک نہ کر دے انہوں نے فرمایا۔ بیٹا! راہِ خدا میں خوب دل کھول کر خرچ کرتے رہو۔ تو پھر ایسی مالداری کا کوئی خطرہ نہیں ہے (استیعاب، ج ۲) فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ کا سلسلہ آخر عمر تک قائم رکھا۔ وفات

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے وقت بھی پچاس ہزار دینار اور ایک ہزار گھوڑے راہِ خدا میں وقف کیے۔ اور جنگِ بدر میں جو صحابہ شریک ہوئے اور اس وقت تک زندہ تھے ان میں سے ہر ایک کے لیے چار چار سو دینار کی وصیت کی۔ اس وقت ایک سو صحابہ زندہ موجود تھے اور سب نے شکریے کے ساتھ ان کی اس وصیت سے فائدہ اٹھایا۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان رضؓ نے بھی حصہ لیا۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۱۷) امہات المؤمنین رضؓ کے لیے بھی ایک باغ کی وصیت کی جو چار لاکھ درہم میں فروخت ہوا۔ اس سے پہلے بھی مختلف موقعوں پر انہیں بڑی بڑی رقمیں پیش کرتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ ایک جائداد پیش کی جو چالیس ہزار دینار میں فروخت ہوئی تھی۔ حضرت عائشہ رضؓ ان کے صاحبزادے سے بطور تشکر تذکرہ کے بعد ان کے حق میں دعا فرمایا کرتی تھیں کہ خدا تمہارے والد کو سلسبیلِ جنت سے سیراب کرے۔ (ترمذی)

انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعے برکت

ان کا اصل پیشہ معاش تجارت اور زراعت تھا۔ ان کا اپنا قول ہے کہ اللہ نے میرے کاروبار میں غیر معمولی برکت دی تھی۔ اگر میں پتھر بھی اٹھاتا تو اس کے نیچے سے سونا نکل آتا۔ اسی وجہ سے رات دن انفاق فی سبیل اللہ میں کمال فراخ دلی کے ساتھ حصہ لینے کے باوجود وہ اپنے وارثوں کے لیے بھی وافر سرمایہ چھوڑ گئے۔ اور تقویٰ و احسان کی راہ میں دولتِ دنیا کبھی بھی ان کے قدم روک نہ سکی۔

حضرت صعصعہؓ بن ناجیہ ابتداء ہی سے نہایت رحم دل اور سلیم الفطرت تھے۔ اسلام لانے کے بعد ایک روز رسول اللہؐ کی خدمت میں عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ! کیا مجھے دورِ جاہلیت کے نیک کاموں کا اجر ملے گا؟ واقعات کی تفصیل بتاتے ہوتے انہوں نے کہا۔ کہ عرب میں لوگ ننگِ قرابت سے بچنے کے لیے لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔ میرے علم میں جب بھی کوئی ایسا واقعہ آیا تو میں اپنی اونٹنیاں دے کر ورثاء سے لڑکیاں قبضے میں کر لیتا۔ اس طرح میں نے ظہورِ اسلام تک تین سو ساٹھ زندہ دفن ہونے والی لڑکیوں کو بچایا اور فی لڑکی میں نے دس دس ماہ کی دو دو حاملہ اونٹنیاں اور ایک ایک اونٹ دے کر حاصل کیا۔ یہ سن کر آنحضورؐ نے فرمایا۔ خدا نے تم کو اسلام کے شرف سے نوازا ہے۔ اس لیے تمہیں ان تمام نیکیوں کا بھی اجر ملے گا (اسد الغابہ)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ج ۳ ص ۲۱) اس کے علاوہ بھی غریبوں اور محتاجوں کی امداد کے لیے ہمیشہ دستِ سخاوت کھلا رہتا تھا۔ ایک بار آنحضور ؐ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میرے پاس ضروریات سے جو کچھ بچتا ہے اسے میں اپنے پڑوسیوں اور مسافروں کے لیے رکھ چھوڑتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پہلے اپنے ماں باپ بھائی بہن اور قریبی رشتہ داروں کو دیا کرو۔ اس کے بعد دوسرے مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیا کرو (حاکم ج ۳ ص ۲۶)

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ غربت کی وجہ سے جو کچھ خرچ کرتیں۔ ناپ تول کر خرچ کرتیں۔ آنحضرت ؐ نے منع فرمایا۔ کہ پھر خدا بھی ناپ کر دے گا۔ اس کے بعد آپ نے یہ عادت چھوڑ دی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ آمدنی میں اضافہ ہو گیا۔ اور پھر کبھی تنگ دست نہیں ہوئیں (مسند احمد ج ۶) بخاری میں ان کی روایت ہے خود آنحضور ؐ کے یہ الفاظ آئے ہیں۔ لا توعی فیوعی اللہ علیک ارضخی ما استطعت، ہاتھ بند نہ رکھو اللہ تم پر بند کر دے گا۔ جس قدر استطاعت ہو خدا کی راہ میں خرچ کرو۔" عبداللہ بن زبیر فرماتے تھے کہ میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو فیاض نہیں دیکھا۔ اپنی ہمشیرہ حضرت عائشہ سے ترکے میں انہیں ایک جنگل ملا تھا۔ اسے ایک لاکھ درہم میں فروخت کر کے عزیزوں میں تقسیم کر دیا۔ اپنی مشرک ماں کے ساتھ صلہ رحمی کی اجازت آنحضور ؐ سے آپ ہی نے مانگی تھی۔ آنحضور ؐ نے فرمایا۔ ہاں اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ (بخاری ج ۲)۔ تاریخ کے سینے سے انفاق و ایثار اور رحم دلی و سخاوت کے یہ چند بے نظیر نمونے اس لیے سامنے لائے گئے ہیں۔ تاکہ یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ دنیا میں نیکی و شرافت اور حق و انصاف کا تخت بچھانے کے لیے قرآن کس کردار و سیرت کے انسان پیدا کرنا چاہتا ہے اس کی تعلیم و تربیت سے کس قسم کا ماحول تیار ہوتا ہے! ایمان جب زبان سے اتر کر قلب و روح میں جذب ہو جاتا ہے تو پھر انسانی سیرت کیا رنگ اختیار کرتی ہے! توحید و ایمان کی عظمت جب دل و دماغ پر نقش ہو جائے تو پھر اس کی نگاہ میں دنیا و آخرت کی کیا تصویر بنتی ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام اس کا بہترین نمونہ ہیں قرآن کی دعوت و تعلیم گوشت پوست کے انسانوں میں فکر و عقائد کے ساتھ ساتھ جو اخلاقی انقلاب پیدا کرتی ہے۔ یہی قرآن کا معجزہ ہے۔ بلند اخلاقی اور پاکیزہ نفسی میں انسان کو انتہائی مقام کمال تک پہنچانا قرآن کا اصل کمال ہے اور اس کا چلتا پھرتا ثبوت اس نے صحابہ کرام کی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کر دیا ہے انہوں نے قرآن سے جس قسم کے اثرات جذب کیے وہ تمام تر ان کی سیرت میں نمایاں نظر آتے ہیں، اگر کسی سیرت کا نقشہ قرآن سے مختلف نظر آئے تو اس کا مطلب یہ ہو گا۔ دل کی بنجر زمین قرآنی برکات سے کچھ بھی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جذب نہ کر سکی۔ انفاق فی سبیل اللہ پر آمادہ کرنے کے لیے قرآن نے ترغیب و تلقین کا انداز اختیار کیا ہے۔ مالی قربانیوں کے ذریعہ اللہ اور اس کے دین کے لیے مخلص اور غیر مخلص کا امتیاز ہوتا ہے منزل ایک ہو تو اس منزل پر چلنے والوں کے ساتھ ہمدردانہ اور خیر خواہانہ رویہ بھی اس کے مخلص ہونے کی علامت ہے۔ محض زبانی اقرار اور چند ظاہری اعمال سے کسی کے ایمان اور تقویٰ کی قیمت نہیں لگائی جا سکتی۔ اگر کوئی شخص دین کی سربلندی کے لیے وافر جذبہ و احساس نہیں رکھتا اس کے لیے کوئی جدوجہد نہیں کرتا یا اسلام کی توسیع و اشاعت کے مقابلے میں وہ اپنے کاروبار اور اپنے مال کی توسیع کو اہمیت دیتا ہے تو ایسے شخص کا ایمان کھوکھلا ہے۔ خدا کے ہاں جس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ خدا پر ایمان اور اس کے ساتھ خیر خواہی و اخلاص کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنی جان و مال اور دنیوی مفاد کے مقابلے میں خدا اور اس کے دین کو عزیز تر اور اہم تر سمجھے اور اس کی مرضی دنیا میں غالب کرنے کیلئے جان و مال کی قربانی دینے سے ہرگز دریغ نہ کرے۔ کفر و اسلام کی کشمکش میں مال راہِ خدا میں صرف کرنے سے پہلو تہی کرنا منافق کا شیوہ ہے۔ دلی رغبت اور محبت کے ساتھ انفاق ہی مومن کو منافق سے ممتاز کرتا ہے۔" انفاق فی سبیل اللہ کا عمل ایمان کا لازمی نتیجہ ہے جیسا کہ قرآن کی اس آیت سے واضح ہوتا ہے: آمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ (حدید: ۷) ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور خرچ کرو ان چیزوں میں سے جن پر اس نے تم کو خلیفہ بنایا ہے جو لوگ تم میں سے ایمان لائیں گے اور مال خرچ کریں گے ان کے لیے بڑا اجر ہے۔" چنانچہ صحابہ کرام کی زندگیوں میں کبھی تو یہ تعمیل کا کل انسانیت سنوارتی نظر آتی ہے۔ وَاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ (نور: ۳۳) اور ان غریبوں کو بھی اس مال میں سے دو اَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (قصص: ۷۷) تو بھی لوگوں کے ساتھ احسان کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے" ادھر اللہ تعالیٰ ان کے اس تعمیلِ ارشاد کی تعریف فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (بقرہ: ۲۶۳) منافقوں سے ممیز ہونے کے لیے انفاق کا حکم دیا جاتا ہے۔ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ (منافقون: ۱۰) جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے فراخدلی کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (بقرہ: ۱۹۵) اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں نہ ڈالو۔ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً (بقرہ: ۲۷۴) جو لوگ اپنے مال شب و روز کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں۔ کبھی یہ خوش نصیب جماعت خدا کے بینک میں قرض حسن جمع کراتی نظر آتی ہے۔ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ط (حدید: ۱۸) اور جنہوں نے اللہ کو قرض حسن دیا" اور کبھی ان کی سیرت قرآن کی اس آیت کی عملی تفسیر پیش کرتی ہے۔ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط (حشر: ۹) اور اپنی ذات پر دوسروں (کی ضروریات) کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ وہ خود کتنے ہی ضرورت مند ہوں۔" ان کے ایمان و اخلاق کی صداقت اور پختگی اور ان کی حق پرستی کی بنا پر ان کی طرز زندگی کو اللہ کے ہاں سے شرف قبولیت حاصل ہوا۔ اور وہ آئندہ آنے والے مسلمانوں کے لیے قابل عمل نمونہ اور معیار ہدایت قرار دی گئی۔ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا (بقرہ: ۱۳۷) پھر اگر وہ اسی طرح ایمان لائیں جس طرح تم لائے ہو تو ہدایت پر ہیں" اور دنیا میں ان کو اللہ کی رضامندی کی بشارت دی گئی۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (مجادلہ: ۲۲) اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوتے وہ اللہ کی پارٹی کے لوگ ہیں۔ خبردار رہو اللہ کی پارٹی والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔" حضرت عبداللہ بن مسعود رض صحابہ کرام رض کی جامع تعریف کرتے ہوئے ان کے نقش قدم کی پیروی کو عوام کے لیے موجب ہدایت قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ صحابۂ کرام کی پوری زندگی حق کی رضا جوئی اور رسول اللہ کے اخلاق اور ان کے اسوۂ حسنہ کی پیروی و متابعت اختیار کرنے کی کوشش میں نہایت مخلص تھی۔ من کان متاسیاً فلیتاس باصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فانہم کانوا ابر ہذہ الامۃ قلوباً واعمقہا علماً واقلہا تکلفاً واقومہا ہدیاً واحسنہا حالاً قوماً اختارہم اللہ لصحبۃ نبیہ واقامۃ دینہ فاعرفوا لہم فضلہم واتبعوا فی آثارہم فانہم کانوا علی الہدی المستقیم (الموافقات ج ۴ ص ۷۸) تم میں سے جس کو اقتداء و پیروی کرنا ہو وہ محمد ﷺ کے صحابہ ہی کی اقتداء کرے کیونکہ وہ نیک دلی میں سب سے زیادہ علم میں سب سے گہرے نہایت بے تکلف سیرت کے لحاظ سے نہایت مضبوط اور بہت اچھے حالات کے لوگ تھے اور اسی لیے خدا تعالیٰ نے اس بہترین جماعت کو اپنے رسول کی رفاقت اور اپنے دین کی اقامت حفاظت کے لیے منتخب کیا تھا اس لیے تم بھی ان کا حق فضیلت پہچانو اور انہیں کے نقش قدم پر چلو کیونکہ وہ صحیح اور سیدھے راستے پر تھے۔" ان کی زندگی فی الواقع نیکی و بھلائی کی بہترین تصویر یعنی آنحضور ﷺ کی سنت کے شیدائی اور اقامت دین کیلئے بہترین معاون تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان مقدس ہستیوں کے نقش قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اب ہم انہیں مثالی شخصیتوں کے تذکرہ پر اس کتاب کو ختم کرتے ہیں و الحمد للہ رب العالمین ط

(کتبہ میاں سلطان احمد خوشنویس فیض آباد سرگودہا و ضلع گجرات (پاکستان) (۱۲/۱۹۸۱)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مُصنّف کی دیگر تصانیف

۱۔ اسلام کا معاشی معیارِ اخلاق حصّہ اوّل و دوم

حصہ اول میں رزقِ حلال کی اہمیت اور زندگی پر اس کے اثرات کے بارے میں تفصیلی گفت گو۔

حصہ دوم میں رزقِ حرام کے نقصانات اور ناجائز ذرائع معاش پر مدلل بحث کی گئی ہے۔ اور قرآن و حدیث کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے کہ طاقت کا اصل منبع ایمان و اخلاق ہیں۔ رزقِ حلال کا محرک صحیح عقیدہ و عمل ہے! اسلامی نظام اپنی مکمل صورت میں جب قائم ہو تو عقیدہ و اخلاق کی اصلاح کے ساتھ انسان کا معاشی مسئلہ بھی بخوبی حل ہو سکتا ہے۔

۲۔ فلاحِ عالم

انسان کا مقصدِ پیدائش کیا ہے؟ عبادت کی جامع تعریف۔ عقیدہ و عمل پر توحید کے اثرات اور شرک و بدعت کی تردید میں مُدلّل کتاب!

۳۔ رسالہ دعوتِ حق

عُلمائے امت کی ذمہ داریوں پر تفصیلی بحث؟

۴۔ نئی نبوّت اپنے لٹریچر کے آئینہ میں

دورِ حاضر کے کُفر آموز فتنہ کی طلسم آرائیوں اور اس کے ایمان سوز خطرات سے عوام کو آگاہ کرنے کی دستاویزی کوشش!

ملنے کا پتہ: حکیم محمّد اسحاق، ریلوے روڈ حویلیاں
ضلع ایبٹ آباد (پاکستان)